ماہنامہ

علمی | ادبی | تحقیقی | اصلاحی مجلہ

ضیائے حدیث

لاہور

دارالسلام

DARUSSALAM

دارالسلام کی تحقیق کا آئینہ دار

چیف ایڈیٹر

عبدالمالک مجاہد

جلد: 21 | شمارہ: 10 | اکتوبر 2012ء / ذوالقعدہ 1433ھ



حُرمتِ رسُول ﷺ اور اُمّتِ رسُول ﷺ

ہم نے ہر دور میں تقدیسِ رسالت کے لیے —— وقت کی تیز ہواؤں سے بغاوت کی ہے

توڑ کر سلسلۂ رسمِ سیاست کا فسوں —— اک فقط نامِ محمد ﷺ سے محبت کی ہے

بسم اللہ الرحمن الرحیم

علمی • ادبی • تحقیقی • اصلاحی مجلہ

ماہنامہ

ضیائے حدیث

لاہور

چیف ایڈیٹر ——— عبدالمالک مجاہد

جلد:21 | شمارہ:10 | اکتوبر 2012ء/ذوالقعدہ 1433ھ

بیاد مولانا حکیم عبدالمجید سوہدروی رحمہ اللہ ○ بانی مولانا حکیم محمد ادریس فاروقی رحمہ اللہ

وسعتِ دامان



تجلیات قرآن 4

عظمتِ امام الانبیاء ﷺ میثاقِ انبیاء کی روشنی میں

مولانا محمد ابراہیم کیلانی



حرمت رسول ﷺ 22

یہود و نصاریٰ توہینِ رسول کے مرتکب کیوں؟

محسن فارانی



حرمت رسول ﷺ 9

توہین آمیز فلم منصوبہ بندی کے تحت بنائی گئی

محمد انیس الرحمٰن



حرمت رسول ﷺ 67

گستاخ رسول کی سزا سرتن سے جدا

عبداللہ ناصر مدنی

اداریہ	رگوں میں وہ لہو باقی نہیں ہے		3
تجلیات قرآن	عظمتِ امام الانبیاء ﷺ میثاقِ انبیاء کی روشنی میں	مولانا محمد ابراہیم کیلانی	4
حرمت رسول ﷺ	توہین آمیز فلم منصوبہ بندی کے تحت بنائی گئی	محمد انیس الرحمٰن	9
احکام و مسائل	مسنون حج	حافظ عثمان یوسف	12
مکتوب امریکہ	ہماری دعائیں بے اثر کیوں؟	حافظ عبدالوحید سوہدروی	19
حرمت رسول ﷺ	یہود و نصاریٰ توہینِ رسول کے مرتکب کیوں؟	محسن فارانی	22
مکتوب الریاض	چند گھنٹے عکاظ کے میلے میں.....!!	عبدالمالک مجاہد	26
معاشیات	اسلامی نظامِ معیشت اور اس کے ارکان	حافظ عبدالسمیع	32
حرمت رسول ﷺ	حرمتِ رسول ﷺ اور امتِ رسول ﷺ	محمد نعمان فاروقی	36
حرمت رسول ﷺ	قانونِ توہین رسالت پر اعتراضات کا جائزہ	قاری محمد یعقوب شیخ	41
افتاء و ارشاد	آپ کے سوالات اور ان کا حل	ابوالحسن حافظ عبدالخالق	46
حرمت رسول ﷺ	حرمتِ رسولِ اقدس ﷺ اور امت کی زبوں حالی	حافظ عبدالمتین راشد	49
ناموسِ رسالت	ناموسِ رسالت کی حفاظت کیسے ممکن ہے؟	عمر فاروق قدوسی	53
تعاقب	سانحہ ربوہ کی عدالتی رپورٹ شائع کیوں نہیں ہوتی	محمد متین خالد	55
عالم اسلام	افغانستان: حریت پسندوں اور مجاہدوں کا دیس	محسن فارانی	60
معلومات	اخبارِ جہاں	نوید اسلام صدیقی	65
حرمت رسول ﷺ	امت مسلمہ کا ایمان۔ حرمتِ رسول پر سب کچھ قربان	محمد زبیر	66
حرمت رسول ﷺ	گستاخ رسول کی سزا..... سرتن سے جدا	عبداللہ ناصر مدنی	67

بورڈ آف ایڈیٹرز حافظ عبدالوحید سوہدروی ایڈیٹر محمد نعمان فاروقی

numanfaruqi@gmail.com

مجلس ادارت

مولانا ارشاد الحق اثری — پروفیسر محمد یحییٰ — حافظ عبدالستار حماد

حافظ صلاح الدین یوسف — حافظ مسعود عالم — مولانا محمد خالد سیف

مولانا محمد اقبال کیلانی — حافظ محمد شریف — ڈاکٹر حبیب الرحمٰن کیلانی

حافظ شبیر صدیق — حافظ محمد حنیف نواز — علی حماد فاروق

مجلس مشاورت

چوہدری محمد یٰسین ظفر — ڈاکٹر محمد حماد لکھوی — انجینئر کاشف شہزاد باجوہ

حبیب الرحمٰن — محمد ایوب سپرا — ڈاکٹر محمد افتخار کھوکھر

مولانا محمد عبدالجبار — محمد طارق شاہد — حافظ مطیع الرسول — عکاشہ مجاہد

مجلس نظامت

حافظ عبدالعظیم اسد — ڈاکٹر امان اللہ بھٹی — پروفیسر محمود الحسن بزمی

قمر الحمید فیصل — ملک شوکت علی — عبدالغفار مجاہد

حبیب کبریا — شیخ ارشد علی — محمد اعظم یٰسین — نجم المجید

مجلس معاونت

طارق جاوید عارفی — تنویر احمد — عمار فاروق سعیدی — مختار احمد ضیا

حافظ محمد ندیم — حذیفہ نصیر گوندل — محمد یوسف سلفی — مولیٰ کلیم کریمی

آرٹ اینڈ ڈیزائن

محمد شفقت اللہ (آرٹ ڈائریکٹر) — ہارون الرشید (گرافک ڈیزائنر) — قانونی مشیر

خطاطی: اکرام الحق — کمپوزنگ: ابو مصعب — ملک نور محمد سرفراز

محکمہ کتابت دفتر ماہنامہ ضیائے حدیث 36۔ لوئر مال لاہور

بینک اکاؤنٹ A/C Title: Monthly Zia-e-Hadith
A/C No: 0038805201002063
M.C.B Bank Ltd.
Session Court Branch Lahore.
Br. Code. 1317

ضیائے حدیث اپنے نام جاری کروانے اور نہ پہنچنے کی صورت میں
+ 92 42 372 32 400
+ 92 300 70 71 823
+ 92 313 75 79 034
ziaehadith1@yahoo.com

ناشر محمد ادریس فاروقی مقام اشاعت 399/E اندرون موچی دروازہ لاہور

پرنٹر ادارہ مجلس دارالسلام پرنٹنگ پریس، 36۔ لوئر مال، لاہور 042-37324034

Fax: +92 42 373 54 072

قیمت فی شمارہ 35 روپے | سالانہ زرتعاون: عام ڈاک -/400 روپے، رجسٹری ڈاک -/800 روپے

دیگر ممالک میں سالانہ زرتعاون: سعودی عرب 100 ریال، یورپی ممالک 30 یورو

محسن فارانی

تحفظ ناموسِ رسالت پر منظوم کلام

تحفظ ناموسِ رسالت ﷺ

دہلیز تیقن سے وہ محروم جبیں ہے
ناموسِ رسالت کا جسے پاس نہیں ہے
دنیا میں جو ناموسِ نبوت کا امیں ہے
گہوارۂ رحمت میں ہے وہ، خواہ کہیں ہے
تکریمِ محمد ﷺ کا جسے دل سے یقیں ہے
وہ صاحب ایماں ہے، وہی صاحبِ دیں ہے
جو شخص نہیں جانتا تعظیم محمد ﷺ
پھر اس کا دو عالم میں ٹھکانا بھی نہیں ہے
وہ جا کہ جہاں دفن ہیں محبان رسالت ﷺ
جنت کا وہ ایک ٹکڑا ہے جو زیرِ زمیں ہے
شمشیر بکف ہیں جو ہلالؔ ان کی رضا میں
مرنا بھی حسیں ان کا ہے، جینا بھی حسیں ہے

(سید ھلال جعفری)

محمد ﷺ کی محبت

سما سکتی ہے کیونکر حُبِ دنیا کی ہوا دل میں
بسا ہو جب کہ نقشِ حُبِ محبوبِ خدا دل میں
محمد ﷺ کی محبت دینِ حق کی شرطِ اوّل ہے
اسی میں ہو اگر خامی تو ایماں نامکمل ہے
محمد ﷺ کی غلامی ہے سند آزاد ہونے کی
خدا کے دامنِ توحید میں آباد ہونے کی
محمد ﷺ کی محبت آنِ ملت شانِ ملت ہے
محمد ﷺ کی محبت روحِ ملت جانِ ملت ہے
محمد ﷺ کی محبت خون کے رشتوں سے بالا ہے
یہ رشتہ دنیوی قانون کے رشتوں سے بالا ہے
محمدؐ ہے متاعِ عالمِ ایجاد سے پیارا
پدر، مادر، برادر، مال جان، اولاد سے پیارا
یہی جذبہ تھا ان مردانِ غیرت مند پر طاری
دکھائی جن کے ہاتھوں حق نے باطل کو نگونساری

(ابو الاثر حفیظ جالندھری)

ناموسِ رسالت ﷺ

ہے شاہد آج بھی تاریخ اس زندہ حقیقت پر
کہ آنچ آنے نہیں دیتے غلام آقا کی عزت پر
ہوا ہرزہ سرا جب بھی کوئی شانِ رسالت میں
گیا بچ کر نہ زندہ پھر وہ اپنی اس جسارت پر
دکھاتا ہے کوئی جانباز رہ اس کو جہنم کی
جھپٹتا ہے کوئی دیوانہ اس ابلیس فطرت پر
دیے ہر دور میں عشاق نے جانوں کے نذرانے
کیا سب کچھ تصدق اپنا ناموسِ رسالت پر
اگرچہ راستہ روکا کیے دار و رسن ان کا
مگر چلتے رہے اہلِ وفا راہِ عزیمت پر
کبھی زنجیر سے الجھے، کبھی شمشیر سے کھیلے
ہے ناز اسلام کو ان جاں نثارانِ نبوت پر
کٹا دیتے ہیں سر اپنے، لٹا دیتے ہیں گھر اپنے
خدا رحمت کرے ان عاشقانِ پاک طینت پر
ہے شرطِ اوّل ایماں محبت سرورِ دیں کی
تحفظ فرض ہے ناموسِ پیغمبر کا امت پر
سلام اس پر کہ جس کے نام لیوا ہر زمانے میں
بڑھا دیتے ہیں ٹکڑا سرفروشی کے فسانے میں

(ضیاء محمد ضیاء)

اداریہ

رگوں میں وہ لہو باقی نہیں ہے

کہتے ہیں کہ گالی اسے دی جاتی ہے یا برا بھلا اسے کہا جاتا ہے جس کا کوئی نہ ہو اور جس کا کوئی پرسانِ حال یا والی وارث ہو اسے برا بھلا نہیں کہا جاتا۔ مسلمان جس نازک صورتِ حال سے دو چار ہیں اس سے دعوائے ایمان کی قلعی کھل جاتی ہے۔ حالت یہ ہے کہ 57 اسلامی ریاستیں قبرستان اور وہاں کے باسی مُردوں کا منظر پیش کر رہے ہیں۔ امت میں تحفظ ناموسِ رسالت کے سلسلے میں ایسی بے مثل قربانیاں سامنے آتی رہیں جو مشعلِ راہ بنیں مگر ناموسِ رسالت پر قربان ہونے والوں کے تذکروں سے مجالس کو گرمانا، تحریر میں زور پیدا کرنا اور ان کی قبروں کی مجاوری کرنا اور چیز ہے اور ان کی فکر کو پروان چڑھانا اور ان کے نقشِ قدم پر چلنا دیگر شے ہے۔ امت نے اگر کچھ کیا بھی تو وہی روایتی احتجاج، کھوکھلے نعرے اور اپنے ہی بھائیوں کا نقصان۔ جس پیغمبر نے علیحدہ علیحدہ ٹولیوں کی شکل میں بیٹھنے والے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو ناپسند کیا تھا، اس کے امتی تحفظ ناموسِ رسالت کے لیے علیحدہ علیحدہ جھنڈوں کے تحت چھوٹی چھوٹی ٹولیوں کی شکل میں جلوس نکال کر اپنا ہی نقصان کر کے پھر اپنے کام کاج میں مصروف ہو گئے۔ زندہ قومیں ایسے ہی ''نقوش'' چھوڑ کر جاتی ہیں۔

بہر حال خواتین و حضرات اور ہر طبقے سے متعلقہ افراد کے عوامی احتجاج نے یہ ضرور ثابت کیا کہ امت کسی صورت بھی حرمتِ رسول ﷺ پر کسی سمجھوتے کا شکار نہیں مگر اغیار کے غلام حکمرانوں نے امریکیوں کو تحفظ فراہم کرنے کے لیے اپنے ہی شہریوں سے ان کی زندگیاں چھین کر یہ ثابت کر دیا کہ وہ کسی صورت بھی اپنے ''آقاؤں'' پر آنچ نہیں آنے دیں گے۔ مگر حکمرانوں کی یہ ''قربانیاں'' نہ وردی والوں کو تحفظ دے سکیں نہ آئندہ ایسی کوئی امید ہے۔ حیرانی اس بات کی ہے کہ اس اہم ایشو پر میں کسی بھی اسلامی ریاست کے سربراہ کی طرف سے کوئی موثر اقدام سامنے نہیں آیا۔ یہ ایٹمی توانائیاں اب نہیں تو کب کام آئیں گی؟ کیا اس سے بڑی ذلت بھی ہو سکتی ہے؟

عالم کفر نے ہرزہ سرائیوں کے سلسلے کی مکمل منصوبہ بندی کی ہے۔ پہلے انھوں نے تعلیماتِ نبویہ کو نشانہ بنایا، حتیٰ کہ کارٹون بنائے گئے عالمِ اسلام اسے برداشت کرتا رہا، جب یہ اہانت خود مسلمانوں کے ہاں رائج ہو گئی تو انھوں نے نبی ﷺ کے خاکے شائع کر دیے کیونکہ اگر مسلمانوں کا آپ ﷺ سے تعلق محض جذباتی نہیں بلکہ شعوری ہوتا تو مسلمانوں کو تعلیمات نبویہ کی اہانت ہی سے چونک جانا چاہیے تھا مگر امت نے کسی ردعمل کا اظہار نہ کیا اور عالمِ کفر اور زیادہ جری ہو گیا۔ خاکے شائع کرنے کے ردعمل کے طور پر امت نے روایتی اور حکومتی سرپرستی کے بغیر احتجاج تو کیا مگر اس کا خاطر خواہ فائدہ نہ ہوا اور گستاخِ رسول دندناتے پھرتے رہے۔ پھر اسی ٹیری جونز کی طرف سے قرآن پاک کی بے حرمتی سامنے آئی تو غیور افغانیوں کے ردعمل کے سوا کوئی خاص تحریک سامنے نہ آئی۔ امت اپنے حال میں مست نظر آئی مگر حقیقت تو یہ ہے کہ اس امت کی بقا کا کیا جواز باقی رہ جاتا ہے جس کے جیتے جی اس کے پیغمبر کی اس قدر بے باکی سے اہانت کی جائے!!

اہانتِ رسول کا ارتکاب کرنے والے بڑے سے بڑے بد بخت گستاخ ہو گزرے مگر اجتماعی طور پر اہانتِ رسول کا یہ انتہائی گھناؤنا ارتکاب پہلی دفعہ سامنے آیا۔ فلم بنانے کے لیے ہدایت کاری اور اچھے خاصے سرمائے کی ضرورت ہوتی ہے، پھر بہت سے فنکار، پروڈیوسر، کیمرہ مین، تشہیری مہم جو اور نہ جانے کتنے افراد مل کر یہ کام کرتے ہیں..... غرض یہ بڑا اندوہناک مرحلہ ہے جو امت پہ آن پڑا ہے اور نہ جانے کب تک یہ فلم عالم کفر کے ہاں دیکھی جاتی رہے گی اور آنے والی مسلمان نسلیں ان مسلمانوں کو کس نام سے یاد کریں گی جن کے ہوتے ہوئے ان کے پیغمبر کے بارے میں یہ توہین آمیز فلم تیار کی گئی۔ اقبال کا یہ شعر شاید ہم پہ ہی صادق آتا ہے ۔

رگوں میں وہ لہو باقی نہیں ہے — وہ دل، وہ آرزو باقی نہیں ہے
نماز و روزہ و قربانی و حج — یہ سب باقی ہے، تو باقی نہیں ہے



عظمت امام الانبیاء ﷺ میثاقِ انبیاء علیہم السلام کی روشنی میں

توہین آمیز فلم کے تناظر میں غیر مسلموں کو دعوتِ فکر

مولانا محمد ابراہیم کیلانی
ریسرچ فیلو دارالسلام (فاضل مدینہ یونیورسٹی)

اللہ تعالیٰ نے انبیائے کرام علیہم السلام کے جس سلسلۃ الذہب کا آغاز فرمایا تھا اس سلسلہ کے آخری اور عالم گیر نبی سید الاولین والآخرین محمد رسول اللہ ﷺ ہیں۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے آپ ﷺ کے ذریعے قیامت تک آنے والے انسانوں کو دنیا و آخرت میں عزت اور کامیابی کے ابدی احکام ارسال فرمائے۔

نبی ﷺ پر ایمان اور نصرت کا دیگر انبیا علیہم السلام سے عہد

اللہ تعالیٰ نے عالم ارواح میں آدم علیہ السلام کی پشت سے آئندہ مبعوث ہونے والے تمام انبیاء علیہم السلام کی ارواح مقدسہ سے مخاطب ہو کر آخری رسول محمد ﷺ کے بارے میں ایک عہد لیا تھا۔ قرآن میں اس کا تذکرہ ان الفاظ میں فرمایا گیا ہے:

﴿وَ اِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيّٖنَ لَمَآ اٰتَيْتُكُمْ مِّنْ كِتٰبٍ وَّ حِكْمَةٍ ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَ لَتَنْصُرُنَّهٗ قَالَ ءَاَقْرَرْتُمْ وَ اَخَذْتُمْ عَلٰى ذٰلِكُمْ اِصْرِيْ قَالُوْٓا اَقْرَرْنَا قَالَ فَاشْهَدُوْا وَ اَنَا مَعَكُمْ مِّنَ الشّٰهِدِيْنَ﴾ ”اور (یاد کرو) جب اللہ نے تمام نبیوں سے عہد لیا تھا کہ جب میں تمھیں کتاب اور حکمت عطا کروں، پھر تمھارے پاس کوئی رسول آئے جو اس (کتاب) کی تصدیق کرتا ہو جو تمھارے پاس ہے تو تمھیں اس پر ایمان لانا ہوگا اور اس کی مدد کرنی ہوگی۔ اللہ نے دریافت فرمایا: کیا تم اقرار کرتے ہو اور اس پر میرا عہد قبول کرتے ہو؟ انھوں نے کہا: ہم نے اقرار کیا۔ اللہ نے فرمایا: تو تم گواہ رہنا اور تمھارے ساتھ میں بھی گواہ ہوں۔“

سیدنا علی اور سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہم فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے جتنے بھی انبیاء علیہم السلام مبعوث فرمائے، ان میں سے فرداً فرداً یہ قول و قرار لیا کہ اگر ان کی زندگی میں محمد ﷺ جلوہ نما ہوں تو انھیں آپ ﷺ پر لازماً ایمان لانا اور مدد کرنی ہوگی۔ اسی طرح اللہ نے ہر نبی کو یہ بھی حکم دیا کہ وہ اپنی اپنی امتوں سے عہد و پیمان لیں کہ اگر ان کی زندگی میں محمد ﷺ کا ظہور ہو تو انھیں آپ ﷺ پر ایمان لانا اور آپ کی مدد کرنی ہوگی۔

اللہ تعالیٰ کا انبیاء سے یہ عہد و پیمان لینے کا اصل مقصد کیا تھا؟ اس مقصد کا سرچشمہ یہ اعلیٰ مطلوبات تھے: ① منصب رسالت کا علمی منبع اور تعارف ② انبیاء کا باہمی تعارف ③ ایک دوسرے کی تصدیق ④ خاتم النبیین ﷺ کا خصوصی تعارف اور تصدیق و توثیق۔ اگر ان کی زندگی میں رحمت للعالمین تشریف لائیں تو ان کی تصدیق اور پیروی۔ اور اگر ہنوز آپ ﷺ کا ظہور نہ ہوا ہو تو اپنی اپنی امت کو ان پر ایمان لانے کی تلقین اور وصیت۔

جب انسانوں کی آبادی وسعت پا کر خاندانوں سے قبیلوں اور قبیلوں سے کثیر اقوام تک پھیل گئی اور لوگوں نے کرۂ ارض کے مختلف گوشوں میں اپنے آشیانے بنا لیے تو اللہ تعالیٰ نے انھیں بھٹکنے کے لیے بے یار و مددگار نہیں چھوڑا بلکہ انھیں یہ بتانے کے لیے کہ تم کون ہو؟ کیوں پیدا کیے گئے ہو؟ اور اس دنیا میں تمھیں کس طریقے اور کس سلیقے سے زندگی بسر کرنی چاہیے؟ ہر جگہ اپنے رسول مبعوث فرمائے۔ قرآن کریم میں ہے:

﴿وَ لِكُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلٌ فَاِذَا جَآءَ رَسُوْلُهُمْ قُضِيَ بَيْنَهُمْ بِالْقِسْطِ﴾ ''اور ہر امت کا ایک رسول ہے، پھر جب ان کا رسول آ گیا تو ان میں انصاف کے ساتھ فیصلہ کر دیا گیا۔''

چنانچہ جب ہر امت میں رسول آئے تو انھوں نے آپ ﷺ کی آمد کی بشارت بھی دی۔ سورۂ آل عمران کی مذکورہ بالا آیت کا اصل منشا یہی تھا۔

سابقہ آسمانی صحائف میں نبی ﷺ کا تذکرہ

اللہ نے اپنی پہلی کتب میں بھی آپ ﷺ کا ذکر جمیل اور ایسی درخشاں صفات بیان فرمائی ہیں جو آج کی مسخ شدہ تورات اور انجیل میں بھی ضیاباریاں کر رہی ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿اَلَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِيَّ الْاُمِّيَّ الَّذِيْ يَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ وَ الْاِنْجِيْلِ﴾ ''(یعنی) وہ لوگ جو اس رسول اُمی نبی (محمد ﷺ) کی پیروی کرتے ہیں جس کا ذکر وہ اپنے ہاں تورات اور انجیل میں لکھا پاتے ہیں۔''

اہل کتاب محمد ﷺ کے بارے میں آخری نبی ہونے کا بخوبی علم رکھتے ہیں۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ ان کے بارے میں فرماتے ہیں:

﴿وَ يَقُوْلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَسْتَ مُرْسَلًا قُلْ كَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا بَيْنِيْ وَ بَيْنَكُمْ وَ مَنْ عِنْدَهٗ عِلْمُ الْكِتٰبِ﴾ ''اور کافر کہتے ہیں: تم رسول نہیں ہو۔ آپ کہہ دیجیے: میرے اور تمھارے درمیان اللہ ہی گواہ کافی ہے، اور وہ شخص (بھی) جس کے پاس کتاب کا علم ہے۔''

اس مفہوم کی اور بھی بہت سی آیات موجود ہیں جن میں یہ بتا دیا گیا ہے کہ علمائے بنی اسرائیل اپنی آسمانی کتابوں کی روشنی میں خوب جانتے ہیں کہ محمد ﷺ اللہ کے سچے آخری نبی اور رسول ہیں۔ قرآن مجید نے مزید واضح کیا ہے:

﴿اَلَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يَعْرِفُوْنَهٗ كَمَا يَعْرِفُوْنَ اَبْنَآءَهُمْ وَ اِنَّ فَرِيْقًا مِّنْهُمْ لَيَكْتُمُوْنَ الْحَقَّ وَ هُمْ يَعْلَمُوْنَ﴾ ''جن لوگوں کو ہم نے کتاب دی وہ اس (رسول) کو ایسے پہچانتے ہیں جیسے وہ اپنے بیٹوں کو پہچانتے ہیں۔ اور بے شک ان میں سے ایک گروہ ضرور حق کو چھپاتا ہے، حالانکہ وہ جانتے ہیں۔''

پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی اور اپنے اہل ایمان بندوں کو ثابت قدم رکھنے کے لیے ارشاد فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ جو دین و شریعت لائے ہیں: ''وہ بلاشک و شبہ حق اور سچ ہے، لہٰذا تم ہرگز شک کرنے والوں میں سے نہ ہونا۔''

معرفتِ رسول ﷺ کے درخشندہ واقعات

آج کے دریافت شدہ آثار تاریخ میں محمد رسول اللہ ﷺ کا تذکرہ مل چکا ہے۔ ہندوؤں، پارسیوں، بدھ مت، عیسائیوں اور یہودیوں کے آثار قدیمہ اور تاریخی کتبوں میں جابجا محمد عربی ﷺ کی نبوت کو گواہی موجود ہے، ہر چند ان لوگوں نے اپنے نبیوں کی شریعت کو پس پشت ڈال دیا ہے۔ لیکن یہ لوگ ذہنی طور پر رسول اللہ ﷺ کی شخصیت کے معترف ہیں۔

جب رسول اللہ ﷺ اس دنیا میں مبعوث نہیں ہوئے تھے، اس وقت بھی انبیاء کے متبعین باہم آپ کا تعارف کراتے اور انتظار کرتے تھے۔ آج بھی تاریخ کے اوراق سچائی کے ان

متلاشی لوگوں کی گواہی دینے کے لیے موجود ہیں جو رسالت مآب ﷺ کی جستجو میں ملک در ملک پھرتے رہے۔ رسول رحمت ﷺ کے حضور پہنچے اور آپ ﷺ پر ایمان لائے۔ تاریخ نے ان حضرات کی جستجو محفوظ کر لی ہے۔ ذرا ملاحظہ فرمایئے۔

1 - سیدنا سلمان فارسی سلطنت کسریٰ کے باشندے تھے۔ وہ آپ ﷺ کی تلاش میں نکلے، موصل، نصیبین اور شام سے ہوتے ہوئے رومہ پہنچے اور ان راہبوں سے ملے جنھوں نے انھیں محمد رسول اللہ ﷺ کی جلد آمد کی نشانیاں بتائیں ہر جگہ کے راہب اسی مذہب پر تھے جس پر موصل کا نیک اطوار راہب تھا یہ سب محمد ﷺ پر ایمان رکھتے تھے۔ انھی نشانیوں کی سچائی دیکھ کر وہ محمد ﷺ کے غلام بنے۔

2- جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ کو ایک راہب نے بتایا کہ محمد رسول اللہ ﷺ سچے ہیں اور تو جو سمجھتا ہے کہ وہ قتل ہوگئے ہیں تو، یہ ناممکن ہے بلکہ وہ چھا جائیں گے اور ان کے مخالف شکست و ہزیمت سے دوچار ہوں گے۔

3- مدینہ اور شام کے رستے میں بحیرہ راہب اس انتظار میں بیٹھا تھا کہ فلاں درخت کے نیچے سے اللہ کا آخری پیغمبر ﷺ گزرے گا۔ جب اس نے آپ ﷺ کو دیکھا کہ درخت جھک کر آپ ﷺ پر سایہ فگن ہونے لگا ہے تو اس نے بے دھڑک اعلان کر دیا کہ اس دور کے آخری نبی یہی ہیں۔

4- عاقب اور عبدالمسیح یمن سے آپ کی خبروں کی تحقیق کرنے آئے تھے اور مباہلہ سے ڈر گئے تھے۔

5- دونجاشی بادشاہ نبی ﷺ کے پیروکاروں کی صفات اور آپ ﷺ پر نازل ہونے والا کلام سن کر آپ پر بے اختیار ایمان لائے۔ ان کا کہنا تھا کہ یہ تو وہی نبی ہیں جن کا تذکرہ ہم اپنی کتابوں میں پاتے ہیں۔

6- والیِ مصر مقوقس نے جب مغیرہ بن شعبہ سے آپ ﷺ کے بارے میں معلومات لیں، اس وقت مغیرہ آپ ﷺ سے شدید عداوت رکھتے تھے۔ مقوقس ان سے کہنے لگا: ''محمد (ﷺ) تمام لوگوں کی طرف نبی بنا کر بھیجے گئے ہیں۔ اگر قبطی اور رومی حق بجانب ہوں تو (ضرور) اُن کی اتباع کریں۔ عیسیٰ علیہ السلام نے بھی انھیں محمد (ﷺ) کی پیروی کا حکم دیا ہے۔ یہ جو تم ان کے بارے میں بیان کر رہے تھے، ان سے پہلے انبیاء بھی ایسی ہی خصوصیات کے ساتھ مبعوث ہوئے۔ مستقبل اُسی کا ہے۔ اُس کے ساتھ کوئی جھگڑنے والا باقی نہیں بچے گا۔ جہاں تک اُونٹ اور گھوڑے جاسکتے ہیں اور جہاں سمندر ختم ہوتے ہیں، وہاں تک اُس کا دین غالب آکر رہے گا۔ اُس کے ماننے والے ساحلِ سمندر تک پہنچیں گے۔ عنقریب اُس کی قوم بھی نیزے لے کر اُس کے دفاع کے لیے اُٹھ کھڑی ہوگی۔'' پھر مقوقس نے مغیرہ سے رسول اللہ ﷺ کے حسب نسب، پیروکاروں اور صفات کے بارے میں پوچھا تو فوراً بول اٹھا: عیسیٰ (علیہ السلام) اور دیگر انبیاء (علیہم السلام) بھی اسی طرح اپنی قوم کے اعلیٰ نسب میں مبعوث ہوئے تھے۔ اپنے معاملے پر غور کرلو، کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ وہ اس بارے میں جو تمھارے اور اس کے مابین ہے، سچ بولے گا اور اللہ پر جھوٹ باندھے گا؟ یہودی انتہائی حاسد ہیں۔ انھوں نے اس سے حسد کیا، حالانکہ جس طرح ہم محمد (ﷺ) کی نبوت کو پہچانتے ہیں، یہ لوگ بھی پہچانتے ہیں۔

7- ہرقل نے جب ابوسفیان سے محمد ﷺ کی صفات اور حسب ونسب کے بارے میں پوچھا تو اسی وقت جان گیا کہ آخری نبی مرسل یہی ہیں اور عنقریب میرے تخت پر قابض ہوں گے۔ اس نے برملا کہا کہ اگر میں ان کے پاس ہوتا تو ان کے مبارک قدموں کو دھوتا۔

8- سیف بن ذی یزن نے جب حبشہ پر حملہ کیا تو اس نے عبدالمطلب سے کہا عرب میں ایک نبی آنے والا ہے جو تیری پشت سے ہوگا۔

9- حجاز میں مشرکین کے علاوہ یہود و نصاریٰ بھی آباد تھے۔ وہ بیت المقدس پر بار بار حملوں سے تنگ آکر نبی ﷺ کی ہجرت گاہ میں صرف اس لیے آباد ہوئے تھے تاکہ آپ ﷺ پر ایمان لانے میں سبقت لے جائیں لیکن ان کو یہ معلوم نہ تھا کہ ان کی اولاد اتنی ناخلف ہے کہ وہ نہ صرف ایمان نہیں لائے گی بلکہ ان سے دشمنی بھی باندھ لے گی۔

گویا بہت سے علاقوں میں آپ کا تذکرہ اور چرچا بہت پہلے سے موجود تھا اور یہ فریضہ انھی انبیاء علیہم السلام نے نبھایا جن سے اللہ نے وعدہ لیا تھا۔

10- اللہ تعالیٰ نے جبرئیل علیہ السلام کے ذریعے جب پہلی وحی نازل فرمائی تو سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا ورقہ بن نوفل رضی اللہ عنہ کے پاس تشریف لے گئیں

اور ان سے رسول اللہ ﷺ کے غارِ حراء میں ہونے والے معاملے کا ذکر کیا تو ورقہ بن نوفل نے تفصیلات سن کر کہا: یہ تو وہی ناموس ہے جو موسیٰ کے پاس آتا تھا۔

11- نبی اکرم ﷺ کے دور میں مسلمان ہونے والے یہودی عالم دین عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ سے عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا: کیا آپ سیدنا محمد ﷺ کو اسی طرح پہچانتے ہیں جس طرح اپنے بیٹے کو؟ انھوں نے کہا: ہاں۔ بلکہ اس سے بھی زیادہ۔ آسمان سے ایک امین (جبریل) زمین کے ایک امین حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوا، اس نے آپ ﷺ کی شان بتلائی جس کی وجہ سے میں نے آپ ﷺ کو پہچان لیا، حالانکہ آپ کی والدہ کے بارے میں مجھے کوئی علم نہیں۔

نبی ﷺ نے جب مدینہ منورہ کو اپنے قدوم میمنت لزوم سے سرفراز فرمایا تو بہت سے لوگ آپ کے دیدار کے لیے مدینہ کے کوچہ و بازار میں نکل آئے۔ عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ بھی آپ ﷺ کی زیارت کے لیے بے تاب تھے، وہ بھی نکل پڑے، جونہی ان کی نگاہ آپ ﷺ پر پڑی تو وہ فوراً پہچان گئے اور انھوں نے بے ساختہ گواہی دی: «أَنَّ هٰذَا الْوَجْهَ لَيْسَ بِوَجْهِ كَذَّابٍ» ''یہ چہرہ کسی جھوٹے انسان کا چہرہ نہیں ہوسکتا۔''

12- یہی حال ام المومنین سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا کے والد یہودی سردار حیی اور چچا ابو یاسر کا ہے۔ وہ نبی اکرم ﷺ کی نبوت کی مکمل صفات اچھی طرح جان چکے تھے۔ سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا اسلام لانے کے بعد ان کا ذکر کرتے ہوئے فرماتی ہیں کہ ابو یاسر میرے والد سے پوچھ رہے تھے:

''کیا یہ وہی ہیں؟'' وہ کہنے لگے: ''ہاں، اللہ کی قسم! (یہ وہی ہیں)۔'' چچا نے پوچھا: ''کیا تم اُنھیں (اُن کی علامات سے) پہچانتے اور اُن کی تصدیق کرتے ہو؟'' میرے والد نے کہا: ''بالکل!'' چچا نے پھر پوچھا: ''اُن کے بارے میں تمھارے دل میں کیا ہے؟'' میرے والد نے جواب دیا: ''اللہ کی قسم! جب تک میں زندہ ہوں، میرے دل میں اُن کے لیے دشمنی برقرار رہے گی۔''

13- عطاء بن یسار نے عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے ملاقات کی اور ان سے کہا: یہ بتائیے کہ تورات میں رسول اللہ ﷺ کے کیا اوصاف درج ہیں؟ انھوں نے فرمایا کہ اللہ کی قسم! تورات میں بھی آپ کے وہی اوصاف بیان کیے گئے ہیں جو قرآن مجید میں بتائے گئے ہیں:

﴿يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّ مُبَشِّرًا وَّ نَذِيْرًا﴾ ''اے پیغمبر! بے شک ہم نے آپ کو گواہی دینے والا اور خوشخبری سنانے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے۔''

''اور آپ ان پڑھوں کے لیے محافظ اور میرے بندے اور رسول ہیں۔ میں نے آپ کا نام متوکل رکھا ہے۔ آپ بدخو ہیں، نہ سخت دل ہیں، نہ بازاروں میں شور مچانے والے ہیں، نہ برائی کا بدلہ برائی سے دینے والے ہیں بلکہ معاف فرمانے اور درگزر کرنے والے ہیں۔ ہم اس وقت تک آپ کو اپنے پاس نہیں بلائیں گے جب تک بھٹکی ہوئی کج روملت کو آپ ﷺ کے ذریعے سے سیدھا نہ کر دیں حتی کہ وہ لا الٰہ الا اللہ کہنے لگے۔ ہم آپ ﷺ کے ذریعے سے بند دلوں، بہرے کانوں اور اندھی آنکھوں کو ٹھیک کر دیں گے۔''

عطاء بیان کرتے ہیں کہ اس کے بعد میں کعب احبار سے ملا اور ان سے بھی یہ سوال کیا تو انھوں نے بھی بعینہٖ یہی جواب دیا.....۔

ان کے علاوہ بھی بہت سے ایسے دلائل ملتے ہیں جن سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ انبیائے کرام نے اللہ تبارک وتعالیٰ سے جو وعدہ کیا تھا، وہ انھوں نے بہ تمام وکمال پورا کیا اور اپنی اپنی امتوں کو اللہ وحدہ لاشریک کی الوہیت اور محمد ﷺ کی رسالت سے روشناس کرایا اور ان کے اتباع کی تلقین وتائید فرمائی۔

نبی ﷺ کی شان میں ہرزہ سرائیاں

فی الجملہ رسول اللہ ﷺ عالمِ انسانیت کی سب سے بڑی شخصیت ہیں اور یہ حقیقت اظہر من الشمس ہے کہ محمد ﷺ اللہ کے آخری نبی اور رسول ہیں اور اللہ نے انھیں پوری کائنات کے جن وانس کے لیے رسول منتخب فرما کر ان کی شریعت کو تا قیامت قائم کیا ہے۔ سابقہ انبیاء علیہم السلام کی طرح قرآن نے بھی اعلان کیا ہے:

﴿قُلْ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعًا﴾ ''کہہ دیجیے: اے لوگو! بے شک میں تم سب کی طرف اللہ کا رسول ہوں۔''

تمام انبیاء علیہم السلام نے اپنی ذمہ داری امانت و دیانت کے ساتھ تمام لوگوں کو پہنچا دی ہے۔ جو لوگ اپنے نبی اور رسول کی شریعت کو پس پشت ڈال دیں بلکہ ان کی تعلیمات کے برعکس محمد رسول اللہ ﷺ کی شان میں گستاخی کریں، درحقیقت وہ کسی بھی نبی اور رسول پر ایمان نہیں لاتے اور

تمام انبیاء علیہم السلام کے منکر قرار پاتے ہیں۔

اگر وہ اپنے مذہب پر کار بند ہوتے تو ہرگز ایسا نہ کرتے کیونکہ دوسرے مذاہب کی تعلیم میں یہ بات موجود نہیں کہ کسی مذہب کی مقدس ومحترم ہستیوں کے بارے میں ایسا رویہ اختیار کیا جائے۔

جو انبیاء کو نہیں مانتا بھلا اسے اللہ کی معرفت کیسے ہوسکتی ہے؟ اسی بنا پر عیسائیوں نے اللہ کے ساتھ عیسیٰ علیہ السلام کو شریک بنایا، یہودیوں نے عزیر علیہ السلام کو اللہ کا شریک بنایا، مجوسیوں نے آگ کے شعلوں کو خدا بنا لیا، مظاہر پرستوں نے چاند، سورج اور ستاروں کی پرستش شروع کردی اور بعض نے بتوں کو پوجنا شروع کردیا۔

اتنی مسلم ومنفرد اور اس قدر ممتاز ومعتبر ہستی جس کے لامتناہی احسان و فیضان کے نشان ساری دنیا میں روشن ہیں اُس کے بارے میں نانہجاروں کی آوارہ زبانیں بے قابو ہوتی ہیں تو دل خون کے آنسو روتا ہے۔ یہ لوگ اپنے آپ کو روشن خیال کہتے ہیں اور ''آزادئ اظہار'' پر فخر کرتے ہیں لیکن محسن انسانیت ﷺ کی ذاتِ بابرکات کے حوالے سے ان کی ذہنی اُبکائیاں سامنے آتی ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ یہ گھناؤنے لوگ آدمیت کے عام اور ادنی تقاضوں سے بھی بے خبر ہیں۔

ہم یہاں ملتِ اسلامیہ کی خدمت میں یہ عرض کرنا بھی اپنا فرض سمجھتے ہیں کہ شانِ رسالت کے منافی انتہائی مذموم حرکتوں کے خلاف آپ کا غم وغصہ اور احتجاج یقیناً ایک قابل فہم ردعمل ہے مگر کیا گستاخانِ رسول ﷺ کے طوفانِ شر کا رخ موڑنے کے لیے آپ کا اتنا ہی جواب کافی ہے؟ جی نہیں۔ ہرگز نہیں۔ ہمارا فوری ردعمل یہ ہونا چاہیے:

1- سب سے پہلے مسلمانوں کو محمد رسول اللہ ﷺ کی تعلیماتِ عالیہ کا سچا نمونہ بننا چاہیے۔ اس طرح اللہ تعالیٰ اس شر سے خیر کے پہلو نکالے گا اور اہل باطل آپ کی مسنون زندگی دیکھ کر پیغمبر ﷺ کی سیرت کا مطالعہ کریں گے یوں وہ اسلام سے روشناس ہوں گے اور قبولِ اسلام کا سورج ہر طرف جگمگانے لگے گا۔

2- مسلمانوں کے علاوہ کسی غیر مسلم فرد یا قوت سے تعلق نہ قائم کریں۔ مغربی تہذیب وحی کی منکر اور اللہ کی باغی تہذیب ہے۔ اسے ہمیشہ کے لیے ترک کردیں۔ ہمارا اخلاق وکردار اور تہذیب صرف سنت رسول ﷺ کی نورانیت سے منور ہونی چاہیے۔

تہذیبِ نو کے منہ پہ وہ تھپڑ رسید کر
جو اس حرام زادی کا حلیہ بگاڑ دے!

| غیر مسلموں کو دعوتِ فکر! |

یہ ایک حقیقت ہے کہ نبی کریم ﷺ کے متعلق بشارتیں تمام آسمانی کتابوں میں موجود ہیں۔ اگر کوئی تعصب کی بنا پر ان بشارتوں کو محمد رسول اللہ ﷺ کے حق میں نہ بھی سمجھے تو اس کے سامنے یہ سوال یقیناً ہاتھ پھیلائے کھڑا ہے کہ تمام مذاہب کے پیروکار آخر میں آنے والے جس پیغمبر کے منتظر تھے اگر وہ محمد ﷺ نہیں تو پھر کون ہے؟

تاریخ بتاتی ہے کہ جن کی آنکھیں روشن اور دل بینا تھے اور وہ حقیقی معنوں میں حق کے متلاشی تھے اللہ تعالیٰ نے انھیں ایمان کی سعادت سے سرفراز کر دیا اور جو تعصب، ضد اور ہٹ دھرمی کا شکار رہے وہ اس عظیم دولت و سعادت سے محروم رہے۔ آج کے دور کے یہود و نصاریٰ کو اپنے ضمیر سے یہ ضرور پوچھنا چاہیے کہ وہ اپنے بڑوں میں سے کس کا طریقہ اپنانا چاہتے ہیں۔ ان کے سامنے دونوں نمونے موجود ہیں۔ ایک طرف ورقہ بن نوفل، عبداللہ بن سلام اور شاہِ حبشہ اصحمہ رضی اللہ عنہم ہیں دوسری طرف ابو جہل، ابو لہب، کعب بن اشرف، اخطب، ابو یاسر، خسرو پرویز اور شاہِ روم ہرقل ہے۔ اہل مغرب اگر فی الواقع روشن خیال دانشور ہیں تو انھیں سنجیدگی سے غور کرنا چاہیے کہ وہ اول الذکر خوش نصیبوں کے بجائے شرار بولہبی کی پوجا کیوں کر رہے ہیں؟ نوٹ کر لیجیے کہ جو بد نہاد افراد رسالت مآب ﷺ کی ذاتِ بابرکات کی شان میں بے ادبی کرتے ہیں وہ ابولہب اور ابوجہل کی طرح جہنم کا ایندھن بنیں گے اور دنیا میں بھی رسوا کن زندگی اور موت پائیں گے۔ وہ محمد رسول اللہ ﷺ کی رفعت وعظمت میں رائی برابر بھی کمی نہیں کر پائیں گے۔ کیونکہ آپ کی عظمت و جلالت کا پرچم تو اس کائنات کے خالق و مالک قادر مطلق نے خود ہمیشہ کے لیے بلند کر دیا ہے۔

نبی کی عزت وحرمت پہ مرنا عین ایمان ہے
سر مقتل بھی ان کا ذکر کرنا عین ایماں ہے
جو فتنہ ملتِ بیضا کی بنیادوں سے ٹکرائے
میرے نزدیک اس کا سر کچلنا عین ایماں ہے



محمد انیس الرحمن

توہین آمیز فلم منصوبہ بندی کے تحت بنائی گئی

توہین آمیز فلم کے خلاف مظاہرے تمام عالم اسلام میں پھیل چکے ہیں۔ شمالی افریقہ سے لیکر انڈونیشیا تک احتجاج نے تمام خطے کو اپنی لپیٹ میں لے لیا ہے جبکہ یورپ اور امریکہ میں بھی مسلمانوں نے اپنا زبردست احتجاج ریکارڈ کرایا ہے۔اس سارے معاملے میں دیکھا جائے تو صاف محسوس ہوگا کہ تمام دنیا کے مسلمان اس توہین رسالت کے بدترین اقدام پر جاگ چکے ہیں لیکن مسلمانوں کی نمائندہ عالمی تنظیم او آئی سی تاحال سوئی ہوئی ہے۔ ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ او آئی سی کے پلیٹ فارم سے زبردست احتجاج ریکارڈ کرایا جاتا اور مسلمان ممالک سے مطالبہ کیا جاتا کہ وہ امریکہ کی جانب سے اس توہین آمیز فلم کے بنانے والوں کے خلاف سخت کارروائی کی یقین دہانی تک اپنے اپنے سفیروں کو واپس بلا لیں اور اپنے ممالک سے امریکی سفیروں کو رخصت کریں۔لیکن اس کی بجائے او آئی سی کی جانب سے سکوت طاری ہے جیسے اس کا وجود ہی نہ ہو۔

مغرب کی جانب سے اسلام اور رسول پاک ﷺ کی توہین کا یہ پہلا واقعہ نہیں ہے بلکہ تاریخ اس قسم کے واقعات سے بھری پڑی ہے۔اور تاریخ اس بات سے بھی غافل نہیں کہ جہاں جہاں مسلمانوں کا بس چلا انھوں نے اس مجرمانہ فعل کا منہ توڑ جواب بھی دیا ہے۔جن کی تفاصیل خاصی طویل ہیں۔موجودہ دور میں اسلام اور رسول اللہ ﷺ کی ذات بابرکات کو نشانہ بنانے کے کئی سیاسی مقاصد ہیں جو اسرائیل کی عالمی بالادستی کے لیے کیے جارہے ہیں۔

نائن الیون سے قبل برسوں میں شاذو نادر ہی مسلمانوں کے خلاف ہرزہ سرائی کی کوشش کا کوئی واقعہ سامنے آتا تھا مگر اب واضح طور پر ایسا لگتا ہے کہ خود ایوان اقتدار میں بیٹھی مغربی طاقتیں اسلام کے خلاف سرگرم ہو چکی ہیں۔ بالخصوص یورپ اور امریکہ میں مسلمانوں کی زندگی کو مختلف حیلے بہانوں اور مذہبی پابندیوں کے ذریعے تنگ اور دشوار بنایا جارہا ہے۔

ڈنمارک میں ایک گستاخ رسول کی جانب سے آزادی اظہار کے نام پر بنائے جانے والے توہین آمیز خاکے، ناروے میں مسخ حقائق پر مبنی بنائی جانے والی فلم، فلوریڈا کے ملعون عیسائی پادری ٹیری جونز کی جانب سے قرآن پاک کی بے حرمتی کو ''برننگ قرآن ڈے'' کے نام سے منائے جانے کا اعلان، افغانستان کی بگرام جیل میں امریکی فوجیوں کا قرآن پاک کے اوراق کو ردی میں شامل کرکے کوڑے کے ڈھیر پر پھینکنا، مغرب کے خبث باطن کو ظاہر کرنے کے لیے کافی ہیں۔ اگر یہ تمام واقعات چند افراد کے انفرادی اقدام ہیں تو پھر وہاں کی حکومتیں ایسے افراد کے خلاف سخت ایکشن کیوں نہیں لیتیں؟ الٹا ایسے افراد کی شخصی اور اظہار کی آزادی کے نام پر نہ صرف حمایت کی جاتی ہے بلکہ انھیں مکمل طور پر سکیورٹی اور قانونی امداد فراہم کی جاتی ہے۔

مغرب کی دورنگی تو دیکھیے کہ انسانی حقوق کے نام پر اپنے شہریوں کو اسلام کی تضحیک



کرنے اور مسلمانوں کے جذبات کو مجروح کرنے کی پوری چھوٹ دی جاتی ہے مگر دوسری جانب مسلمانوں کو اپنے مذہبی شعائر پر عمل درآمد کرنے میں بھی پابندیاں لگا دی جاتی ہیں۔ اس وقت مغربی ممالک میں خواتین کا حجاب ایک بہت بڑا مسئلہ بنا دیا گیا ہے۔ وہ ممالک جہاں ننگ وعریانیت پر کسی قسم کی کوئی قدغن نہیں وہاں حجاب پر پابندی لگانا قابل مذمت اقدام ہے۔

گزشتہ دنوں نائن الیون کے موقع پر ریلیز ہونے والی ایک اسلام مخالف اور توہین آمیز فلم نے دنیا بھر کے مسلمانوں کے جذبات کو ایک مرتبہ پھر بری طرح مجروح کیا ہے۔ اس شیطانی فلم کی، جس میں واضح طور پر اسلام اور پیغمبر اسلام ﷺ کی توہین کی گئی ہے، پوری مسلم دنیا میں شدید مذمت کی جارہی ہے بلکہ اب بات مذمت سے بہت آگے نکل چکی ہے، دنیا بھر میں ہونے والے مظاہرے پرتشدد ہوتے چلے جارہے ہیں۔ مصر، سوڈان، یمن، تونس، لیبیا، عراق اور بہت سے مسلم ممالک میں بے قابو ہزاروں مظاہرین نے امریکی سفارت خانوں پر دھاوا بولنے کا سلسلہ شروع کر رکھا ہے۔ مصر کی سب سے بڑی دینی درسگاہ جامعہ الازہر نے اسے مسلمانوں کے جذبات سے کھیلنے اور فرقہ واریت پھیلانے کی سازش قرار دیتے ہوئے فلم پر پابندی کا مطالبہ کیا ہے۔ جامعہ الازہر کا کہنا ہے کہ یہ فلم کینہ پرور اور بیمار ذہنیت کے لوگوں کی اسلام دشمنی اور تعصب کا واضح ثبوت ہے۔ اظہار آزادی کی آڑ میں اسلام اور پیغمبر اسلام ﷺ کی شان میں گھٹیا اور گستاخانہ حرکات کی اجازت نہیں دی جاسکتی۔ اس فلم میں اسلام کو نائن الیون کے واقعات کا موجب اور مسلمانوں کو اس کا ذمہ دار قرار دیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ فلم میں مصر میں برپا ہونے والے انقلاب کو بھی منفی انداز میں پیش کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ یہ فلم رسوائے زمانہ گستاخ رسول امریکی پادری ٹیری جونز کی مدد سے تیار کی گئی ہے اور اسی شخص نے اس فلم کے نشر کرنے کا اعلان کیا تھا، تاہم عالمی دباؤ اور عالم اسلام کی جانب سے حالیہ ردعمل اور مزید مظاہروں کے خوف سے امریکی انتظامیہ نے مکمل فلم ریلیز کرنے کی اجازت نہیں دی ہے، البتہ ابھی فلم کے کچھ شارٹس ہی دکھائے گئے ہیں۔ اس فلم کو کس نے اور کن مقاصد کے تحت بنایا ہے؟ اس حوالے سے بعد میں بات کریں گے لیکن مغربی قوتیں اس قسم کے شرمناک فعل سے کیا مقاصد حاصل کرنا چاہتی ہیں، اس کی جانب پہلے بات کرتے ہیں۔

جو حلقے مشرق وسطی کی حالیہ صورتحال کا بغور جائزہ لے رہے ہیں ان کے نزدیک یہ واقعات اچانک نہیں ہیں۔ مشرق وسطی میں حالیہ انقلابات کے بعد جو بے چینی پیدا ہوئی ہے، عالمی صہیونی قوتیں اسے اسرائیل کی عالمی بالادستی کے لئے استعمال کرنا چاہ رہی ہیں۔ اسرائیل جس انداز میں عالم عرب کے توانائی کے ذخائر پر قابض ہوکر دنیا کو اپنے دجالی عالمی سیادت کے سامنے جھکانا چاہتا ہے، اس کے لیے ضروری ہے پہلے عالم عرب میں اس قسم کا انتشار پیدا کیا جائے جس سے دنیا کو یہ تاثر دیا جاسکے کہ ''انقلابی انتہا پسندوں'' کی حکومت میں آمد کی وجہ سے اسرائیل کے وجود کو خطرات لاحق ہوچکے ہیں، اسی ''خطرے'' کو جواز بنا کر اسرائیل اہم عرب ریاستوں پر ''قبل از وقت'' حملے کے منصوبے بنارہا ہے۔ امریکہ اور عالمی صہیونی صلیبی اتحاد نیٹو اس کی مدد کے لیے ہمہ وقت تیار ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ مسلمانوں کو مشتعل کرنے کے لیے امریکہ کے کاندھے پر بندوق رکھ کر چلائی جارہی ہے۔ اس حوالے سے لیبیا میں موجود امریکی سفیر کی ہلاکت کے بارے میں بھی بعض عرب صحافتی ذرائع نے رائے دی ہے کہ خود امریکی عسکری ماہرین اس بات پر حیران ہیں کہ لیبیا میں موجود امریکی سفیر کو انتہائی جدید حملے اور انتہائی ماہرانہ عسکری صلاحیت کو استعمال کرکے ہلاک کیا گیا ہے اور یہ صلاحیت لیبیا کے باغیوں کے پاس ہرگز نہیں ہے، اس لیے عالم عرب کے اہم صحافتی ذرائع نے اس بات کی جانب بھی روشنی ڈالنا شروع کردی ہے کہ یہ حملہ اسرائیل کی خفیہ فورس کے ذریعے بھی کرایا جاسکتا ہے تاکہ مغرب اور اسلامی دنیا کے درمیان تناؤ کو مزید زیادہ کیا جاسکے۔

اب اس فلم کو کس انداز میں بنایا گیا، اس جانب آتے ہیں۔ اے پی کے مطابق اس فلم کو تیار کرنے میں دوسال کا عرصہ لگا ہے۔ جس پر 50 لاکھ ڈالر کی لاگت آئی ہے، اس کے لیے تمام سرمایہ سو یہودی سرمایہ کاروں نے فراہم کیا

ہے۔ خود اس فلم کا ڈائریکٹر اور پروڈیوسر بھی ایک متنازع اور متعصب شخص ہے جو تاحال روپوش ہے۔ جس فلم کے ڈانڈے صہیونی لابی سے جا کر ملتے ہوں تو ان کے مذموم عزائم اور گھناؤنے مقاصد کا اندازہ لگانا چنداں مشکل نہیں اور جس کی تشہیر میں ٹیری جونز جیسا ملعون شخص شامل ہو تو ان سے سوائے نفرت، تعصب اور پروپیگنڈے کے کیا توقع کی جا سکتی ہے۔ ایک باقاعدہ منصوبے کے تحت اس فلم کو ریلیز کرنے سے قبل تقریباً 13 منٹ کے شارٹس نشر کیے گئے جنھیں عربی زبان میں ڈب کیا گیا تاکہ ان شارٹس کے ذریعے مسلم دنیا کے جذبات کو کھنگالا جا سکے۔ اس متنازعہ فلم کا پروڈیوسر ایک اسرائیلی نژاد امریکی یہودی ہے جو دنیا بھر میں مسلمانوں کے شدید ردعمل آنے کے فوراً بعد ہی سے روپوش ہے۔ العربیہ ڈاٹ کام نے سام باسل نامی اس پروڈیوسر کی تصویر کے حصول کی بہت کوشش کی، تاہم تادم تحریر اس کی تصویر نہیں مل سکی۔ البتہ یہ اطلاعات ملی ہیں کہ باون سالہ سام باسل امریکی ریاست کیلی فورنیا کا رہنے والا ہے اور وہیں پر روپوش ہے۔ یہاں یہ امر قابل ذکر ہے کہ امریکی یہودی سام باسل کا لبنان کے معروف باسل خاندان سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ سام باسل ایک اسرائیلی نژاد یہودی ہے جبکہ لبنان میں باسل خاندان مسیحی برادری سے تعلق رکھتا ہے، موجودہ وزیر برائے پانی و بجلی جبران باسل وزیراعظم نجیب میقاتی کی کابینہ میں شامل ہیں۔ برطانوی ذرائع ابلاغ کے مطابق سام نے اسرائیل سے شائع ہونے والے عبرانی اخبار ہارتز اور امریکی روزنامے وال سٹریٹ جرنل سے ٹیلی فون پر بات چیت بھی کی ہے۔ دونوں اخبارات نے سام باسل کے ٹھکانے کو صیغہ راز میں رکھا ہے، تاہم اس سے ہونے والی بات چیت کے کچھ اقتباسات شائع کیے ہیں۔ تیرہ منٹ کی یہ متنازعہ فلم یوٹیوب پر بھی آ چکی ہے۔ مسلمانوں کا دنیا بھر میں ردِعمل دیکھتے ہوئے یوٹیوب انتظامیہ نے اسے انٹرنیٹ سے ہٹانے کا اعلان کیا ہے جبکہ پاکستان ٹیلی کمیونیکیشن اتھارٹی (پی ٹی اے) نے اسے پہلے ہی بین کر دیا ہے۔ پاکستان نے بھی اس متنازعہ فلم پر اپنا شدید احتجاج ریکارڈ کروایا ہے۔ قومی اسمبلی سے متفقہ طور پر قرارداد منظور کر لی گئی ہے جس میں اس متنازعہ فلم پر فی الفور پابندی عائد کرنے کا مطالبہ کیا گیا ہے اور کہا گیا ہے کہ ناموس رسالت مسلمانوں کے ایمان کا حصہ ہے، کوئی مسلمان اس حوالے سے کوئی گستاخی برداشت نہیں کر سکتا۔ قرارداد کے حق میں تمام پارلیمانی جماعتوں کے نمائندوں نے اظہار خیال کیا اور مطالبہ کیا کہ حکومت امریکی فلم کے خلاف منظور ہونے والی قرارداد کا مسودہ اور ایوان کے جذبات اقوام متحدہ تک پہنچائے اور یہ بھی بتایا جائے کہ اس فلم سے مسلمانوں کے جذبات مجروح ہوئے ہیں۔ اقوام متحدہ فلم کا نوٹس لے۔ ایوان اس فلم کی نمائش کو روکنے کا مطالبہ کرتا ہے۔ ایوان میں موجود تمام جماعتوں کے نمائندوں نے مطالبہ کیا ہے کہ اس فلم کی وجہ سے پاکستانی عوام اور مسلمانان عالم کے مجروح جذبات کو مغربی اقوام اور امریکہ کی حکومت تک پہنچایا جائے۔

ابتدائی طور پر اس فلم کے حوالے سے لیبیا اور مصر میں شدید ردعمل سامنے آیا جو بعد میں پوری مسلم دنیا میں پھیل گیا۔ لیبیا کے شہر بن غازی میں امریکی قونصل خانے پر مسلح افراد نے راکٹوں سے حملہ کر دیا جس کے نتیجے میں سفیر کرسٹوفر سٹیونز سمیت چار امریکی سفارت کار ہلاک اور پانچ زخمی ہو گئے۔ دوسری طرف مصر کے دارالحکومت قاہرہ میں ہزاروں افراد نے امریکی سفارت خانے پر دھاوا بول دیا۔ درجنوں افراد نے سفارت خانے کی دیوار پر چڑھ کر امریکی پرچم نذرِ آتش کر دیا اور اس کی جگہ احتجاج کی علامت سیاہ پرچم لہرا دیا۔ مصری تاریخ کا یہ پہلا موقع ہے کہ سخت سکیورٹی حصار کے باوجود مظاہرین سفارت خانے تک رسائی حاصل کرنے میں کامیاب رہے۔ یہی حال دیگر ممالک میں بھی رہا۔ سوڈان، تونس، عراق، یمن، ایران، بنگلہ دیش اور پاکستان میں مسلمان سراپا احتجاج ہیں۔ درحقیقت اس قسم کے شرمناک واقعات کا اگر جائزہ لیا جائے تو جو بات تاریخی طور پر ثابت ہوگی وہ یہ ہے کہ اسلام کو جس وقت بھی مسخ کر کے پیش کیا گیا وہ اتنا ہی زیادہ ابھرا ہے۔ نائن الیون کے واقعات کے بعد باقاعدہ دجالی مہم کے ذریعے اسلام کو بدنام کرنے کی کوشش کی گئی لیکن زمانہ اس بات کا گواہ ہے کہ امریکہ اور یورپ میں تناسب کے لحاظ سے سب سے زیادہ فروغ اسلام اسی دور میں ہوا ہے۔



مسنون حج

مکمل طریقہ اور احکام و مسائل

(صحیح احادیث کی روشنی میں)

حافظ عثمان یوسف، ریسرچ فیلو دارالسلام

حج اسلام کے پانچ بنیادی ارکان میں سے ایک رکن ہے جو ہر اس عاقل و بالغ مسلمان پر زندگی میں ایک بار فرض ہے جو زادِ راہ رکھتا ہو اور سفرِ حج میں کوئی بھی چیز اُسے مانع نہ ہو، مثلاً: بیماری، پرخطر راستہ، خدشۂ ہلاکت وغیرہ۔

صاحبِ استطاعت ہونے کے باوجود اگر کوئی اس فریضے کی ادائیگی میں غفلت یا کوتاہی کرے گا تو اس کے لیے سخت وعید ہے۔

| فرضیت حج کے دلائل |

اللہ رب العزت نے اپنے بندوں پر اپنے عزت والے گھر کا حج فرض کیا ہے۔ ارشادِ ربانی ہے:

﴿ وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا ﴾ ''لوگوں پر اللہ تعالیٰ کا یہ حق ہے کہ جو اس (کعبہ) تک پہنچنے کی استطاعت رکھتا ہو وہ اس کا حج کرے۔''

(آل عمران 3:97)

نبیِ کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''لوگو! اللہ نے تم پر حج فرض کیا ہے، اس لیے حج کرو۔''

(صحیح مسلم:1337)

سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

''میں نے ارادہ کیا ہے کہ اپنے لوگوں کو مختلف شہروں میں بھیجوں تا کہ وہ اُن لوگوں کی تحقیق کریں جو طاقت ہونے کے باوجود حج نہیں کرتے، اور ان پر جزیہ مقرر کر دیں کیونکہ ایسے لوگ مسلمان نہیں، ایسے لوگ مسلمان نہیں۔'' (التلخیص الحبیر:2/223)

| حج زندگی میں ایک بار فرض |

نبیِ کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''حج ایک مرتبہ فرض ہے اس سے زیادہ ہو تو نفل ہے۔''

(مسند أحمد:1/291)

حج کے لیے حلال کمائی

حج کے لیے پاکیزہ اور حلال کمائی میں سے خرچ کرنا ضروری ہے۔

نبیِ کریم ﷺ کا ارشاد ہے:

''اللہ پاک ہے پاکیزہ چیز ہی کو قبول کرتا ہے۔''

(صحیح مسلم:1014، وجامع الترمذي:2799)

لہٰذا ہر مسلمان پر فرض ہے کہ وہ حلال کمائی سے حج کرے کیونکہ حرام کمائی سے کیا ہوا حج قبول نہیں ہوتا۔

| حج کی فضیلت |

نبیِ کریم ﷺ نے فرمایا: ''حج مبرور کا بدلہ صرف جنت ہے۔'' (صحیح البخاري:1773)

''حج مبرور'' وہ حج ہے جو مسنون طریقے اور شرعی تقاضوں کے عین مطابق ادا کیا گیا ہو اور اس میں کوئی کمی بیشی نہ کی گئی ہو۔

مزید فرمایا: ''جس شخص نے اللہ کے لیے حج کیا (اس دوران میں) اس نے نہ فحش گوئی کی اور نہ کوئی برا کام کیا تو وہ گناہوں سے پاک صاف ہو کر اس طرح لوٹے گا جس طرح اس کی ماں نے اسے جنم



دیا تھا۔" (صحیح البخاري:1521)

لہٰذا عظیم اجر وثواب کا مستحق بننے کے لیے دوران حج میں بیہودہ بات کریں نہ ہاتھ، پاؤں اور دیگر اعضا سے کوئی برائی کریں۔

● **حجِ مبرور کی پہچان:** حج مبرور کی فضیلت آپ نے پڑھی، لیکن اس کی پہچان کیا ہے؟ وہ یہ ہے کہ حج کرنے کے بعد آپ کی زندگی میں انقلاب آجائے، یعنی آپ عقیدہ وعمل اور اخلاق وکردار کے لحاظ سے ایک سچے اور مثالی مسلمان بن جائیں۔ نام کے مسلمان نہ رہیں۔

آیئے! اب ہم مختصراً حج کا طریقہ بیان کرتے ہیں:

| میقات |

حج کے لیے احرام باندھنے (نیت کرنے) کے مقام اور وقت کو "میقات" کہا جاتا ہے۔ مختلف جہتوں کے اعتبار سے احرام باندھنے کے مقامات یعنی مواقیت بھی مختلف ہیں۔

① **یَلَمْلَمْ:** پاکستان، بنگلہ دیش، انڈیا اور ان سے ملحقہ علاقوں سے آنے والے عازمینِ حج کے لیے میقات یلملم ہے۔ اس کا موجودہ نام "السعدیۃ" ہے جو مکہ مکرمہ سے 92 کلومیٹر دور ہے۔ جب جہاز اس کے محاذات سے گزرتا ہے تو اعلان کر دیا جاتا ہے۔

② **ذُوالحُلیفہ:** مدینہ منورہ اور اس سے ملحقہ علاقوں کے لوگوں کے لیے میقات "ذوالحلیفہ" ہے جسے "بئر علی" بھی کہا جاتا ہے۔

③ **جُحْفَہ:** شام اور مصر وغیرہ کے لوگوں کے لیے میقات "جُحفہ" ہے۔

④ **ذَاتُ العِرق:** عراق والوں کا میقات "ذات العِرق" ہے۔

⑤ **قَرْنُ المنازِل:** اہل نجد کے لیے میقات "قرنُ المنازِل" ہے۔

تنبیہ: حجاج کرام کے لیے میقات سے بلا احرام گزرنا درست نہیں اگر کوئی بھول کر گزر گیا اور واپس آنا بھی ناممکن ہو تو اسے فدیہ (بکرا) دینا ہوگا۔

| حج کے اَرکان |

① احرام باندھنا۔ ② میدانِ عرفات میں ٹھہرنا۔ ③ طواف اِفاضہ (زیارت) کرنا۔ ④ صفا اور مروہ کی سعی کرنا۔

(صحیح مسلم:1211، 1218)

نوٹ: حج کے ارکان میں سے اگر کوئی رکن بھول کر بھی چھوٹ جائے تو حج باطل ہو جائے گا اور آئندہ سال دوبارہ کرنا ہوگا۔

| حج کے واجبات |

① میقات سے نیت کرنا: "حج تمتع" کرنے والے ﴿ اَللّٰھُمَّ لَبَّیْکَ عُمْرَۃً ﴾ کہیں، پھر آٹھ ذوالحجہ کو دوبارہ مکہ میں اپنی منزل سے احرام باندھ کر ﴿ اَللّٰھُمَّ لَبَّیْکَ حَجًّا ﴾ کہیں، "حج افراد" کرنے والے ﴿ اَللّٰھُمَّ لَبَّیْکَ حَجًّا ﴾ کہیں اور "حج قران" کرنے





والے ﴿ اَللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ عُمْرَةً وَّ حَجًّا ﴾ کہیں گے۔ ② غروبِ آفتاب تک عرفات میں ٹھہرنا۔ ③ قربانی کی رات مزدلفہ میں گزارنا۔ ④ دس ذوالحجہ کو صرف بڑے جمرہ کو اور گیارہ، بارہ ذوالحجہ کو بالترتیب تینوں جمرات کو" اَللّٰهُ اَكْبَرُ " کہہ کر سات سات کنکریاں مارنا۔ ⑤ گیارہ اور بارہ ذوالحجہ کی رات منیٰ میں گزارنا۔ ⑥ سارے سر کے بال چھوٹے کروانا یا منڈوانا، البتہ منڈوانا افضل ہے۔ ⑦ طوافِ وداع کرنا۔ (صحیح مسلم:1218)

نوٹ: اگر کوئی واجب چھوٹ گیا تو اس پر دم (بکرا) دینا واجب ہوگا جو حدودِ حرم میں ذبح کر کے فقرائے مکہ میں تقسیم کیا جائے گا۔ حجاج خود اُس سے کچھ نہیں کھا سکتے۔ (موطا إمام مالک بتعلیق ضوء السالک، ص:234)

نیت اور احرام باندھنے کا طریقہ

● اِحرام باندھنے سے پہلے غسل کرنا اور خوشبو لگانا مستحب ہے۔

● مرد احرام کے لیے دو سفید چادریں، جو کہ جسمانی ڈھانچے کے مطابق بنی (سلی) ہوئی نہ ہوں، استعمال کریں جبکہ عورتوں کے احرام کے لیے کوئی لباس مخصوص نہیں ہے۔

● میقات سے نیت کریں اور تلبیہ کہیں:

﴿ لَبَّيْكَ اللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ، لَبَّيْكَ لَا شَرِيْكَ لَكَ لَبَّيْكَ، اِنَّ الْحَمْدَ، وَالنِّعْمَةَ لَكَ وَالْمُلْكَ لَا شَرِيْكَ لَكَ ﴾

"میں حاضر ہوں، اے اللہ! میں حاضر ہوں، میں حاضر ہوں تیرا کوئی شریک نہیں، میں حاضر ہوں، بے شک سب تعریفیں تیرے ہی لائق ہیں، ساری نعمتیں تیری ہی عطا کی ہوئی ہیں اور بادشاہی تیرے ہی لیے ہے، تیرا کوئی شریک نہیں۔" (صحیح البخاري:1549)

● اگر کوئی شخص کسی کی طرف سے حج کر رہا ہو تو وہ نیت ﴿ اَللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ حَجًّا ﴾ کہتے ہوئے اس کا نام بھی ذکر کرے، بشرطیکہ حج بدل کرنے والا پہلے خود اپنا حج کر چکا ہو۔ (صحیح البخاري:1513، وسنن أبي داود:1810)

نوٹ: اگر مکہ مکرمہ تک پہنچنے میں کسی قسم کی رکاوٹ کا خدشہ ہو تو نیت کرتے وقت یہ الفاظ بھی کہیں:

﴿ اَللّٰهُمَّ مَحِلِّي حَيْثُ حَبَسْتَنِي ﴾

"اے اللہ! میرے حلال ہونے کی جگہ وہی ہے جہاں تو مجھے روک دے گا۔"
(صحیح البخاري:5089)

پھر اگر آپ مکہ نہ پہنچ سکے تو بغیر دم دیے حلال ہو جائیں گے، یعنی احرام کھول سکتے ہیں۔ (صحیح البخاري:5089، وصحیح مسلم:1207)

حالتِ احرام میں ممنوع کام اور ان کا کفارہ

① جسم کے کسی حصے سے بال اُکھاڑنا، کاٹنا یا مونڈھنا۔ ② ناخن تراشنا۔ ③ خوشبو لگانا۔ ④ مرد کا سر کو ڈھانپنا۔ ⑤ مرد کا جسمانی ڈھانچے کے مطابق سلے کپڑے پہننا، (جیسے شلوار قمیص، بنیان، کوٹ، سویٹر، پتلون، پاجامہ وغیرہ) جبکہ عورت کا دستانے اور نقاب پہننا (بشرطیکہ مردوں کا سامنا نہ ہو۔) (صحیح البخاري:1542، وقبل الحدیث:1545، وسنن أبي داود:1833)

اگر مذکورہ پانچ ممنوع کاموں میں سے کوئی کام غلطی سے یا بھول کر ہو جائے تو اس پر کوئی کفارہ نہیں مگر جو جان بوجھ کر ان میں سے کسی کا ارتکاب کرے تو اس پر یہ کفارہ ہے:

تین روزے رکھنا یا چھ مسکینوں کو ایک وقت کا کھانا کھلانا یا قربانی کرنا۔ (البقرۃ2:196)

⑥ جنگلی یا میدانی جانور کا شکار کرنا یا شکار کرنے میں کسی کی مدد کرنا۔ اس کا کفارہ اسی جانور کی مثل صدقہ کرنا ہے۔ (المآئدۃ5:95)

⑦ منگنی کرنا یا کروانا، نکاح کرنا یا کروانا، اس کا کفارہ صرف توبہ واستغفار ہے۔ (السنن الصغری 2/160:1224)

⑧ بیوی سے بوس وکنار کرنا، اگر انزال نہ ہو تو اس پر توبہ واستغفار ہے اور اگر انزال ہو جائے تو اس کا کفارہ ایک گائے یا اونٹ ذبح کر کے فقرائے مکہ میں تقسیم کرنا ہے۔

⑨ بیوی سے ہم بستری کرنا، اگر یہ ہم بستری دس تاریخ کو جمرۂ کبریٰ کو کنکریاں مارنے سے پہلے کی تو اس کا حج باطل ہو جائے گا مگر حج کے بقیہ کام پورے کرے گا اور اگلے سال دوبارہ حج کرے گا اور ایک اونٹ یا گائے حرم کی حدود میں ذبح کر کے فقرائے مکہ میں تقسیم کرے گا۔ اور اگر ہم بستری دس تاریخ کو جمرۂ کبریٰ کو کنکریاں مارنے کے بعد کی تو اس کا حج تو صحیح ہوگا لیکن اس کو دم دینا ہوگا۔ (مؤطا امام مالک بتعلیق ضوء السالک، ص:234)

نوٹ: اگر عورت کو حالتِ احرام میں حیض یا نفاس وغیرہ کا خون آ جائے تو وہ بیت اللہ کے طواف کے علاوہ حج کے بقیہ تمام ارکان و واجبات ادا کرے گی۔ (صحیح البخاري: 1650، وصحیح مسلم:1211)

نوٹ: چونکہ صفا اور مروہ مسجد حرام کی حدود میں



آچکی ہیں اس لیے ان کی سعی بھی بعد میں کرے گی۔

8 ذوالحجہ سے پہلے کرنے والے کام

''حج مفرد'' کرنے والے کے کام

①احرام باندھنا اور میقات سے ﴿ اَللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ حَجًّا ﴾ ''اے اللہ میں تیری بارگاہ میں حج کے لیے حاضر ہوں۔'' کہنا۔ اہل مکہ حج کے لیے میقات کے بجائے اپنی رہائش گاہ ہی سے احرام باندھیں گے، خواہ ان کی رہائش مستقل ہو یا عارضی، البتہ عمرے کے لیے انھیں حدودِ حرم سے نکل کر احرام باندھنا ہوگا۔

(صحيح البخاري:1524)

② مکہ پہنچ کر طواف قدوم کرنا (یعنی بیت اللہ کے گرد سات چکر لگانا۔)

(صحيح البخاري:1641)

نوٹ: مرد طواف قدوم (پہلے طواف) میں اضطباع (دایاں کندھا ننگا) اور پہلے تین چکروں میں (اچھل اچھل کر چھوٹے قدموں کے ساتھ) رمل بھی کریں گے۔ (سنن أبي داود: 1889، وصحيح البخاري:1604)

③ صفا اور مروہ کی ''سعی'' کرنا۔ اگر ''حج مفرد'' کرنے والوں نے ''طواف قدوم'' کے وقت سعی نہ کی ہو یا پھر وہ اپنے گھر سے سیدھے منیٰ چلے گئے ہوں تو انھیں ''طوافِ زیارت'' کے بعد سعی کرنا ہوگی۔

④ قربانی کے دن تک وہ حالتِ احرام ہی میں رہیں گے۔

''حج قران'' کرنے والے کے کام

①احرام باندھنا اور قربانی ساتھ لے کر یا قربانی کا کوپن لے کر میقات سے ﴿اَللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ عُمْرَةً وَ حَجًّا﴾ کہہ کر نیت کرنا۔ ② مکہ پہنچ کر ''طوافِ قدوم'' کرنا۔ ③ صفا اور مروہ کی سعی کرنا، اگر اس دن سعی نہ کر سکیں تو اسے طواف زیارت کے بعد بھی کیا جا سکتا ہے۔ ④ قربانی کے دن تک احرام ہی میں رہیں اور احرام کے ممنوع کاموں سے بچیں۔

''حج تمتع'' کرنے والے کے کام

①احرام باندھنا اور میقات سے ﴿ اَللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ عُمْرَةً ﴾ کہنا۔ ②طواف قدوم کرنا۔ (یہی طوافِ عمرہ بھی ہے۔) ③ صفا اور مروہ کی سعی کرنا۔ ④ سارے سر کے بال چھوٹے کروانا یا منڈوانا۔ ⑤ احرام کھولنا۔

طواف اور سعی کے مسائل

● بیت اللہ کا طواف حجر اسود کو بوسہ دے کر اور ﴿بِسْمِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ﴾ کہہ کر شروع کریں۔ (مسند أحمد: 14/2) اگر رش کی وجہ سے بوسہ دینا ممکن نہ ہو تو ہاتھ لگا لیں اور اسے بوسہ دیں۔ (صحيح البخاري:1611، وصحيح مسلم:1275) یا دور ہی سے ہاتھ اٹھا کر اشارہ کر لیں، (پھر ہاتھ چومنے کی ضرورت نہیں۔)

(صحيح البخاري:1612)

● طواف کرتے وقت ہر چکر میں ''رکن یمانی'' اور حجر اسود کے درمیان یہ دعا پڑھیں:

﴿ رَبَّنَآ اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّ فِي الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ ﴾

''اے ہمارے رب! ہمیں دنیا میں اچھائی عطا فرما اور آخرت میں بھی اچھائی عطا فرما اور ہمیں آگ کے عذاب سے بچا۔''

(سنن أبي داود:1892-1888)

● طواف کے دوران میں رکن یمانی کو ہاتھ لگانا سنت ہے۔ (سنن أبي داود: 1876) ہجوم کے باعث ہاتھ لگانا ممکن نہ ہو تو اس کی طرف اشارہ کرنا درست نہیں۔

(مناسک الحج والعمرة للألباني، ص:20)

● طواف کے ہر چکر کی کوئی دعا مخصوص نہیں، آپ اس دوران میں جو چاہیں اپنے الفاظ میں دعائیں کر سکتے ہیں۔

● طواف کے سات چکر مکمل کر کے مقام ابراہیم پر دو رکعت ادا کریں۔ اگر رش کی وجہ سے جگہ میسر نہ ہو تو پھر جہاں جگہ ملے وہیں ادا کر لیں۔ پہلی رکعت میں ﴿ قُلْ يٰٓاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ ﴾ اور دوسری رکعت میں ﴿ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ﴾ پڑھیں۔ (صحيح مسلم:1218)

● پھر خوب زمزم پئیں اور سر میں بھی ڈالیں۔

(مسند أحمد:394/3)

● صفا پہاڑی پر چڑھتے ہوئے یہ دعا پڑھیں:

((اِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَآئِرِ اللّٰهِ)) ''بے شک صفا اور مروہ (پہاڑیاں) اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ہیں۔'' (البقرة 2:158)

اس کے بعد یہ الفاظ کہیں:

﴿ اَبْدَأُ بِمَا بَدَأَ اللّٰهُ بِهٖ ﴾

''میں (سعی کی) ابتدا اسی (پہاڑی) سے کرتا ہوں جس (کے ذکر) سے اللہ تعالیٰ نے (قرآنِ مجید میں) ابتدا کی ہے۔'' (صحيح مسلم:1218)

پھر قبلہ رخ ہو کر تین مرتبہ ''اَللّٰهُ اَكْبَرُ'' کہیں اور تین بار یہ دعا پڑھیں:

﴿ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ، لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ



اَنْجَزَ وَعْدَہ، وَنَصَرَ عَبْدَہ، وَھَزَمَ الْاَحْزَابَ وَحْدَہ﴾

''اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں۔ وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں۔ ساری بادشاہی اور تعریفیں اسی کے لیے ہیں اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ اللہ کے سوا کوئی معبود حقیقی نہیں، وہ اکیلا ہے، اس نے اپنا وعدہ پورا کیا، اپنے بندے کی مدد کی اور اس اکیلے نے کئی لشکروں کو شکست دی۔''

(صحیح مسلم:1218)

اور ہاتھ اٹھا کر جو دل چاہے دعا کریں، پھر اسی طرح مروہ پر بھی کریں۔ (صحیح مسلم:1218)

● مروہ پہنچنے پر ایک چکر شمار ہوگا۔ اس طرح آپ کل سات چکر لگائیں گے۔ یعنی صفا سے شروع ہو گا اور ساتواں چکر مروہ پر مکمل ہو جائے گا۔

نوٹ: دورانِ سعی مردوں کے لیے دو سبز نشانوں کے درمیان دوڑنا مستحب ہے۔

(صحیح مسلم:1218)

آٹھ ذوالحجہ کا دن

① منیٰ کی طرف جانا۔ حج تمتع کرنے والے آٹھ تاریخ کو اپنی رہائش گاہ ہی سے احرام باندھیں اور ﴿اَللّٰھُمَّ لَبَّیْکَ حَجًّا﴾ کہیں۔

② منیٰ میں ظہر، عصر، مغرب، عشا اور صبح کی نماز بغیر جمع کیے اپنے اپنے وقت میں قصر، یعنی دو دو رکعت ادا کریں جبکہ مغرب کی تین رکعتیں ہی پڑھیں۔ (صحیح مسلم :1218، 696) منیٰ میں پوری نمازیں پڑھنا خلاف سنت ہے۔

نو ذوالحجہ (عرفات) کا دن

سورج طلوع ہو جانے کے بعد تلبیہ، تکبیر ''اَللّٰہُ اَکْبَرُ'' اور تہلیل ''لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ'' کہتے ہوئے عرفات کی طرف جائیں۔ (صحیح مسلم:1284-1285) وہاں ظہر کے وقت میں ایک اذان اور دو الگ الگ تکبیروں کے ساتھ ظہر اور عصر کی نماز جمع کر کے قصر (دو دو رکعت) ادا کریں، پھر سورج غروب ہونے تک اللہ کے ذکر، قرآن مجید کی تلاوت اور دعائیں کرنے میں مشغول رہیں۔

نوٹ: میدان عرفات میں قبلہ رخ ہو کر ہاتھ اٹھا کر دعائیں کرنی چاہییں۔ (سنن النسائي :3014) جبل رحمت کی طرف منہ کر کے دعائیں مانگنا درست نہیں۔

تنبیہ: حاجی کے لیے نو ذوالحجہ (یومِ عرفات) کا روزہ رکھنا جائز نہیں ہے۔

''وادی عرنہ'' میدانِ عرفات کی حدود میں داخل نہیں، لہٰذا وہاں ظہر اور عصر کی نماز کے بعد ٹھہرنا صحیح نہیں۔ اسی طرح جبلِ رحمت پر چڑھنا بھی مستحب نہیں۔

● یوم عرفہ اور میدان عرفات قبولیت دعا کا بہترین دن اور بہترین جگہ ہے، اس دن یہ دعا پڑھنا آپ ﷺ اور سابقہ انبیاء علیہم السلام کی سنت ہے:

﴿لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہ لَا شَرِیْکَ لَہ، لَہُ الْمُلْکُ وَلَہُ الْحَمْدُ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ﴾

''اللہ اکیلے کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ اس کا کوئی شریک نہیں، اسی کی سلطنت اور اسی کی تعریف ہے اور وہ ہر چیز پر خوب قادر ہے۔''

(جامع الترمذي:3538)

مسئلہ: لیٹ ہو جانے والے حجاج کرام اگر دس تاریخ کو طلوعِ فجر سے پہلے میدان عرفات میں پہنچ جائیں تو ان کا رکن بھی ادا ہو جائے گا۔

(سنن النسائي :3019)

مزدلفہ میں رات گزارنا

غروب آفتاب کے بعد نماز مغرب ادا کیے بغیر عرفات سے مزدلفہ کی جانب روانہ ہوں۔ وہاں پہنچ کر ایک اذان اور دو الگ الگ تکبیروں کے ساتھ مغرب اور عشا کی نماز جمع کر کے قصر (یعنی مغرب کی تین رکعتیں، عشا کی دو رکعتیں) ادا کریں۔ (صحیح مسلم:1218)

مسائل: مزدلفہ میں رات آرام کرتے ہوئے گزاریں۔ وہاں فجر کی نماز ادا کریں اور فجر کے بعد کثرت سے اللہ تعالیٰ کا ذکر اور دعا کریں حتی کہ خوب سفیدی ہو جائے اور سورج طلوع ہونے سے پہلے منیٰ کی طرف نکل جائیں۔

یاد رہے کہ مشعر حرام کے پاس ٹھہرنا اور دعا کرنا مستحب ہے۔ (صحیح مسلم:1218)

● عورتوں، بچوں، کمزور اور معذور حضرات کے لیے چاند کے غروب ہو جانے کے بعد مزدلفہ سے منیٰ کو جانا جائز ہے۔

(صحیح البخاري:1679 و صحیح مسلم:1290)

● جمرات کو مارنے کے لیے کنکریاں منیٰ سے لینا مسنون ہے۔ (سنن النسائي :3060، و سنن ابن ماجه: 3029) اگر کوئی شخص مزدلفہ سے کنکریاں لیتا ہے تو بھی کوئی حرج نہیں، البتہ جمرات کو ماری ہوئی کنکریاں نہیں لینی چاہییں، نیز کنکریوں کو دھونا بدعت ہے۔

● کنکریوں کا حجم چنے کے دانے کے برابر یا اس سے کچھ بڑا ہو۔ (صحیح مسلم:1299)



دس ذوالحجہ کا دن

سورج طلوع ہونے سے پہلے منیٰ کی طرف تلبیہ پکارتے ہوئے روانہ ہوں۔ وہاں پہنچ کر یہ چار کام کریں:

① بڑے جمرے کو ایک ایک کر کے سات کنکریاں اَللّٰہُ اَکْبَرُ کہہ کر ماریں اور اس کے بعد تلبیہ کہنا بند کر دیں۔ (صحیح البخاري :1686-1687، وجامع الترمذي:918)

② قربانی کریں۔ ③ سارے سر کے بال چھوٹے کروائیں یا منڈوائیں اور یہی افضل ہے۔ (صحیح البخاري:1729، وصحیح مسلم: 1218) عورتیں کچھ بال کاٹ لیں۔ ان کے لیے سر منڈوانا جائز نہیں۔ (سنن أبي داود:1985)

④ ''طواف زیارت'' کریں۔ اس کو مجبوری کے تحت ''طواف وداع'' تک مؤخر کرنا بھی جائز ہے۔ اگر طوافِ وداع کے ساتھ طوافِ زیارت کی بھی نیت کر لیں تو دونوں ادا ہو جائیں گے۔

(مناسک الحج والعمرۃ للألباني، ص:32، 36)

مسئلہ: حج تمتع کرنے والے طواف زیارت کے بعد سعی کریں گے۔ حج مفرد اور حج قران کرنے والوں نے اگر طواف قدوم کے ساتھ سعی نہیں کی تو وہ بھی طواف زیارت کے ساتھ سعی کریں۔

مسئلہ: حج قران اور حج تمتع کرنے والے قربانی کریں۔

مسئلہ: مکہ کے رہائشی پر قربانی نہیں ہے۔

مسئلہ: دس تاریخ کو کرنے والے چار کاموں میں سے کوئی سے بھی دو کام کر کے آپ احرام کھول سکتے ہیں، یعنی جمرہ کبریٰ کو کنکریاں مار لینے اور بال منڈوا لینے کے بعد آپ پر احرام کی پابندیاں ختم ہو جاتی ہیں۔ صرف بیوی سے ہم بستری منع ہے، البتہ طوافِ زیارت اور سعی کر لینے کے بعد بیوی سے ہم بستری کرنا بھی جائز ہے۔ (سنن أبي داود:1999)

مسئلہ: اگر ''طواف زیارت'' 10 تاریخ کو مغرب سے قبل نہ کر سکیں تو بعد میں دوبارہ حالت احرام میں آنا ہوگا اور طواف کرنے تک اسی حالت میں رہنا ہوگا۔ (سنن أبي داود:1999، و مجمع الزوائد:3/260-261)

نوٹ: دس تاریخ کے چار کاموں کی مذکورہ ترتیب مستحب ہے لیکن حج کی صحت کے لیے ضروری نہیں اور نہ ہی ترتیب کے آگے پیچھے ہونے سے دم واجب ہوتا ہے۔

(صحیح البخاري:1722)

گیارہ ذوالحجہ کا دن

① گیارہ ذوالحجہ کی رات منیٰ میں گزارنا واجب ہے لیکن چرواہوں کے لیے اور حجاج کو پانی پلانے والوں کے لیے رخصت ہے۔

(صحیح البخاري:1745)

② زوال کے بعد تینوں جمرات کو بالترتیب '' اَللّٰہُ اَکْبَرُ '' کہہ کر سات سات کنکریاں ماریں۔ (صحیح البخاري:1746، 1750)

مسئلہ: پہلے دونوں جمروں کو کنکریاں مارنے کے بعد بائیں جانب قبلہ رخ کھڑے ہو کر دعا کرنا مستحب ہے لیکن تیسرے جمرے کو کنکریاں مار لینے کے بعد وہاں نہ رکیں اور نہ دعا کریں۔ (صحیح البخاري:1753)

مسئلہ: تینوں جمروں کو اس طرح رمی کریں کہ مکہ بائیں اور منیٰ دائیں جانب ہو۔ (صحیح البخاري:1748) اگر یہ مشکل ہو تو پھر کسی بھی طرف سے رمی کی جا سکتی ہے۔

بارہ ذوالحجہ کا دن

① بارہ ذوالحجہ کی رات بھی منیٰ میں گزارنا واجب ہے۔ (سنن أبي داود:1973)

② گیارہ تاریخ کی طرح تینوں جمرات کو کنکریاں ماریں۔ اب اگر کوئی مکہ جانا چاہے تو وہ غروبِ آفتاب سے پہلے منیٰ کی حدود سے نکل جائے اور جب اپنے ملک کو واپس جانا چاہے تو طوافِ وداع کر لے، البتہ تیرہ تاریخ کی کنکریاں مارنا افضل ہے۔ (البقرۃ 2:203، وسنن الکبریٰ للبیہقي:5/152)

تیرہ ذوالحجہ کا دن

بالکل گیارہ اور بارہ ذوالحجہ کی طرح تیرہ ذوالحجہ کو بھی تینوں جمرات کو کنکریاں ماریں۔

- منیٰ کے دنوں میں بکثرت اللہ کا ذکر کریں۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''ایام تشریق کھانے، پینے اور اللہ کا ذکر کرنے کے دن ہیں۔''

(صحیح مسلم:1141)

- ایام تشریق کے تینوں دن منیٰ میں گزارنا مسنون ہے۔ (سنن أبي داود:1973)
- مکہ مکرمہ کو چھوڑتے وقت ''طوافِ وداع'' کرنا واجب ہے اور اس کے چھوڑنے پر دم واجب ہو جاتا ہے۔ (صحیح مسلم:1327)

نوٹ: حیض اور نفاس والی عورتیں ''طواف وداع'' کیے بغیر اپنے علاقوں کو روانہ ہو سکتی ہیں، بشرطیکہ وہ طواف زیارت کر چکی ہوں۔

(صحیح البخاري:1755-1757)



مدینہ طیبہ کا مبارک سفر

حج جیسی عظیم سعادت حاصل کر لینے کے بعد مدینہ طیبہ کی زیارت ہر ایک کی دلی خواہش ہوتی ہے کیونکہ یہ اللہ کے حبیب ﷺ کا شہر ہے، لہٰذا جب آپ مدینہ طیبہ کی طرف سفر کرنا چاہیں تو مسجد نبوی کی زیارت کی نیت کریں کیونکہ مسجد نبوی کی زیارت مسنون ہے۔ اور یہ مسجد ان تین مقامات میں سے ایک ہے جن کی اجر وثواب کے ارادے سے زیارت کرنا صحیح احادیث سے ثابت ہے، اس لیے عظیم اجر وثواب کی خاطر مسجد نبوی کی زیارت کے لیے جانا چاہیے لیکن یہ زیارت اعمالِ حج میں سے نہیں۔

(صحيح البخاري:1189)

مدینہ طیبہ کی مشروع زیارتیں

① قبر نبوی کی زیارت: جب آپ مسجد نبوی میں داخل ہوں تو تحیۃ المسجد کی دو رکعتیں ادا کریں، البتہ ریاض الجنۃ میں دو رکعت نفل پڑھنا افضل ہیں۔ اس جگہ کو آپ ﷺ نے باغاتِ بہشت میں سے ایک باغ قرار دیا ہے۔

(صحيح البخاري:1195)

② قبرِ رسول کی زیارت: یہ ایک مستحب عمل ہے۔ نبیِ کریم ﷺ کی قبر مبارک کے پاس جائیں، انتہائی اَدب و احترام کے ساتھ دھیمی آواز میں سلام کہیں اور درود پڑھیں، پھر سیدنا ابوبکر صدیق اور سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہما کو بھی سلام کہیں۔

(السنن الكبرى للبيهقي:5/245:10570)

③ بقیع الغرقد (جنت البقیع) کی زیارت: یہ مدینہ کا قبرستان ہے جہاں سیکڑوں صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم ائمۂ حدیث اور صلحائے امت رحمہم اللہ مدفون ہیں، لہٰذا وہاں جا کر سب کے لیے استغفار اور بلندیٔ درجات کی دعا کریں۔

• قبرستان میں داخل ہوتے وقت یہ دعا پڑھیں:

﴿اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ اَهْلَ الدِّيَارِ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُسْلِمِينَ وَيَرْحَمُ اللّٰهُ الْمُسْتَقْدِمِينَ مِنَّا وَ الْمُسْتَاخِرِينَ وَاِنَّا اِنْ شَاءَ اللّٰهُ بِكُمْ لَلَاحِقُونَ، اَسْاَلُ اللّٰهَ لَنَا وَلَكُمُ الْعَافِيَةَ﴾

''اے مومنو اور مسلمانوں کے گھر والو! تم پر سلامتی ہو! ہم میں سے جو پہلے گزر چکے ہیں اور جو پیچھے رہنے والے ہیں اللہ ان پر رحم فرمائے۔ اللہ نے چاہا تو بے شک ہم بھی تم سے ملنے والے ہیں۔ میں اللہ سے اپنے لیے اور تمھارے لیے عافیت مانگتا ہوں۔'' (صحيح مسلم:974-975)

④ شہدائے اُحد کی زیارت: شہدائے اُحد کی قبروں کے پاس جا کر ان کے درجات کی بلندی کے لیے دعا کریں۔ یہاں بھی بقیع الغرقد (قبرستان) والی دعا پڑھیں۔

⑤ مسجد قبا کی زیارت: باوضو ہو کر مسجد قبا جائیں اور وہاں دو نفل ادا کریں جس کا ثواب ایک عمرے کے برابر ہے۔ (سنن النسائي:700) نبیِ کریم ﷺ کبھی پیدل اور کبھی سوار ہو کر ہر ہفتے کے دن مسجد قبا کی زیارت کے لیے جایا کرتے تھے۔ (صحيح البخاري:1193)

نوٹ: مدینہ منورہ کے یہ وہ مقامات ہیں جن کی زیارت مسنون ہے۔ باقی مقامات کی زیارت کرنے کی کوئی شرعی دلیل نہیں ہے۔

اہم بات: یہ بات ہمیشہ ذہن نشین رہے کہ کوئی بھی عبادت اس وقت تک قبول نہیں ہوتی جب تک اس میں ان دو شرطوں کا لحاظ نہ رکھا جائے: ① اخلاص ② اتباع رسول۔ یعنی ہر عبادت صرف حصولِ رضائے الٰہی کے لیے ہو، اس میں کسی قسم کا دکھاوا نہ ہو اور یہ عبادت نبیِ کریم ﷺ کی سنت کے مطابق ہو..... اگر ان دو شرطوں میں سے ایک شرط بھی فوت ہو گئی تو عبادت رائیگاں جائے گی، لہٰذا ہمیں حج اور دیگر عبادات میں ان شرطوں کا خاص خیال رکھنا چاہیے۔

ایک مسئلے کی وضاحت: مسجد نبوی میں چالیس نمازیں لازمی اور ضروری سمجھ کر ادا کرنا کسی بھی صحیح حدیث سے ثابت نہیں ہے اور نہ ان نمازوں کا حج یا عمرے سے کوئی تعلق ہی ہے۔ اس بارے میں پیش کی جانے والی حدیث ضعیف ہے۔ تفصیل کے لیے دیکھیے: (سلسلة الأحاديث الضعيفة والموضوعة للألباني: 364) بلکہ ایک صحیح حدیث جس میں کسی جگہ، علاقہ یا مسجد کی کوئی تخصیص نہیں ہے اور اس میں چالیس نمازوں کے بجائے چالیس دن کی نمازوں کا ذکر ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''جس نے چالیس دن تمام نمازیں با جماعت تکبیر اولیٰ کے ساتھ ادا کیں اس کے لیے دو چیزوں سے براءت لکھ دی جاتی ہے: ① جہنم کی آگ سے اور ② نفاق سے۔'' (جامع الترمذي:241) تفصیل کے لیے دیکھیے:

(سلسلة الأحاديث الصحيحة للألباني:2652)

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمارے حج اور تمام نیک اعمال قبول فرمائے، آمین!



ہماری دعائیں بے اثر کیوں؟

حافظ عبدالوحید سوہدروی

الحمد لله والصلوٰة والسلام على رسول الله.

دعا کی اہمیت ہم مسلمانوں پر واضح ہے۔ جبکہ اہل کتاب بھی اس کے قائل ہیں۔ انفرادی طور پر بھی ہم دعا کرتے ہیں اور اجتماعی دعا بھی کی جاتی ہے مگر ہماری دعاؤں کا اثر ظاہر نہیں ہوتا۔ ہم ہر روز انفرادی یا اجتماعی طور پر کم از کم نماز کے سترہ فرضوں میں اللہ تعالیٰ سے صراط مستقیم کی دعا کرتے ہیں مگر کتنے ہیں جنھیں یہ نعمت نصیب ہوتی ہے۔ اکثر لوگوں کے قرآن و سنت کے برخلاف اعمال اس بات کا کھلا ثبوت ہیں کہ ان کی دعا قبول نہیں ہو رہی کیونکہ صراط مستقیم تو صرف قرآن و سنت ہے۔ اگر اس کے مطابق عمل نہیں تو دعویٰ بلا ثبوت ہونے کی بنا پر مسترد ہے۔ اسی طرح ہم بچپن سے یہ دعا کرتے اور سنتے آ رہے ہیں کہ یا اللہ! اسرائیل کو غارت کر۔ مگر اسرائیل دن بدن ترقی کرتا جا رہا ہے، الٹا غارت ہم خود ہو رہے ہیں۔ یہ دعا کی قبولیت نہیں بلکہ عدمِ قبولیت کی علامت ہے۔

بسا اوقات دعا کے قبول نہ ہونے کا شکوہ بھی کیا جاتا ہے۔ زبان پر شکوے کا اظہار نہ بھی ہو دل میں اس کا خیال ضرور آتا ہے۔ مگر ہم نے دعا کی عدمِ قبولیت کی وجوہات پر شاید ہی کبھی غور کیا ہو۔ یہ تو اس بیوقوف جیسا حال ہوا جو ایک عرصے سے بے اثر دوا استعمال کرنے کے باوجود نسخے میں تبدیلی کی ضرورت محسوس نہ کرے۔ یا اس کے بے اثر ہونے کے بڑے سبب یعنی بد پرہیزی کو بھی نہ چھوڑے۔ شوگر کی دوا بھی کھاتا رہے اور برفی جلیبی سے بھی لطف اندوز ہوتا رہے۔ مرغن غذائیں بھی نہ چھوڑے اور دل کی بیماری سے بچنے کے لیے ادویات بھی استعمال کرتا رہے۔ یہی حال ہماری دعاؤں کا ہے کہ بدپرہیزی بھی کرتے جاتے ہیں اور دعائیں بھی مانگتے رہتے ہیں۔ پھر دعا قبول ہو تو کیسے ہو؟ چونکہ دعا روحانی ہتھیار ہے تو اس کی پرہیز بھی روحانی ہوگی۔ مگر مشکل یہ ہے کہ ایک آدمی جب جسمانی اشیاء کی پرہیز نہیں کر سکتا تو اس سے روحانی اشیاء میں پرہیز کی کیا توقع کی جا سکتی ہے۔ تاہم نسخہ تو تجویز کر دینا چاہیے آگے انسان کی اپنی مرضی کہ وہ اپنے فائدے کی چیز کو اپناتا ہے یا کہ ٹھکرا دیتا ہے۔

دعا کے موضوع کو بہت سارے ذیلی عنوانات میں تقسیم کیا جا سکتا ہے، مثلاً: آدابِ دعا، اہمیتِ دعا، طریقۂ دعا وغیرہ جس کے لیے اصحاب العلم بہت کچھ لکھتے آ رہے ہیں۔ آج ہم صرف ان اسباب کا مطالعہ کریں گے جو دعا کی قبولیت میں مانع ہیں جن سے پرہیز لازمی ہے۔ تاکہ ہم اپنا جائزہ لے کر اصلاح کی

طرف متوجہ ہوں۔ اور اپنے رب کا شکوہ کرنے کے بجائے ''اپنی منجی تھلے ڈنگوری پھیریں۔''

اب دعا کی عدمِ قبولیت کی چند وجوہات ملاحظہ ہوں:

پہلی وجہ: مسنون طریقے سے دعا مانگنا

پہلے تو دعا کرنے کا صحیح طریقہ معلوم ہونا چاہیے جو مختصراً اس طرح ہے۔ ابتدا اللہ پاک کی تعریف یعنی الحمد للہ سے کیجیے۔ پھر نبی اکرم ﷺ پر درود بھیجیں۔ چاہے مختصر کلمات ہوں، مثلاً: «وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ» ازاں بعد جو کچھ اللہ سے مانگنا ہو مانگے۔ پھر اختتام بھی درود وحمد سے ہو۔ جیسے «وَسَلَامٌ عَلَی الْمُرْسَلِیْنَ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْن» آپ نے دیکھا ہو گا کہ اکثر علماء یا آئمہ حضرات کی دعائیں انھی مختصر جملوں پر مشتمل ہوتی ہیں۔ اس طریقہ کو ملحوظ رکھے بغیر کی گئی دعا ایسے ہی ہے جیسے کھانا کھانے والے کا ہاتھ سامنے رکھے ہوئے مختلف کھانوں میں بے ترتیبی کے ساتھ چلے، جسے دیکھنے والا مہذب آدمی سمجھ جائے گا کہ یہ کوئی گنوار ہے جو آدابِ خورونوش سے نابلد ہے۔

دوسری وجہ: عدمِ توجہی

اکثر لوگ دعا کرتے وقت اللہ تعالیٰ کی طرف بہت کم توجہ دیتے ہیں اور ہر روز کی روٹین کے مطابق رٹی رٹائی دعا پڑھتے رہتے ہیں۔ اللہ کے سامنے حاضری اور دعا کے وقت دل کی توجہ اگر اللہ تعالیٰ کی طرف نہ ہو تو وہ دل غافل شمار ہوتا ہے۔ غافل دل والے کی دعا اللہ کیسے قبول کرے۔ دعا کرنے والے آدمی کو دیکھ کر دوسرے اندازہ لگا سکتے ہیں کہ اس کے حضورِ قلب کی کیا کیفیت ہے۔ ہم مسجد میں ایک ایسے سفید ریش بزرگ کو دیکھتے ہیں جو دعا کے دوران ہر آنے جانے والے کو اپنا چہرہ موڑ موڑ کر دیکھتے ہیں۔ اور کسی بھی حرکت پر متوجہ ہو جاتے ہیں۔ اسی طرح ایک دوسرے تعلیم یافتہ عمر رسیدہ نمازی سلام کے فوراً بعد دعا مانگنا شروع کر دیتے ہیں اور دائیں ہاتھ کی ٹیک اپنے کھڑے کیے ہوئے دائیں گھٹنے پر لگا کر ایک ہاتھ سے دعا کر رہے ہوتے ہیں جبکہ بایاں ہاتھ مونچھوں کو بل دینے میں مصروف ہوتا ہے۔ اور ان کی نظریں ادھر اُدھر کی سیر بھی کرتی رہتی ہیں۔ اب ایسی دعاؤں کی عدمِ قبولیت کا شکوہ خدا سے کیسے کیا جا سکتا ہے؟

تیسری وجہ: یکطرفہ ٹریفک

ہم عموماً یکطرفہ ٹریفک کے عادی ہو چکے ہیں۔ وہ اس طرح کہ اللہ سے امید رکھتے ہیں کہ وہ ہماری ہر دعا قبول کرے مگر ہم خود اللہ کی ہر بات ماننے کے لیے تیار نہیں ہوتے۔ اللہ و رسول کا وہ حکم ہم مانتے ہیں جو ہماری طبیعت چاہے۔ تو پھر یہ کیسے ممکن ہے کہ ہم تو اللہ کی بات ماننے کے لیے تیار نہیں اور اللہ تعالیٰ ہماری ہر بات مانتا جائے۔ پہلے اپنی طبیعت میں انصاف پیدا کرو پھر اگر تم سے بے انصافی ہو تو شکوہ بجا ہے۔ یہ تو ایک سیدھا سا اصول ہے کہ اگر آپ دوسروں سے کسی مفاد کے طلبگار ہیں تو ان کے مفاد کا آپ کو بھی خیال رکھنا ہو گا۔ گو اللہ کا کوئی مفاد ہم سے وابستہ نہیں۔ بلکہ اللہ کا ہر حکم ہمارے ہی مفاد میں ہے۔ پھر بھی ہم اس کی ماننے سے کنی کتراتے ہیں۔ لہٰذا اپنی بساط کے مطابق اللہ تعالیٰ کا ہر حکم ماننے کے لیے تیار رہیے۔ پھر دیکھیے اللہ کا سلوک آپ سے کیسا ہوتا ہے۔ وہ تو آپ کی دلی مراد زبان پر آنے سے پہلے ہی پوری کرنے پر قادر ہے۔ جس کا آپ نے بار ہا مشاہدہ بھی کیا ہو گا۔





چوتھی وجہ: سارا بوجھ اللہ پر

ہم توکل کے غلط مفہوم کے تحت دعا کی قبولیت کا سارا بوجھ اللہ پر ڈال دیتے ہیں۔ یعنی اپنے حصے کا کام، جو ہمیں کرنا چاہیے، ہم کرتے نہیں اور متمنی ہوتے ہیں کہ سب کچھ دعا کے زور سے اللہ کر دے۔ گھر بیٹھے بٹھائے دشمن پر فتحیاب ہونے کی دعا کرنا اس کی ایک مثال ہے۔ اپنے دشمن کو شکست دینے کے لیے آپ کو میدانِ جنگ میں اترنا پڑے گا جو کہ ہمارے حصے کا کام ہے، پھر اللہ سے مطالبہ کرنا چاہیے کہ وہ ہمیں فتحیاب کرے۔ کیا نبی اکرم ﷺ نے مسلم فوج کو میدانِ بدر اور میدانِ احد میں دشمن کے مقابلے میں لا کھڑا کیے بغیر ہی فتح کے لیے دعا کی تھی؟ نہیں بلکہ اپنی ذمہ داری پوری کر کے فتح و نصرت کی دعا کی تھی۔ اسی طرح بوقتِ ہجرت گھر سے نکلے، غار میں چھپے، سواری کا بندوبست کیا، یعنی جو کچھ خود کر سکتے تھے، وہ کیا، پھر اللہ پر بھروسہ کر کے اس سے اپنی حفاظت کے لیے ملتجی ہوئے۔ یہ ہے اسوۂ رسول جسے اپنائے بغیر ہم کامیاب ہو ہی نہیں سکتے۔ ہم نبی اکرم ﷺ سے بڑھ کر تو اللہ کے چہیتے نہیں ہیں کہ صرف دعاؤں کے زور سے ہمارے سارے کام ہوتے جائیں اور دعائیں بھی ایسی جن کی عدمِ قبولیت کے ہم خود گواہ ہیں۔ بیوقوف ہے وہ طالب علم جو امتحان کی تیاری کیے بغیر صرف اپنی اور بزرگوں سے کرائی گئی دعاؤں کے سہارے امتحان میں کامیاب ہونا چاہے۔ لہٰذا پہلے اپنی ذمہ داری پوری کیجیے، پھر دعا کا سہارا لیجیے۔

پانچویں وجہ: حرام خور و نوش

دعا کی عدمِ قبولیت کی سب سے اہم وجہ جو نبی پاک ﷺ نے بتائی ہے وہ حرام کا کھانا پینا اور حرام کا لباس پہننا ہے۔ یعنی جس کی کمائی حرام کی ہو اس کی دعا قبول نہیں ہوتی۔ ایسا شخص اگر بیت اللہ شریف میں پہنچ کر کعبے کے در و دیوار اور پردے سے چمٹ کر بھی دعا کرے تو قبول نہیں ہوتی۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: «اَنّٰی یُسْتَجابُ لَہٗ» اس کی دعا کیوں کر قبول ہو جبکہ اس کا کھانا حرام، پینا حرام، لباس حرام اور اس کا جسم حرام کے مال سے پلا بڑھا ہے۔ اسی طرح حرام خور مسافر کی دعا بھی رد کر دی جاتی ہے جبکہ حالتِ سفر میں کی گئی دعا قبول ہوتی ہے۔

اپنے مسلم معاشرے کو دیکھ کر افسوس ہوتا ہے کہ اکثریت حلال حرام کی تمیز کیے بغیر دولت اکٹھی کرنے میں لگی ہوئی ہے۔ پھر دعا قبول ہو تو کیسے ہو؟ لہٰذا ہر شخص اپنی آمدنی چیک کرے اور اسے حرام سے پاک کر کے مستجاب الدعوات بننے کی کوشش کرنی چاہیے۔

چھٹی وجہ: لجاجت اور تذلّل کا فقدان

مجمع میں دعا کرنے والے پیشوا حضرات میں سے بعض با آوازِ بلند سخت لہجے میں اس طرح دعا کرتے ہیں جیسے کسی پر رعب جمایا جا رہا ہے، حالانکہ خدا کے سامنے عاجزی، تذلّل اور انکسار جیسی صفات کا اظہار ہونا چاہیے۔ شاید ان کو احساس نہیں ہوتا کہ تقریر کے بعد دعا کے دوران بھی ان کا خطاب والا لہجہ برقرار ہے۔ معمولی سی توجہ سے اس کی اصلاح ممکن ہے۔

ساتویں وجہ: سستی اور جمائی والی دعا

کئی لوگ سستی کی وجہ سے جمائیاں لیتے ہوئے ہاتھ اٹھائے دعائیں کر رہے ہوتے ہیں۔ منہ سے دعا کے الفاظ تو نکلتے ہیں مگر توجہ کسی اور طرف ہوتی ہے۔ ایسی بے توجہی اور سستی سے کی گئی دعا خاک قبول ہوگی۔ دعا کے دوران آدمی کا تصور یہ ہونا چاہیے کہ ایک مجرم خدا کے کٹہرے میں حاضر ہو کر اپنے جرائم کا اعتراف کر رہا ہے۔ اپنی کم مائیگی کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی عظمت اور جلال کو اپنے ذہن میں لائیے ورنہ دعا بے سود ہوگی۔ ہم اپنے جیسے مٹی کے انسانی حاکم کے سامنے تو بڑے چوکنا ہوتے ہیں مگر احکم الحاکمین کے ساتھ بالکل بے پروا لگتے ہیں۔ کیا اللہ ہماری اس تضادِ عملی سے ناواقف ہے جو اس طرح کی دعائیں قبول کرتا جائے گا۔

آٹھویں وجہ: ترجمہ جانے بغیر

کئی حضرات نے عربی کی دعائیں رٹی ہوتی ہیں۔ مگر زندگی بھر کبھی معنی یاد کرنے کی توفیق نہ ملی۔ ایسی دعا جس کا مفہوم آدمی نہ سمجھے، اسے پتہ ہی نہ ہو کہ پروردگار سے میں کیا مانگ رہا ہوں، ایسی دعا اپنا کیا اثر دکھائے گی۔ یہ تو طوطے والا معاملہ ہوا جسے کچھ الفاظ یاد کرا دیئے جاتے ہیں اور وہ سوچے سمجھے بغیر انھیں دہراتا رہتا ہے۔ کج رو ہوگا وہ شخص جو اس کا مطلب یہ نکال لے کہ عربی میں دعا کرنا ہی فضول ہے۔ بلکہ چاہیے کہ چند دن لگا کر دعا کا ترجمہ سیکھے، پھر دل کی گہرائی سے مطلب سمجھتے ہوئے دعا کرے، پھر دیکھیے کہ دعا اپنا اثر دکھاتی ہے کہ نہیں۔



یہود و نصاریٰ

توہینِ رسول کے مرتکب کیوں؟

اسلام اللہ تعالیٰ کا سچا اور آفاقی دین ہے اور پیغمبر اسلام سید الاولین و الآخرین محمد ﷺ اللہ کے آخری نبی ہیں۔ اسلام کا اہلِ کتاب میں سب سے پہلے یہود سے واسطہ پڑا۔ یہودِ مدینہ نے انبیائے بنی اسرائیل کی پیش گوئیوں کے باوجود اسلام قبول کرنے کے بجائے اس کی شدید مخالفت کی اور مسلمانوں کے خلاف سازشوں کی روش اپنائی۔ اسی لیے یہودی قبیلے بنو قینقاع اور بنو نضیر مدینے سے جلا وطن کیے گئے اور بنو قریظہ جنگی قیدی بنے۔ اس دوران میں عصماء بنت مروان یہودی شاعرہ، سردارِ یہود کعب بن اشرف اور ابو عفک یہودی جو رسول اللہ ﷺ پر سب و شتم کرتے تھے، قتل کیے گئے۔ خلافتِ راشدہ اور پھر اموی دور کی فتوحات میں مسیحی سلطنت روم کے علاقے اردن، شام، فلسطین، مصر، طرابلس (لیبیا)، قبرص، المغرب (تونس، الجزائر اور مراکش) اور سپین (اَندلس) اسلامی سلطنت کا حصہ بن گئے اور مقامی باشندے رومیوں کے جبر سے آزاد ہو کر اسلام قبول کرتے چلے گئے۔ اندلس کے اموی سلاطین عبدالرحمٰن الاوسط (م 238ھ / 852ء) اور محمد اوّل (م 273ھ / 886ء) کے زمانے میں اندلس میں بعض مسیحی پادریوں نے رسول اللہ ﷺ کی علانیہ اہانت کرنے کی شر انگیز تحریک چلائی جس میں لاٹ پادری یولوجیئس، پادری پرفیکٹس، پادری آئزک اور اس کی بہن میری اور ان سے گمراہ ہونے والی مسلم گھرانوں کی دو مرتد لڑکیوں فلورا اور لکریتیا اور چند اور عیسائیوں نے توہین رسالت کا ارتکاب کیا۔ ان سب کو شرعی قانون کے مطابق سزائے موت دی گئی۔ اس طرح یہ مذموم تحریک دب گئی۔ پھر صلیبی جنگوں کے زمانے میں قلعہ الکرک (اردن) پر قابض صلیبی سردار رینجنالڈ (ارناط) جو حجاج کے قافلے لوٹتا اور نبی ﷺ کی توہین کرتا تھا، اسے سلطان صلاح الدین ایوبی رحمہ اللہ نے اپنے ہاتھوں قتل کرنے کی قسم کھائی، چنانچہ جنگ حطین (583ھ / 1187ء) میں جب رینجنالڈ گرفتار ہوا تو سلطان نے اسے قتل کر کے اپنی قسم پوری کی۔

اب مغرب کے یہود و نصاریٰ جو صلیبی جنگوں اور ارض مقدس فلسطین پر غاصبانہ قبضے کی ترنگ میں ایک خاص ذہنیت میں ڈھل گئے ہیں، اسلام کے بارے میں ان کا خبث باطن ایک بار پھر ابھر کر سامنے آیا ہے۔ امریکی حکومت کی ناک تلے شیطان صفت نکولا بیسلے نکولا عرف سیم بیسائل نے ایک مسلم آزار فلم بنائی۔ اس کی شوٹنگ لاس اینجلس کے قریب ایک گرجے میں 2011ء کی گرمیوں میں ہوتی رہی۔ اداکاروں کو ایک ''سبز سکرین'' کے آگے کھڑا کیا گیا جو بیک



گراؤنڈ امیجز نمایاں کرنے کے لیے استعمال کی گئی۔ اس میں تقریباً پچاس اداکاروں نے حصہ لیا۔ ان میں سے ایک بیکرز فلیڈ کیلیفورنیا کی سنڈی لی گارشیا ہے۔ چڑیل صفت سنڈی اب کہتی ہیں کہ اسے فریب دیا گیا تھا اور اسے ہرگز علم نہیں تھا کہ فلم پیغمبر اسلام (ﷺ) کے بارے میں ہے۔ سنڈی فلم کے کلپس میں تھوڑے وقفے کے لیے ظاہر ہوتی ہے۔ اس کا کہنا ہے: ''اس میں وہ کچھ نہیں جس کی ہم نے فلمنگ کی تھی، وہ سب کچھ تو طلسماتی اور پراسرار تھا۔ مجھے بتایا گیا تھا کہ '' ڈیزرٹ واریئر'' (صحرائی جنگجو) نامی فلم تاریخی صحرائے عرب کی ایک مہماتی فلم ہے۔ نیز یہ کہا گیا تھا کہ فلم دو ہزار سال پہلے کے لگ بھگ Holy Prophet Jesus (رسول پاک یسوع) کے زمانے کی ہے۔'' سنڈی نے بیسائل کے خلاف دھوکا دہی کا مقدمہ دائر کرنے کا بھی فیصلہ کیا ہے۔ تین مختلف ناموں سے تیار کی جانے والی دل آزار فلم ''معصوم جنگجو'' یا ''بن لادن کی معصومیت'' یا پھر ''مسلمانوں کی معصومیت'' (Innocense of the Muslims) کی نمائش پر ہونے والے عوامی ردعمل میں بن غازی (لیبیا) میں امریکی سفیر کرسٹوفر سٹیونز اور تین دیگر امریکی سفارتکاروں کو راکٹ مار کر ہلاک کر دیا گیا۔ دوغلے امریکی صدر بارک اوباما نے توہین رسالت پر مبنی فلم بنانے والوں کی فوری مذمت کرنے کے بجائے بس یہ کہا کہ ''سفارتکاروں کے قاتل سزا سے نہیں بچ سکیں گے۔'' ساتھ ہی اس نے دو جنگی بحری جہاز لیبیا کے سمندر میں بھیج دیے۔ ری پبلیکن پارٹی کے بعض جنونی ارکان کانگرس نے تو بن غازی پر ڈرون حملوں کا مطالبہ کر دیا۔ ادھر پورے عالم اسلام میں غم وغصہ میں مبتلا مسلمان مظاہرے کر رہے ہیں۔ قاہرہ میں امریکی سفارتخانہ جلا دیا گیا اور فائرنگ میں چند مظاہرین ہلاک ہوئے۔ اگلے دن تونس اور خرطوم میں امریکی و جرمن سفارتخانے نذر آتش ہوئے۔ نیز تونس میں امریکی سول اور لبنان میں ریستوران جلا دیا گیا۔ آسٹریلیا میں امریکی قونصل خانے کے باہر مظاہرہ ہوا۔ اسلام آباد میں امریکی سفارتخانہ چار روز کے لیے بند کر دیا گیا۔ 21 ستمبر کو کراچی اور پشاور میں امریکہ مخالف مظاہروں میں سکیورٹی فورسز کی فائرنگ سے 28 افراد ہلاک ہوئے۔ یوں زرداری حکومت نے امریکہ کی سب سے زیادہ وفادار ہونے کا ثبوت دیا۔ صدر اوباما کہہ رہے تھے کہ ''امریکی شہریوں پر حملے ناقابل برداشت ہیں'' اور ان کا وزیر دفاع لیون پنیٹا کہتا تھا کہ ''ہم مسلم ممالک میں فوجیوں کی تعیناتی پر غور کر رہے ہیں'' اور اگلے دن کہا کہ شرق اوسط میں مزید فوج نہیں بھیجیں گے۔

المیہ یہ ہے کہ امریکی اور یورپی حکومتوں اور مغربی میڈیا کو احساس ہی نہیں کہ ایک ارب 60 کروڑ مسلمانوں کی محبوب ترین ہستی کی توہین کتنا بڑا جرم ہے۔ مسلمان حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت موسیٰ علیہ السلام سمیت تمام انبیائے کرام کا یکساں احترام کرتے ہیں مگر بعض بد باطن یہود و نصاریٰ نے قسم کھا رکھی ہے کہ وہ مسلمانوں کے رسول کریم جناب محمد ﷺ کی توہین کرنے سے باز نہیں آئیں گے اور مغرب کی صلیبی حکومتیں ایسے خبیث لوگوں کا تحفظ کر کے ان کی حوصلہ افزائی کرتی ہیں۔ گزشتہ سال ملعون امریکی پادری ٹیری جونز نے قرآن پاک کو علانیہ جلانے کی ناپاک کوشش کی تھی اور اوباما حکومت نے اس کا کوئی نوٹس نہ لیا۔ پھر اپریل 2012ء میں اس نے گرجے میں علانیہ قرآن مجید نذر آتش کرنے کی جسارت کی۔ اب وہی بد بخت ٹیری جونز مذکورہ دل آزار فلم کی عالمی تشہیر میں ملوث ہے۔ اس کے باوجود امریکی خصوصی نمائندہ برائے پاکستان و افغانستان مارک گراسمین کہتا ہے کہ ''گستاخانہ فلم فرد واحد کا فعل ہے، امریکی حکومت اس میں ملوث نہیں'' جبکہ ایف بی آئی کے انسداد دہشت گردی کے عالمی شہرت یافتہ ماہر ڈیوڈ گومز کا کہنا ہے کہ ''جب تمھارے لفظوں کی وجہ سے معصوم لوگ مرنے لگیں تو خاموشی بہتر ہے۔ پاگل پادری ٹیری جونز کو فوراً بن غازی بھجوا دینا چاہیے تا کہ وہ لیبیائی عوام کے سامنے اس فلم کے بارے میں اپنے موقف کا دفاع کر سکے۔'' لیکن انٹرنیٹ کمپنی گوگل نے وائٹ ہاؤس کی جانب سے متنازعہ فلم یوٹیوب سے ہٹانے کی درخواست مسترد کر دی ہے۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ مغربی میڈیا اور حکومتوں نے اسلام دشمنی کے جرثومے کہاں کہاں پھیلا رکھے ہیں۔ گراسمین گستاخانہ فلم کو فرد واحد کا فعل قرار دیتا ہے۔ یوں نائن الیون کا سانحہ بھی فرد واحد اسامہ بن لادن کا فعل کہا

جا سکتا ہے۔ پھر امریکہ اور دیگر صلیبی اتحادیوں نے فرد واحد کے فعل پر افغانستان پر حملہ کر کے تباہی کیوں مچائی؟

متنازعہ فلم کا ملعون پروڈیوسر سیم بیسائل بینک فراڈ، منشیات اور علمی سرقے کے الزام میں 21 ماہ قید کی سزا کاٹ چکا ہے۔ اسے رہائی کے بعد بھی پانچ سال نگرانی میں رہنا تھا مگر مشروط معاہدے کے تحت رہائی پا کر اس لعنتی نے معطلی سزا کے معاہدے کی خلاف ورزی کرتے ہوئے رحمت للعالمین نبی کریم ﷺ کی ذات بابرکات پر انتہائی دل آزار فلم بنا ڈالی جسے کوئی سچا مسلمان دیکھنے کی ہمت نہیں کر سکتا۔ ایک ڈیڑھ ماہ پہلے جرمنی میں توہین رسالت پر مبنی کارٹونوں کی نمائش کی گئی اور مقامی مسلمانوں کی طرف سے عدالتی چارہ جوئی پر اسلام دشمن جرمن جج نے اس نمائش کو آزادی اظہار قرار دے کر امتناعی درخواست مسترد کر دی۔ یہود و نصاریٰ کی یہ آزادئ اظہار ان کی ابلیسی ذہنیت کے سوا کچھ نہیں جبکہ اسی جرمنی، آسٹریا اور کئی دیگر یورپی ممالک میں ایک مضحکہ خیز قانون نافذ ہے۔ وہاں اگر کوئی شخص یہودیوں کے اس دعوے کو جھٹلائے کہ دوسری جنگ عظیم میں جرمن نازیوں کے ہاتھوں ہولوکاسٹ میں 60 لاکھ یہودی قیدی جلائے گئے تھے تو بس اتنی سی بات پر ایک تا 12 سال تک قید کی سزا سنا دی جاتی ہے۔ جرمنی میں اس ''جرم'' کی سزا 5 سال تک قید، سپین، آسٹریا اور فرانس میں 1 تا 3 سال قید اور اٹلی میں 3 تا 12 سال قید ہے جبکہ برطانوی پارلیمنٹ میں ہولوکاسٹ کے انکار کو قابل سزا جرم قرار دینے کا بل (1997ء) ابھی منظوری کے لیے زیر غور ہے۔ اگر آزادئ اظہار اتنی ہی عزیز ہے تو اس کا اطلاق ہولوکاسٹ کو جھٹلانے پر کیوں نہیں ہوتا؟ اس کا جواب کسی یہودی یا عیسائی کے پاس نہیں۔

ملعون سیم بیسائل مصری قبطی عیسائی اب امریکی شہری ہے، وہ پراپرٹی ڈویلپر ہے۔ اس کا اصل نام نیقولا بیسلی نیقولا ہے۔ اس کے آٹھ دس فرضی ناموں میں یوسف، ارون، حمدی، صبحی بشرہ وغیرہ شامل ہیں۔ اس فلم پر پچاس لاکھ ڈالر لاگت آئی جس میں 100 یہودیوں اور مصری قبطیوں کے عطیات بھی شامل تھے۔ لعنتی بیسائل کو اپنے اس شیطانی فعل پر کوئی شرمندگی نہیں، البتہ وہ امریکی سفیر کی ہلاکت پر افسردہ ہے۔ امریکی عرب ریڈیو سے گفتگو کرتے ہوئے ملعون نے کہا کہ اس نے 14 منٹ کی گستاخانہ فلم انٹرنیٹ پر جاری کی ہے اور وہ پوری فلم جاری کرنے کے بارے میں سوچ رہا ہے۔ گستاخانہ فلم کا ڈائریکٹر این رابرٹس اس سے قبل عریاں اور فحش فلمیں بنانے کے کاروبار میں ملوث رہا ہے۔

امریکیوں کے غرور اور تکبر کا یہ عالم ہے کہ قاہرہ میں امریکی سفارتخانے کے بیان میں توہین آمیز فلموں وغیرہ کی ہلکی سی مذمت کر دی گئی، اس پر ری پبلیکن صدارتی امید وار مٹ رومنی بھن اٹھا۔ اس نے یہ کہہ کر صدر اوباما کو ذمہ دار قرار دیا کہ ''ان کا سفارتی عملہ ہماری اقدار کی حرمت کی پامالی کر رہا ہے۔'' جواب میں صدر اوباما کی طرف سے معذرت کی گئی کہ سفارتخانے کا بیان ان کی پیشگی توثیق کے بغیر جاری کیا گیا ہے۔ اور ان امریکیوں اور ان کے بھائی بندوں کی ''اقدار'' کیا ہیں؟ عریانی اور فحاشی پر مبنی حیوانی کلچر، شرف نسوانی کی توہین، حرامی اولاد کی کثرت۔ غضب خدا کا انجلینا جولی نامی فاحشہ اداکارہ جو ایک مرد کے ساتھ برسوں سے بغیر نکاح کے رہ رہی ہے اور اس سے تین حرامی بچے بھی جن چکی ہے، اسے اقوام متحدہ نے اپنی سفیر برائے مہاجرین بنا رکھا ہے اور وہ کبھی افغانی خواتین اور کبھی شامی مہاجر خواتین اور لڑکیوں کو پُرسا دیتی نظر آتی ہے۔ اب ان کی ''اقدار'' میں پیغمبر اسلام ﷺ کی توہین بھی شامل ہو گئی جسے مسلمان کسی طور پر برداشت نہیں کر سکتے۔ وہی اوباما جو 2009ء میں قاہرہ کانفرنس میں آ کر مسلمانوں کو مفاہمت اور امن کا بھاشن دے رہا تھا، وہ اب ایک کٹر صلیبی کے روپ میں سامنے آیا ہے۔

سانحۂ بن غازی کے چند روز بعد ایک فرانسیسی جریدے نے سید الکونین محمد ﷺ کے توہین آمیز خاکے شائع کر دیے اور بد بخت فرانسیسی وزیر اعظم فرانسوا ہالینڈ نے اس شر انگیز حرکت کی حمایت کی جبکہ انھی دنوں جب ایک فرانسیسی رسالے نے برطانوی ولی عہد دوم پرنس ولیم اور اس کی زوجہ کی چند عریاں تصاویر شائع کیں تو فرانسیسی عدالت نے فوراً بقیہ تصاویر کی اشاعت پر پابندی لگا دی نیز حکم دیا کہ تمام تصاویر شہزادے اور شہزادی کو واپس کر دی جائیں۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ مغرب



کے خبیث لوگ ایک منظم منصوبے کے تحت توہینِ رسالت کا ارتکاب کر رہے ہیں اور صلیبی حکومتیں ان کی پشت پناہی کرتی ہیں۔

نکولا (سیم بیسائل) کی متنازعہ فلم ہالی وڈ کے ایک سیٹ پر فلمائی گئی تھی جس کا پرمٹ ''صحرائی جنگجو'' کے نام سے ایک عیسائی خیراتی ادارے کو دیا گیا تھا۔ امریکہ میں تین ماہ پہلے اس دل آزار فلم کی نمائش شروع ہوئی تو کسی نے اس کا نوٹس نہ لیا۔ پھر اسے عربی میں ڈب کر کے 11 ستمبر 2012ء کو مذکورہ فلم کے ٹریلر نجی مصری ٹی وی الناس پر چلے تو عالم اسلام میں غم و غصہ کی لہر دوڑ گئی۔ اس کے ساتھ ہی پروڈیوسر سیم بیسائل زیرِ زمین چلا گیا اور امریکی ایجنسیوں نے اسے تحفظ میں لے لیا۔ فلم عربی میں ڈب کی گئی ہے اور اس میں مصری قبطی مسیحیوں نے بھی کام کیا ہے۔ فلم کے اداکاروں نے سی این این پر یہ انکشاف کیا ہے کہ انھوں نے انگریزی میں مکالمے بولے تھے جب فلم عربی میں ڈب کی گئی تو ان مکالموں کو توہین آمیز بنا دیا گیا اور محمد ﷺ کا نام ان میں شامل کر لیا گیا۔ اس سے پہلے گیرٹ ویلڈر نامی ڈچ نے ''فتنہ'' نامی فلم بنا کر اسلام دشمنی کا مظاہرہ کیا تھا۔ ایسی دل آزار فلموں اور کارٹونوں کا سلسلہ روکنے کے لیے مسلم ممالک کو اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی کے حالیہ اجلاس میں موثر تحریک اٹھا کر قانون سازی کروانی چاہیے ورنہ چھپن ستاون اسلامی ممالک کا یو این او کے رکن رہنا بیکار ہے!

مغرب کی منافقت دیکھیے کہ انھوں نے یورپ اور امریکہ میں شاتمانِ رسول کو کھلی چھوٹ دے رکھی ہے مگر اب پاکستان کے وزیر ریلوے حاجی غلام احمد بلور نے جرأت ایمانی سے کام لیتے ہوئے ملعون امریکی فلم ساز کے سر کی قیمت ایک لاکھ ڈالر مقرر کی ہے تو یورپ و امریکہ میں ہاہا کار مچ گئی ہے۔ یورپی یونین اور امریکہ نے اس اقدام کو اشتعال انگیز قرار دے کر اس کی مذمت کی ہے۔ ہمارے ہاں احتجاج بہت ہو چکا، اب مغرب کے اس منافقانہ اور ظالمانہ رویے کو تبدیل کرانے کے لیے حکمرانوں، دانشوروں اور ذرائع ابلاغ کو ایک عالمی تحریک چلانی ہو گی تا کہ اقوام متحدہ، امریکہ اور یورپی ممالک پر دباؤ ڈال کر اس سلسلے میں قانون سازی کروائی جائے۔ اسی طرح مغربی انتہا پسندوں کی جانب سے مسلمانوں کے مذہبی جذبات کو ٹھیس پہنچانے کا سلسلہ ختم ہو سکتا ہے۔ فرانس میں پانچ لاکھ یہودی ہیں، جرمنی میں ان کی تعداد ایک لاکھ 19 ہزار اور برطانیہ میں 2 لاکھ 92 ہزار ہے۔ دیگر ممالک میں وہ فقط ہزاروں میں ہیں جبکہ ان ممالک میں مسلمانوں کی تعداد 10 لاکھ سے لے کر 50 لاکھ تک ہے۔ وہ سب اور پوری دنیا کے ڈیڑھ ارب سے زائد مسلمان مل کر توہینِ رسالت اور توہین قرآن کو عالمی جرم قرار کیوں نہیں دلوا سکتے؟ آخر یہود کے ایک سیاسی جھوٹ ''ہولوکاسٹ'' کو یورپ نے مقدس قرار دے کر مستوجب سزا قرار دے رکھا ہے تو مسلمانوں کی مقدس ترین ہستی جسے آپ ﷺ کے بدترین دشمن کفار مکہ بھی صادق اور امین کہہ کر پکارتے تھے اس کی عزت و حرمت پامال کرنے کی گھناؤنی حرکتوں کو قابلِ تعزیر جرم کیوں نہیں ٹھہرایا جا سکتا؟

نوٹ

یاد رہے ہولوکاسٹ (Holocaust) کی اصطلاح میں Holo کے معنی ہیں ''تمام'' اور Caust کے معنی ہیں ''جلائے ہوئے۔'' یوں یہ اصطلاح اس صہیونی پروپیگنڈے کے لیے استعمال ہوتی ہے کہ جرمن آمر ہٹلر کی نازی حکومت نے 60 لاکھ یہودیوں کو برقی بھٹیوں میں پورے کے پورے جلا ڈالا تھا۔ ممکن ہے ساٹھ ستر ہزار یا ایک ڈیڑھ لاکھ یہودی قیدی جو کام کے نہ ہوں، برقی بھٹیوں میں جلا دیے گئے ہوں تا کہ چربی کے علاوہ ان کی ہڈیوں سے حاصل ہونے والا فاسفورس اسلحہ سازی میں استعمال ہو سکے جس کی دوران جنگ جرمنی میں شدید قلت تھی۔ لیکن چھ ملین یا 60 لاکھ کا عدد صہیونی مبالغہ اور صریح جھوٹ ہے! نازی کنسنٹریشن کیمپوں کے بعض عہدیداروں نے بعد میں انکشاف کیا کہ یہودی قیدیوں کے متعلق ان پر شدید دباؤ ڈال کر بیانات لیے گئے تھے۔



چند گھنٹے عکاظ کے میلے میں

عبدالمالک مجاہد

تاریخ کے طالب علم سے عکاظ کے میلے کی اہمیت مخفی نہیں ہے۔ زمانہ جاہلیت میں ہر بڑا قبیلہ اپنے علاقوں میں اور بڑے شہروں میں میلے منعقد کیا کرتا تھا۔ان میں بعض مقامات پر ہفتہ وار، بعض پر ماہانہ، بعض پر چھ ماہ بعد اور بعض جگہ سالانہ میلے لگا کرتے تھے۔ان میں سے تین میلے سب سے بڑے اور مشہور ترین تھے:

سوق المجنہ: یہ مکہ کے زیریں علاقے میں بنو کنانہ کی سرزمین میں انھی کے زیر انتظام مرّ الظہران کے مقام پر لگتا تھا، آج کل اس جگہ کا نام وادی فاطمہ ہے۔

سوق ذی المجاز: یہ بنو ہذیل کا میلہ تھا اور عرفات سے تین کلومیٹر کے فاصلے پر لگتا تھا۔

سوق عکاظ: سب سے بڑا اور مشہور میلہ عکاظ کا تھا جو طائف کے قریب منعقد ہوتا تھا، اور اس کا انتظام وانصرام بنو ثقیف اور قیس بن عیلان کے پاس تھا۔ ان میلوں میں دور دور سے تاجر سامان تجارت لے کر آتے۔

تاریخ قریش کے مطابق عکاظ کا میلہ مکہ اور طائف کے درمیان یکم ذی القعدہ سے 20 ذی القعدہ تک لگتا تھا۔ اس میلے میں قریش، غطفان، ہوازن، بنواسلم اور جزیرہ نمائے عرب کے دوسرے بہت سے قبائل شریک ہوتے تھے، حتیٰکہ ایران، حبشہ، مصر، شام، عراق، بحرین، یمامہ، عُمان اور یمن کے علاقوں سے بھی وفود شرکت کے لیے آتے، مگر اس کے انتظام وانصرام کی ساری ذمہ داری بنو ثقیف اور بنو قیس بن عیلان کے پاس تھی۔ تاریخی روایات میں آتا ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ عکاظ کے میلے میں اپنے چچا سیدنا عباس بن عبدالمطلب کے ہمراہ تشریف لے گئے تھے۔ممکن ہے کہ آپ کا یہ سفر نبوت سے پہلے کا ہو۔نبوت کے بعد بھی آپ ﷺ ان میلوں اور عوامی اجتماعات میں دعوت اسلام کے لیے تشریف لے جایا کرتے تھے۔

کئی دنوں اور ہفتوں پر محیط اس میلے کی ہفتوں پہلے تیاری کی جاتی۔ سامان تجارت کے ساتھ ساتھ عرب قبائل کے رؤسا اپنے اپنے خیمے لگاتے۔ پورے عرب سے حکماء، شعراء، ادباء، فصحاء اور بلغاء اکٹھے ہوتے۔ زبردست تقریریں ہوتیں، حکمت ودانش پر مبنی اقوال پیش کیے جاتے۔ شعر وشاعری ہوتی، قصیدے پڑھے جاتے۔ گویا کہ پورے خطے کی کریم یہاں جمع ہوتی۔





خطباء، شعراء اور دانشوروں کی عزت وتکریم ہوتی۔ پورے علاقے میں ان لوگوں کے نام کی دھوم مچ جاتی۔ ان میلوں میں پہلوان بھی شرکت کرتے تھے۔ اپنی طاقت کا مظاہرہ کرتے۔ پہلوانی کے جوہر دکھاتے، کشتی لڑتے، نیزہ بازی ہوتی، تیر اندازی کے جوہر دکھائے جاتے اور شمشیر زنی کے مقابلے ہوتے۔ اونٹوں اور گھوڑوں کی دوڑ کے مقابلے بھی کروائے جاتے۔

عکاظ کے میلے میں بڑے بڑے شعراء، حکماء، ادباء اور فصحاء وبلغاء اپنا اپنا کلام پیش کیا کرتے تھے۔ عکاظ کے میلے میں کس درجے کی شخصیات شرکت کیا کرتی تھیں اور وہ وہاں کیا گفتگو کرتیں اور کس قسم کی قیمتی باتیں ان کے کلام میں ہوتی تھیں، اس کی ایک جھلک آپ کو دکھا کر آگے بڑھتے ہیں۔

تاریخ میں ایک ایسی ہی شخصیت قُس بن ساعدہ الایادی بھی تھے۔ ان کا شمار قبل از اسلام کے عظیم دانشوروں میں ہوتا ہے۔ یہ حکمت و دانائی پر مشتمل مسجع کلام پیش کیا کرتے اور مظاہر فطرت کی طرف توجہ دلا کر لوگوں کو ان کے خالق کی طرف متوجہ کیا کرتے تھے۔ ان کی فصاحت و بلاغت عربوں کے ہاں ضرب المثل بن گئی تھی۔

مؤرخین کہتے ہیں: یہ پہلے شخص ہیں جنھوں نے خطبہ دیتے وقت تلوار کو کھڑا کر کے اس پر ہاتھ کی ٹیک لگائی۔ یہ پہلے شخص ہیں جنھوں نے کہا: «اَلْبَيِّنَةُ عَلَى الْمُدَّعِي وَالْيَمِينُ عَلَى مَنْ أَنْكَرَ» ''ثبوت فراہم کرنا الزام لگانے والے کی ذمہ داری ہے اور جو الزام سے انکار کرے وہ قسم اٹھائے گا۔''

یہ پہلے شخص ہیں جنھوں نے اپنے خطاب میں أما بعد کا لفظ استعمال کیا۔ یہ 600 عیسوی میں یعنی ہجرت سے قریباً 23 برس پہلے وفات پا گئے تھے۔ کتاب ''المِلل والنِّحل'' میں علامہ شہرستانی لکھتے ہیں:

یہ ان لوگوں میں سے تھے جو توحید باری تعالیٰ پر ایمان رکھتے تھے۔ امام طبری کہتے ہیں: اللہ تعالیٰ قس پر رحم فرمائے، وہ سیدنا اسماعیل بن ابراہیم علیہما السلام کے دین پر تھے۔

آیئے! تاریخ بغداد کے حوالے سے ان کے خطاب کا ایک اقتباس پڑھتے ہیں:

قس بن ساعدہ إیادی ایک مرتبہ عکاظ کے میلے میں اپنے خاکستری رنگ کے اونٹ پر سوار ہو کر لوگوں سے زبردست خطاب کر رہے تھے، وہ کہہ رہے تھے: ''اے لوگو! میری بات غور سے سنو اور اسے یاد رکھو۔ جو بھی زندہ ہے اسے مرنا ضرور ہے، اور جو مر گیا اس کا کام ختم ہو گیا۔ ہر آنے والی چیز آ کر رہے گی۔ مینگنی اونٹ کا پتہ دیتی ہے، قدموں کے نشانات چلنے والے کی خبر دیتے ہیں۔

''ذرا غور سے تو دیکھو: رات کی سیاہی، دن کا آنا جانا، آسمان کی بلندی، ستاروں کی جگمگاہٹ، سمندروں کا تلاطم، پہاڑوں کی مضبوطی، زمین کی ہمواری، دریاؤں کی روانی (کیا یہ سب چیزیں کسی خالق کا پتہ نہیں دیتیں؟)

''لوگو! آسمان میں غیب کی خبریں ہیں، زمین میں عبرت کے سامان ہیں۔ کیا تم دیکھتے نہیں کہ لوگ جاتے ہیں اور پھر واپس آنے کا نام نہیں لیتے۔ سوال یہ ہے: کیا انھیں قبریں پسند آ گئی ہیں کہ انھوں نے وہاں رہائش اختیار کر لی ہے؟ یا ان کے وارثوں نے انھیں بھلا دیا اور وہ وہیں سو گئے؟

میں اللہ کی سچی قسم کھاتا ہوں جس میں کوئی جھوٹ نہیں کہ اللہ کا ایک دین ہے جو اسے بہت پسند ہے اور تمھارے اس دین سے کہیں زیادہ فضل و شرف والا ہے۔ تمھیں عنقریب ایک ایسی چیز سے واسطہ پڑے گا جو تمھیں اچھی نہ لگے گی۔''

قارئین کرام! ذرا اس دانشور کے الفاظ کی گہرائی پر غور کیجیے۔ یہ زمانہ جاہلیت کا فرد تھا، کسی یونیورسٹی کا فارغ التحصیل اور ڈگریوں کا حامل نہ تھا، مگر اس کی سوچ اور فکر کس قدر پختہ اور کائنات کے عمیق مشاہدے پر مبنی تھی۔

عکاظ کے میلے میں جو فیصلے اور اعلانات ہوتے پورے علاقے کے لوگ ان کا احترام اور پابندی کرتے۔ لوگوں کو یہ بتانا کافی تھا کہ فلاں فیصلہ یا اس کا اعلان عکاظ میں ہوا تھا۔ عکاظ کے میلے میں مختلف قبائل کے درمیان نئے معاہدے وجود میں آتے اور بعض پرانے معاہدات کی تنسیخ کا اعلان بھی ہوتا جیسے کہ بعض حلیف قبائل باہمی اختلافات کی وجہ سے اعلان کرتے: لوگو! آگاہ رہو، ہم نے فلاں قبیلے سے اپنا معاہدہ توڑ دیا ہے۔ آج کے بعد ہمارا ان سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ آج کے بعد ان کے کسی قول وفعل کے ہم ذمہ دار نہیں ہوں گے۔ بعض قبائل کے سربراہ نہایت خفیہ طریقے سے میلے میں شرکت کرتے۔ انھیں اپنے دشمنوں کے ہاتھوں قتل ہو جانے کا ڈر ہوتا، یا اس بات کا خطرہ ہوتا کہ کوئی انھیں اغوا کر کے رہائی کے لیے بھاری تاوان نہ



طلب کرلے۔ سوق عکاظ میں افراد اور قبائل کو القابات سے بھی نوازا جاتا تھا۔ یہ اس دور کے سول اعزازات یا فوجی ایوارڈ ہوتے جو خدمت انسانی کے کاموں یا جنگی کارناموں پر معاشرے کی نمایاں شخصیات کو عطا کیے جاتے۔ عرب کے بعض خطباء وشعراء جب اپنا کلام پیش کرتے تو بعض کے اقوال ضرب المثل کی حیثیت اختیار کر لیتے اور تاریخ میں ہمیشہ کے لیے محفوظ ہو جاتے۔ اسی طرح اگر کسی قبیلے پر کوئی مصیبت آتی تو وہ اپنے خیموں پر کالے رنگ کے جھنڈے نصب کر دیتے تاکہ لوگوں کو دور ہی سے معلوم ہو جائے کہ یہ قبیلہ مصیبت زدہ اور غم زدہ ہے۔ بدر کے میدان میں قریش کو جب شدید ہزیمت کا سامنا کرنا پڑا تو انھوں نے سوق عکاظ میں ایسا ہی کیا تھا۔

نامور شعراء کے درمیان کانٹے دار مقابلے ہوتے۔ ان کے نتائج مرتب کرنے کی ذمہ داری معروف بزرگ شعراء کو دی جاتی جو ان کے درمیان منصف یا جج کا کردار ادا کرتے۔ مثال کے طور پر کتب تاریخ میں بنوغطفان کے مشہور شاعر نابغہ ذبیانی کا نام بطور جج ذکر کیا گیا ہے۔ عکاظ کے میلے میں بین الاقوامی معاملات پر سیر حاصل بحث کی جاتی۔ بڑے بڑے عقلاء اور دانشور جمع ہوتے۔ مسائل و معاملات پر غور وفکر ہوتا، پھر مختلف اقوام آپس میں معاہدے کرتیں۔ اگر قیدی ہوتے تو ان کا تبادلہ کیا جاتا یا فدیہ دے کر ان کو آزاد کرایا جاتا تھا۔ اس لحاظ سے یہ میلہ بڑی اہمیت کا حامل تھا اور لوگ اس کا بڑی شدت سے انتظار کیا کرتے تھے۔ جب میلہ سج جاتا تو وفود بہت پرجوش اور بھرپور انداز میں اس میں شرکت کرتے۔

یہ عکاظ کا میلہ ہی تھا جس میں ایک مرتبہ ام المؤمنین سیدہ خدیجہ بنت خویلد رضی اللہ عنہا کے بھتیجے حکیم بن حزام آتے ہیں۔ اس میلے میں بہت سارے غلام فروخت کے لیے پیش کیے گئے۔ انھی غلاموں میں ایک نہایت خوبصورت اور ذہین لڑکا زید بن حارثہ بھی تھا۔ اسے حکیم بن حزام نے خرید لیا اور مکہ پہنچ کر اپنی پھوپھی سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں بطور تحفہ پیش کر دیا۔ بعد میں سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا نے اس غلام کو اللہ کے رسول ﷺ کی خدمت میں پیش کیا جنھیں آپ ﷺ نے آزاد کر کے اپنا منہ بولا بیٹا بنا لیا۔ بعد میں جب اسلام نے اس سے منع کر دیا تو انھیں زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کہا جانے لگا۔

قارئین کرام کو اس واقعہ سے اندازہ ہو گیا ہوگا کہ زمانۂ جاہلیت میں یہاں غلاموں کی خرید وفروخت بھی ہوتی تھی جسے اسلام نے بتدریج ختم کر دیا۔

عکاظ کے میلے کی بندش کے بارے میں مؤرخین میں اختلاف ہے۔ خلیل بن احمد اور ابن منظور کہتے ہیں کہ اسلام آیا تو یہ میلہ بند ہو گیا۔ مگر کلبی کا بیان ہے کہ عکاظ کے میلے کا آغاز عام الفیل سے 15 برس بعد شروع ہوا اور 129 ہجری تک یعنی کم وبیش 188 سال تک جاری رہا۔ جب خوارج نے زور پکڑا اور مکہ میں ابوحمزہ مختار بن عوف ازدی اباضی کا ظہور ہوا۔ خوارج کی لوٹ مار کے ڈر سے اس میلے کو ختم کر دیا گیا۔ بہر حال عکاظ کا میلہ کم وبیش 1200 سال بند رہنے کے بعد سعودی دور میں دوبارہ شروع کیا گیا ہے۔

راقم الحروف کی بڑی دیر سے خواہش تھی کہ اس جگہ کو دیکھا جائے جہاں عکاظ کا میلہ لگا کرتا تھا۔ عکاظ کے میلے کی جگہ طائف سے ریاض جانے والی سڑک پر کم وبیش چالیس کلومیٹر کے فاصلے پر واقع ہے۔ سوال یہ ہے کہ کیا یہ جگہ واقعی وہی ہے جہاں زمانۂ جاہلیت میں عکاظ کا میلہ لگا کرتا تھا، اس سلسلے میں مؤرخین کے درمیان اختلاف ہے مگر اس بات کا خاصا امکان موجود ہے کہ یہ وہی جگہ ہو۔ یہ وسیع و عریض میدان ہے۔ میلہ لگانے کے لیے یہ جگہ اس لیے موزوں تر نظر آتی ہے کہ گھڑ سواری اور اونٹوں کی دوڑ کے لیے یہ جگہ خاصی مناسب ہے۔ اس کی تائید واقدی کے اس قول سے ہوتی ہے کہ ”عکاظ وادی نخلہ اور طائف کے درمیان وادی اُشیداء میں واقع تھا۔“

(اٹلس سیرت نبوی، ص: 63)

سعودی حکومت نے عکاظ کے میلے کو خاصی اہمیت دی ہے۔ سرکاری سرپرستی میں ہونے والا یہ میلہ اس سال ماہ ستمبر کے پہلے ہفتہ میں شروع ہوا۔ اخبارات میں اس کی خوب پبلسٹی کی گئی۔ مجھے پرانے زمانے کی اشیاء اور بدوی طرز زندگی سے ایک خاص لگاؤ ہے۔ صحراء میں جا کر ٹھہرنا ہمیشہ بڑا اچھا لگتا ہے۔ سردی کے موسم میں صحراء میں خیمہ کرایہ پر لیتا ہوں۔ وہاں پورا دن بچوں سمیت گزارتا ہوں۔ بہت لطف آتا ہے۔ میں قارئین کو بھی مشورہ دوں گا کہ سردیوں میں ایک دن نکال کر صحراء میں ضرور کچھ وقت گزاریں۔ آپ کی ذہنی تھکاوٹ دور ہو جائے گی۔

13 ستمبر 2012ء کو عزیزی طلحہ مجاہد لندن



سے ایم ایس سی کی تعلیم مکمل کرکے واپس ریاض پہنچ گیا۔اس نے اپنی عملی زندگی کا آغاز کرنا تھا۔میں نے اس سے کہا: کیوں نہ ہم سب لوگ تمھاری تعلیم کی تکمیل پر شکرانہ کا عمرہ ادا کریں۔تم اپنی عملی زندگی کی شروعات عمرہ اور اللہ کے شکر سے کرو۔اچانک میرے ذہن میں سوق عکاظ کا خیال آیا کہ کیوں نہ ہم اس دفعہ ریاض سے طائف اور پھر طائف سے ریاض تک کا ہوائی سفر کریں اور عمرہ کی ادائیگی کے بعد مکہ سے واپسی پر سوق عکاظ کی سیر کریں۔

انٹرنیٹ کی بدولت اب خاصی سہولتیں ہوگئی ہیں۔جمعہ کی رات کو پروگرام بنااور کوئی آدھے گھنٹے بعد عزیزی عبدالغفار نے بتایا: ابو جی! صبح سات بجے طائف کے لیے سیٹیں کنفرم ہوگئی ہیں۔ساتھ ہی بورڈنگ پاس بھی کمپیوٹر سے نکال لیا گیا۔فجر کی نماز کے بعد ہماری فیملی کا رخ ریاض ایئرپورٹ کی طرف تھا۔ہماری فلائٹ ٹھیک آٹھ بجے طائف ایئرپورٹ پر اتر گئی۔میں خاصی مدت بعد طائف ایئرپورٹ پر اترا تھا۔چھوٹا سا مگر بڑا خوبصورت ایئرپورٹ بڑا بھلا لگا۔اب سارے سعودی ایئرپورٹس پر رینٹ اے کار کی سہولت ہے۔پانچ منٹ میں ہم نے 2012ء ماڈل کی ایک کار کرائے پر لی اور ہمارا رخ مکہ مکرمہ کی طرف تھا۔عزیزی طلحہ نے ڈرائیونگ سیٹ سنبھال لی۔الحویہ کے مقام پر یہ ایئرپورٹ طائف سے بیس پچیس کلومیٹر کے فاصلے پر ہے۔جلد ہی ہم سیل الکبیر کے راستے پر مڑ گئے۔میقات پر احرام باندھے اور لَبَّیْكَ اللّٰھُمَّ لَبَّیْكَ کہتے ہوئے ڈیڑھ گھنٹے میں مکہ مکرمہ پہنچ گئے۔ان دنوں مکہ میں بہت کم رش ہے۔ابھی حج کی فلائٹس شروع نہیں ہوئیں۔ویسے بھی دن کے ساڑھے دس بجے تھے۔طواف میں بالکل رش نہ تھا، تاہم حجر اسود کو بوسہ دینے والے حضرات وخواتین کی قطاریں لگی ہوئی تھیں۔عمرہ سے فارغ ہوئے تو نماز ظہر کا وقت ہو چکا تھا۔نماز ظہر اور عصر کی ادائیگی کے بعد ہمارا رخ واپس طائف کی طرف تھا۔ہماری جدہ برانچ کے ساتھی عبدالصمد نے مشورہ دیا کہ آپ پہاڑی راستے سے واپس جائیں تو کوئی تیس کلومیٹر سفر کی بچت ہوجائے گی۔یوں بھی یہ راستہ بڑا خوبصورت ہے۔بلاشبہ سعودی حکومت نے اس راستے کو دورویہ بنانے پر بے پناہ مال خرچ کیا ہے۔چوڑی چکلی سڑک سانپ کی طرح بل کھاتی اوپر چڑھتی چلی جاتی ہے۔راستے میں اللہ کے رسول ﷺ کے سفر طائف کا تذکرہ شروع ہوگیا۔میری بیٹی عفراء پوچھنے لگی: ابو! کیا یہ وہی راستہ ہے جس سے اللہ کے رسول ﷺ سفر کر کے طائف تشریف لے گئے تھے۔میری اپنی تحقیق کے مطابق اللہ کے رسول ﷺ پہاڑی راستے سے ہی تشریف لے گئے تھے (واللہ اعلم بالصواب) ہم اللہ کے رسول ﷺ کی عظمت کا تذکرہ کرتے ہوئے آگے بڑھے۔

میں نے دارالسلام کے ساتھی محمد شاکر کو فون کیا تو انھوں نے ''الھداء'' میں ہمارے لیے ہوٹل ''میریڈیان'' میں دو کمرے بک کروا دیے تھے۔ہم نے تھوڑی دیر اس خوبصورت ہوٹل میں آرام کیا۔چائے پی اور اپنا رخ سوق عکاظ کی طرف موڑا جو یہاں سے ساٹھ کلومیٹر کے فاصلے پر تھا۔

ہم کم و بیش 40 منٹ میں سوق عکاظ پہنچ گئے۔الھداء سے لے کر طائف تک اور طائف سے سوق عکاظ تک جگہ جگہ رہنمائی کے لیے سائن بورڈ لگے ہوئے ہیں، اس لیے بغیر کسی مشکل کے جب ہم سوق عکاظ پہنچے تو یہ ساری جگہ روشنیوں میں نہائی ہوئی تھی۔سعودی حکومت نے خادم الحرمین الشریفین شاہ عبداللہ بن عبدالعزیز کی ہدایت پر اس جگہ کو واقعی تاریخی حیثیت دے ڈالی ہے۔کئی مربع کلومیٹر پر پھیلا ہوا سوق عکاظ دیکھنے کی جگہ ہے۔ہم نے کم و بیش 5 گھنٹے اس تاریخی مقام پر گزارے۔اگر کسی کو بدوی زندگی دیکھنے کا شوق ہو تو سوق عکاظ اس کے لیے بہترین مقام ہے۔یہ درست ہے کہ یہاں اب وہ خرید و فروخت نہیں ہوتی جو کبھی زمانۂ قدیم میں ہوا کرتی تھی مگر بازاروں کو اسی پرانی طرز پر بنایا اور سجایا گیا ہے۔سعودی عرب میں وقت کے ساتھ ساتھ خیموں میں دکانوں کا رواج ختم ہوتا جارہا ہے مگر یہاں آپ کو پرانے دور کے خیمے اور رہن سہن بڑی حد تک نظر آجاتا ہے۔

زمانۂ جاہلیت میں سوق عکاظ میں بہت بڑا خیمہ لگتا تھا جس میں اس دور کے نامور شعراء و ادباء حصہ لیتے تھے۔سعودی حکومت نے ایک بہت بڑا خیمہ کئی ملین ریال کے خرچ سے بنایا ہے جس میں کئی ہزار آدمی بیٹھ سکتے ہیں۔جدید سہولتوں سے آراستہ یہ خیمہ دیکھنے کے لائق ہے۔جب ہم پہنچے تو اس وقت پروگرام شروع ہونے میں خاصا وقت تھا۔ہم کئی منزل سیڑھیاں چڑھنے کے بعد اوپر پہنچے تو ہال خالی نظر آیا۔سرخ رنگ کی بے شمار آرام دہ کرسیاں لوگوں کی منتظر



تھیں۔سامنے اسٹیج پر پہاڑی کا خوب صورت نقشہ اور پھر اس پر صحراء کا نقشہ اور اوپر علامتی خیمہ بنایا گیا تھا۔اس کے ساتھ بدوی دور میں پینے کے پانی کی مشک اور دیگر اشیاء نظر آرہی تھیں۔ میں نے متعدد بار خیمے کو دیکھا، واقعی بڑا خوبصورت ہے۔ایک چیز جو میرے لیے نئی تھی وہ اس بڑے اسٹیڈیم نما خیمے میں ایئر کنڈیشنر کی سہولت تھی۔ہمارے سروں پر بڑے بڑے نہایت پتلے کاغذ نما پلاسٹک کے پائپوں میں سے ٹھنڈی ہوا گزر رہی تھی جو اس کے باریک سوراخوں میں سے نکل کر ماحول کو ٹھنڈک پہنچا رہی تھی۔میرے لیے یہ نیا تجربہ تھا کہ اتنے بڑے ہال کو اس طریقے سے ٹھنڈا کیا گیا تھا۔

پروگرام شروع ہوا تو دمام یونیورسٹی کے ایک پروفیسر صاحب نے انرجی کے موضوع پر خطاب کرنا شروع کیا۔کچھ دیر تک ہم سنتے رہے، مگر اہلیہ کہنے لگیں: ہمارے پلے کچھ زیادہ نہیں پڑ رہا ہے۔لہٰذا یہاں سے چلنا چاہیے۔

سوق عکاظ میں کتابوں اور پروگراموں کی سی ڈیز کی نمائش بھی لگی ہوئی تھی، یہ میری دلچسپی کی چیز تھی۔ دکانیں توقع سے کم نظر آئیں اور ان میں بہت خالی بھی پڑی تھیں۔ میں تفصیل میں نہ گیا، تاہم ایک مصری ادارے کے سیلز مین سے بنیادی معلومات لیں۔ وہ مصر سے آیا تھا، کہنے لگا: ''آج ہفتہ کا دن ہے، پھر بھی 8 سو ریال کے قریب سیل ہوگئی ہے۔ جمعرات ،جمعہ دو ہزار ریال کی ہوجاتی ہے۔ آج مجھے دس دن ہو چکے ہیں۔'' اس سے اس اسٹال کا کرایہ نہیں لیا گیا تھا، اس لیے وہ خاصا خوش نظر آیا۔

خطاطی سے مجھے قدرتی لگاؤ ہے۔ یہ میرے آباء و اجداد کا پیشہ ہے۔ایک بڑا خیمہ خطاطی کے نادر نمونوں کے لیے مختص تھا۔ہم خیمے میں داخل ہونے لگے تو منتظمین سے کچھ علیک سلیک ہوئی۔ میرے یہ بتانے پر کہ ہم ریاض سے آئے ہیں، وہ بڑے خوش ہوئے اور میرے ہاتھ میں کیٹلاگ تھما دی جس میں تمام خطاطین کے نام اور ان کے نمونوں کی تصاویر شامل تھیں۔ مجھے خوشی ہوئی کہ ان میں پاکستان کے خطاط محمد علی زاہد کی خطاطی کے نمونے بھی شامل تھے۔میں خاصی دیر تک خطاطی کے ان نادر نمونوں کو دیکھتا رہا۔

تاریخ کی کتابوں میں ہے کہ بعض معروف شعراء اپنے بڑے بڑے خیمے بھی لگاتے تھے۔ ایک بڑا خیمہ عنترہ بن شداد کا نظر آیا تو میں اس میں گھس گیا۔عنترہ اپنے دور کا بہت بڑا شاعر ہی نہیں بلکہ نہایت شجاع اور بہادر شہسوار بھی تھا۔یہ زمانۂ جاہلیت میں قصیم کے علاقے میں 530ء میں پیدا ہوا۔عربوں کے ہاں اس کی بہادری کی مثالیں دی جاتی تھیں۔صبر کے حوالے سے اس کے واقعات بڑے مشہور ہیں۔یہ حسن اتفاق ہے کہ میں نے عنترہ کے بارے میں گزشتہ ہفتہ ہی پڑھا تھا۔اپنے ایک مضمون میں اس کے صبر کی مثال بھی دی تھی۔ اس معرض (نمائش) کے مسئول سے عنترہ کے حوالے سے بات ہوئی۔ جب اسے بتایا کہ میں اسے جانتا ہوں تو بڑا خوش ہوا۔ مجھے ایک بہت بڑے پتھر کی تصویر کے سامنے لے گیا جس پر اس دور کی لکھائی تھی۔عنترہ کے اشعار خیمہ میں آویزاں تھے۔میری نظر میں عنترہ کی بہادری، شجاعت اور صبر کی بہت اہمیت تھی۔ یہ وہی شخص ہے کہ جب اس سے پوچھا گیا کہ شجاعت کسے کہتے ہیں؟ تو اس نے جواب میں کہا تھا: جب موت سامنے نظر آرہی ہو تو ان لمحات میں صبر کرنے کو شجاعت کہتے ہیں، واقعی یہ لوگ ایسے تھے۔ جب گھمسان کی جنگ ہو رہی ہوتی، گردنیں کٹ رہی ہوتیں تو یہ صبر و تحمل کا مظاہرہ کرتے اور جنگ جیت جاتے۔اس کا کہنا تھا: بزدل کبھی بھی بہادر نہیں بن سکتا، اس لیے کہ وہ مشکل میں صبر نہیں کرتا اور نہ صبر کی طاقت رکھتا ہے ،جبکہ شجاع صبر کرتا ہے اور ثابت قدم رہتا ہے۔انسان کو کمال اور فضیلت صبر ہی سے حاصل ہوتی ہے۔

سوق عکاظ کم از کم ڈیڑھ کلو میٹر لمبا تھا۔ دونوں طرف خیمے اور ان کے درمیان خاصا کھلا بازار تھا۔دور سے ایک اونچی انگیٹھی میں آگ جلتی نظر آئی۔ مجھے عربوں کی پرانی عادات یاد آگئیں، جن میں سردار قبیلہ اپنے غلام سے کہتا تھا: جاؤ! پہاڑوں پر آگ جلاؤ تاکہ رات کے اندھیرے میں بھوکا اور تھکا ہوا مسافر ہمارے خیمے کی طرف آجائے۔اگر تمھاری اس کاوش کے نتیجے میں کوئی مسافر ہمارے ہاں رات

کٹ مروں گا خواجہ کونین ﷺ کے ناموس پر
سر کوئی شے ہی نہیں، یہ بھی کٹایا جائے گا
صورتِ حالات کے ویرانہ آباد میں
دبدبہ فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کا بٹھایا جائے گا



کی محمد ﷺ سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا لوح و قلم تیرے ہیں



گزارنے کے لیے آگیا تو تمھیں غلامی سے نجات مل جائے گی۔

ہم نے بازار میں چلنا شروع کیا۔ دونوں طرف بڑے بڑے خیموں میں پرانے نوادرات کی دکانیں تھیں۔ بہت ساری دکانیں خواتین کے ملبوسات پر مشتمل تھیں جن میں پردہ دار خواتین بیٹھی ہوئی تھیں۔ یہی ان دکانوں کی مالکہ بھی ہیں اور یہی ان کو چلاتی بھی ہیں۔ جگہ جگہ پانی کے مشکیزے لکڑی کے بڑے بڑے ستونوں سے لٹکے ہوئے نظر آئے۔ حکومت نے اس میلے کو خوب اہمیت دی ہے، اس لیے مختلف سرکاری اداروں کے دفاتر بھی نظر آئے۔ ایک جگہ بڑی خوبصورت ڈسپنسری نظر آئی جو خیمے میں ہی بنی ہوئی تھی۔ ایک جگہ زمانۂ جاہلیت کا لباس پہنے نوجوان نظر آئے۔ ہاتھوں میں نیزے اور تلواریں، پرانے دور کا لباس پہنے یہ نوجوان مجھے بڑے اچھے لگے۔ میں نے ایک سے پوچھا: تم کس دور کا لباس پہنے ہوئے ہو؟ کہنے لگا: زمانۂ جاہلیت کے دور کا۔ پھر ان کے ساتھ گفتگو شروع ہوئی۔ معلوم ہوا کہ وہ ڈرامے میں حصہ لینے کے لیے آئے تھے۔ تھوڑا سا آگے اسٹیج بنا ہوا نظر آیا۔ ایک بڑا ہی خوبصورت نوجوان پرانے دور کا لباس پہنے نظر آیا۔ ایک شخص نے اسے آواز دی: امرؤالقیس! ادھر آؤ۔ میرا ماتھا ٹھنکا، واقعی اس کے لباس اور جسم سے وہ امرؤالقیس ہی نظر آتا تھا۔ میری فرمائش پر اس نے میرے ساتھ تصاویر بنوائیں۔ دیگر نوجوان بھی آگئے اور انھوں نے پوز دیے۔ مجھے بتانے لگے کہ ہم مختلف شہروں سے آئے ہیں۔ یہاں مجھے واقعی بڑے بڑے تنومند، خوبصورت اور سجیلے نوجوان نظر آئے۔ ان کے ڈیل ڈول وضع قطع سے ان پر پرانے دور کے مجاہدین کا گمان ہوتا تھا۔

سامنے ایک عارضی سا خیمہ نظر آیا۔ میرے سوال کے جواب میں انھوں نے بتایا کہ پرانے زمانے میں جنگوں کے دوران اس قسم کا عارضی میڈیکل سنٹر بنایا جاتا تھا جہاں دوران جنگ زخمیوں کا علاج کیا جاتا تھا۔

میں تصور میں سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو دیکھ رہا تھا جو عکاظ، مجنہ اور ذوالمجاز کے میلوں میں شرکت کرتے تھے۔ یہاں وہ کشتیاں لڑتے تھے اور تجارتی فوائد کے ساتھ ساتھ تاریخ عرب کی معرفت حاصل کرتے تھے۔ وہ تاریخ میں مذکور باہمی مقابلوں اور مایۂ ناز کارناموں کا علم بھی حاصل کرتے تھے کیونکہ ان باتوں کا ذکر میلے میں جمع ہونے والے تمام قبائل کے سامنے ہوتا تھا۔ ان امور کو اس دور کے ماہر ادیب اور نقاد خالص ادبی انداز میں پیش کرتے تھے۔

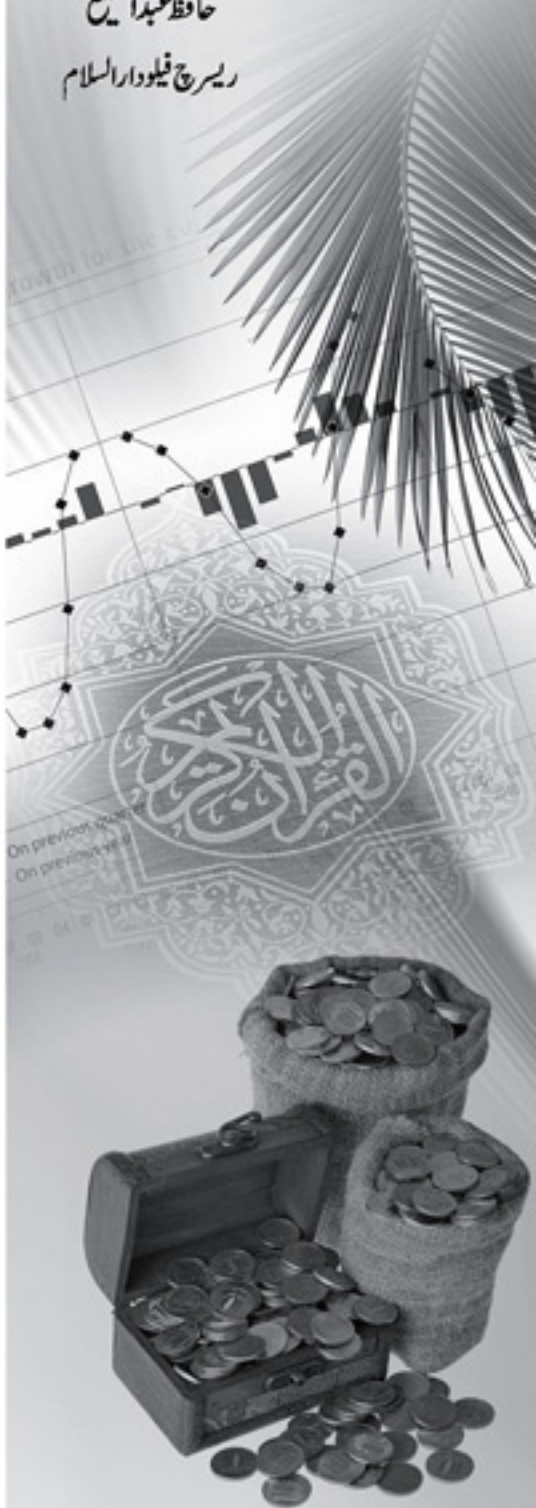
خاصی بڑی تعداد میں اونٹ ایک قطار میں چلتے دکھائی دے رہے تھے۔ ان کی مہار ایک شخص نے پکڑی ہوئی تھی۔ اس سے اندازہ ہوتا تھا کہ بدوی دور میں کس طرح اونٹ ایک قطار میں چلتے تھے۔ یہ مناظر تو آج بھی آپ کو سعودی عرب میں نظر آتے ہیں۔ عربوں نے اپنی روایات کو نہیں بدلا۔ بطور خاص دیہات میں رہنے والے اب بھی اونٹ پالتے ہیں۔ ان کا گوشت بڑے شوق سے کھاتے ہیں۔ دکانوں پر حاشی (اونٹ) کا بڑا مزیدار گوشت فروخت ہوتا ہے۔ اونٹنی کا دودھ اپنے اندر خاصی طاقت اور قوت رکھتا ہے۔ متعدد بیماریوں کا علاج بھی اس سے کیا جاتا ہے۔

مختلف دکانوں پر ہاتھ سے بنی چیزیں بڑی دیدہ زیب تھیں۔ عموماً ان دکانوں پر بوڑھے بیٹھے ہوئے نظر آئے۔ وقت کی کمی کی وجہ سے میں ان چیزوں کے نرخ نہ پوچھ سکا، تاہم یہ اندازہ ہوا کہ اس ملک میں لوک ورثے کی حفاظت آج بھی جاری ہے۔

میری خواہش تھی کہ جب ہم عکاظ کے میلے میں آئے ہیں تو خالص عربی کھانوں کا مزہ لیں۔ موسم ویسے بھی بڑا شاندار تھا۔ رات گہری ہو رہی تھی اور ٹھنڈی ہوا کے جھونکے آرہے تھے۔ بازار میں صفائی کا بے حد اہتمام کیا گیا تھا۔ میں نے ادھر ادھر دیکھا، ایک جگہ کچھ خواتین ریستوران کھولے بیٹھی تھیں۔ میں نے پوچھا تو کہنے لگیں: ہمارے پاس شعبی یعنی دیہاتی کھانے ہیں۔ بچوں کی رائے لی تو انھوں نے پہلے تو انکار کیا مگر جب میں نے ان کو دلیل دی کہ آج کی رات بدوی تہذیب کے نام ہے۔ یوں بھی یہ بات معروف ہے کہ خواتین اپنے گھر میں کھانے بڑے صاف ستھرے اور مزیدار بناتی ہیں۔ ان کھانوں کو تیار کرنے والی خواتین بطور خاص قصیم سے آئی تھیں۔ قرصان، مرقوق، جریش، شاورما، روتیلا، کبسہ، تمام ہی کھانے گھر کے بنے ہوئے تھے۔ ہم نے ان کو پیک کروایا۔ میں نے پوچھا: یہاں کھانے کے لیے کوئی جگہ ہے؟ ایک سعودی قریب سے گزر رہا تھا، کہنے لگا: ان خیموں کے پیچھے بڑی خوبصورت گھاس ہے۔ وہاں بیٹھ کر کھانا کھائیں بہت مزا آئے گا۔ بلاشبہ ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا میں یہ کھانا بڑا مزیدار تھا۔

اسلامی نظام معیشت

حافظ عبدالسمیع
ریسرچ فیلو دارالسلام



اسلام کے نظام معیشت کا اصول یہ ہے کہ ہر فرد کو اس کے پورے شخصی و فطری حقوق بھی دیے جائیں اور اس کے ساتھ تقسیمِ دولت کا توازن بھی نہ بگڑنے دیا جائے۔ ایک طرف وہ فرد کو شخصی ملکیت کا حق اور اپنے مال میں تصرف کرنے کے اختیارات دیتا ہے۔ دوسری طرف وہ ان سب حقوق اور اختیارات پر باطن کی راہ سے کچھ اخلاقی پابندیاں اور ظاہر کی راہ سے کچھ ایسی قانونی پابندیاں عائد کر دیتا ہے جن کا مقصد یہ ہے کہ کسی جگہ وسائلِ ثروت کا غیر معمولی اجتماع نہ ہو سکے، ثروت اور اس کے وسائل ہمیشہ گردش کرتے رہیں۔

ذیل میں اسلامی نظامِ معیشت اور اس کے سات ارکان کا ذکر کیا جاتا ہے۔

1- مال کمانے کے ذرائع میں جائز اور ناجائز کی تفریق

اسلامی نظام معیشت کی خوبیوں میں سے پہلی چیز یہ ہے کہ اسلام اپنے پیروؤں کو دولت کمانے کا عام لائسنس نہیں دیتا بلکہ کمائی کے طریقوں میں اجتماعی مفاد کے لحاظ سے جائز اور ناجائز کا امتیاز قائم کرتا ہے۔ یہ امتیاز اس قاعدہ کلیہ پر مبنی ہے کہ دولت حاصل کرنے کے وہ تمام طریقے ناجائز ہیں جن میں ایک شخص کا فائدہ دوسرے افراد کے نقصان پر مبنی ہو، اور ہر وہ طریقہ جائز ہے جس میں فوائد کا تبادلہ متعلقہ افراد کے درمیان منصفانہ طور پر ہو۔

قرآنِ کریم میں اس قاعدۂ کلیہ کو اس طرح بیان کیا گیا ہے۔ ''اے لوگو! جو ایمان لائے ہو آپس میں ایک دوسرے کے مال کو باطل طریقوں سے نہ کھاؤ، لین دین ہونا چاہیے آپس کی رضا مندی سے اور اپنے آپ کو قتل نہ کرو، یقین مانو کہ اللہ تمھارے اوپر مہربان ہے۔ جو شخص ظلم و زیادتی کے ساتھ ایسا کرے گا اس کو ہم ضرور آگ میں جھونکیں گے۔''

(النساء 4: 30-29)

اس آیت میں تجارت سے مراد اشیاء اور خدمات کا تبادلہ بالعوض آپس کی رضا مندی کے ساتھ اسے مشروط کر کے تبادلے کی ان تمام صورتوں کو ناجائز کر دیا گیا ہے جن میں کسی نوعیت کا دباؤ شامل ہو، یا کوئی دھوکا یا ایسی چال ہو جو اگر دوسرے فریق کے علم میں آ جائے تو وہ اس پر راضی نہ ہو۔

اس اصولی حکم کے علاوہ مختلف مقامات پر قرآن مجید میں مال حاصل کرنے کی جن صورتوں کو حرام کیا گیا ہے وہ یہ ہیں:

رشوت اور غضب: ''اور تم لوگ نہ تو آپس میں ایک دوسرے کے مال ناروا طریقہ سے کھاؤ اور نہ حاکموں کے آگے ان کو اس غرض کے لیے پیش کرو کہ تمھیں دوسروں کے مال کا کوئی حصہ قصداً ظالمانہ طریقے سے کھانے کا موقع مل جائے۔'' (البقرۃ 2: 188)

خیانت: خواہ افراد کے مال میں ہو یا پبلک کے مال میں۔

(البقرۃ 2:283، آل عمران 3:161)

مالِ یتیم میں بے جا تصرف (النساء 4:10)

ناپ تول میں کمی۔

(المطففین 83:3)

فحش پھیلانے والے ذرائع کا کاروبار۔

(النور 24:19)

قحبہ گری اور زنا کی آمدنی۔

(النور 24:32-33)

شراب بنانا، اس کی بیع اور اس کا حمل ونقل۔
(المائدہ 5:90)
جوا اور وہ تمام ذرائع جن سے کچھ لوگوں کا مال دوسرے لوگوں کی طرف منتقل ہونا محض اتفاق پر مبنی ہو۔ (المائدہ 5:90)
بت گری، بُت فروشی اور بُت خانوں کی خدمات۔ (المائدہ 5:90)
سود خوری، سود لینا، دینا اور ایجنٹ کا کردار ادا کرنا وغیرہ۔
(البقرۃ 2:275,278-280، آل عمران 3:130)

2- مال جمع کرنے کی ممانعت

دوسرا اہم حکم یہ ہے کہ جائز طریقوں سے جو دولت کمائی جائے اس کو جمع نہ کیا جائے، کیونکہ اس سے دولت کی گردش رُک جاتی ہے، اور تقسیمِ دولت میں توازن برقرار نہیں رہتا۔ دولت سمیٹ سمیٹ کر جمع کرنے والا نہ صرف خود بدترین اخلاقی امراض میں مبتلا ہوتا ہے بلکہ درحقیقت وہ پوری قوم کے خلاف ایک شدید جرم کا ارتکاب کرتا ہے، اور اس کا نتیجہ آخر کار خود اس کے لیے برا ہوتا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَ لَا یَحْسَبَنَّ الَّذِیْنَ یَبْخَلُوْنَ بِمَآ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ هُوَ خَیْرًا لَّهُمْ بَلْ هُوَ شَرٌّ لَّهُمْ﴾ ''اور جو لوگ اللہ کے دیے ہوئے فضل میں بخل کرتے ہیں وہ یہ گمان نہ کریں کہ یہ فعل ان کے لیے اچھا ہے، بلکہ درحقیقت یہ ان کے لیے برا ہے۔''
(آل عمران 3:180)

﴿وَ الَّذِیْنَ یَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَ الْفِضَّةَ وَ لَا یُنْفِقُوْنَهَا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِیْمٍ﴾ ''اور جو لوگ سونا اور چاندی جمع کرتے ہیں اور اس کو اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے ان کو عذاب الیم کی خبر دے دو۔''
(التوبۃ 9:33)

یہ حکم سرمایہ داری کی بنیاد پر ضرب لگاتا ہے، بچت کو جمع کرنا اور جمع شدہ دولت کو مزید دولت پیدا کرنے میں لگانا اور اللہ کی راہ میں خرچ نہ کرنا، یہی دراصل سرمایہ داری کی جڑ ہے۔

3- خرچ کرنے کا حکم

جمع کرنے کی بجائے اسلام خرچ کرنے کی تعلیم دیتا ہے۔ مگر خرچ کرنے سے اس کا مقصد یہ نہیں ہے کہ آپ عیش و آرام حاصل کرنے میں دولت لٹائیں۔ بلکہ وہ خرچ کرنے کا حکم فی سبیل اللہ کی قصد کے ساتھ دیتا ہے، یعنی آپ کے پاس اپنی ضروریات سے جو کچھ بچ جائے اسے بھلائی کے کاموں میں خرچ کر دیں۔

﴿یَسْئَلُوْنَكَ مَاذَا یُنْفِقُوْنَ قُلِ الْعَفْوَ﴾ ''اور وہ تم سے پوچھتے ہیں کہ کیا خرچ کریں کہو کہ جو ضرورت سے بچ رہے۔''
(البقرۃ 2:219)

﴿فِیْۤ اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ مَّعْلُوْمٌ ۝ لِّلسَّآئِلِ وَالْمَحْرُوْمِ ۝﴾ اور ان کے مالوں میں سائل اور نادار کا حق ہے۔ (المعارج 70:24-25)

آپ غور کریں اسلام کا نقطہ نظر سرمایہ داری کے نقطہ نظر سے بالکل مختلف ہے۔ سرمایہ دار سمجھتا ہے کہ خرچ کرنے سے مفلس ہو جاؤں گا اور جمع کرنے سے مال دار بنوں گا۔ اسلام کہتا ہے کہ خرچ کرنے سے مالدار بنوں گے۔ خرچ کرنے سے برکت ہوگی، تیری دولت گھٹے گی نہیں بلکہ اور بڑھے گی۔

﴿اَلشَّیْطٰنُ یَعِدُكُمُ الْفَقْرَ وَ یَاْمُرُكُمْ بِالْفَحْشَآءِ وَ اللّٰهُ یَعِدُكُمْ مَّغْفِرَةً مِّنْهُ وَ فَضْلًا﴾ ''شیطان تمھیں مفلسی سے ڈراتا ہے اور شرمناک طرزِ عمل اختیار کرنے کی ترغیب دیتا ہے مگر اللہ تمھیں اپنی بخشش اور فضل کی امید دلاتا ہے۔'' (البقرۃ 2: 268)

سرمایہ دار سمجھتا ہے کہ جو کچھ خرچ کر دیا وہ کھو گیا۔ اسلام کہتا ہے کہ نہیں، وہ کھویا نہیں گیا بلکہ اس کا بہتر فائدہ تمھاری طرف پھر پلٹ کر آئے گا۔

﴿وَ مَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَیْرٍ یُّوَفَّ اِلَیْكُمْ وَ اَنْتُمْ لَا تُظْلَمُوْنَ﴾ ''تو جو کچھ مال تم راہِ خیر میں خرچ کرو گے، اس کا پورا پورا اجر تمھیں دیا جائے گا اور تمھاری حق تلفی ہرگز نہ ہوگی۔''
(البقرہ 2:272)

سرمایہ دار سمجھتا ہے کہ دولت کو جمع کر کے اسے سود پر چلانے سے دولت بڑھتی ہے۔ اسلام کہتا ہے کہ نہیں، سود سے تو دولت گھٹ جاتی ہے۔ دولت بڑھانے کا ذریعہ نیک کاموں میں اسے خرچ کرنا ہے۔

﴿یَمْحَقُ اللّٰهُ الرِّبٰوا وَ یُرْبِی الصَّدَقٰتِ﴾ ''اللہ سود کو مٹاتا ہے اور صدقے کو بڑھاتا ہے۔''
(البقرۃ 2:276)

اسلام جو ذہنیت پیدا کرتا ہے وہ بھی سرمایہ دارانہ ذہنیت سے بالکل مختلف ہے۔ سرمایہ دار کے ذہن میں کسی طرح یہ تصور سما ہی نہیں سکتا کہ ایک شخص اپنا پیسہ دوسرے کو سود کے بغیر کیسے دے سکتا ہے؟ مگر اسلام کی تعلیم یہ ہے کہ



حاجت مند کو صرف قرض ہی نہ دو بلکہ اگر وہ تنگ دست ہو تو اس پر تقاضے میں سختی بھی نہ کرو اور اگر اس میں دینے کی صلاحیت نہ ہو تو معاف کر دو۔"

﴿وَ اِنْ كَانَ ذُوْ عُسْرَةٍ فَنَظِرَةٌ اِلٰى مَيْسَرَةٍ وَ اَنْ تَصَدَّقُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ﴾ "اور اگر کوئی تنگی والا ہو تو اسے آسانی تک مہلت دینی چاہیے اور صدقہ کرو تو تمھارے لیے بہت ہی بہتر ہے۔"

(البقرۃ 280:2)

4- زکوٰۃ

واضح رہے کہ معاشیات میں اسلام جس مطمح نظر کو سامنے رکھتا ہے وہ یہ کہ دولت کسی جگہ جمع نہ ہونے پائے۔ دولت مسلسل گردش میں رہے اور اس سے ہر شخص فائدہ حاصل کر سکے۔ اسلام اپنی بلند اخلاقی تعلیم اور ترغیب و ترہیب کے نہایت موثر طریقوں سے فیاضی اور حقیقی امدادِ باہمی پیدا کرتا ہے۔ اور اس کے ساتھ ہی زکوٰۃ کا ایسا قانون بنا دیا ہے جس کے ذریعے سوسائٹی کی فلاح و بہبود ہو سکے۔

اسلام کے معاشی نظام میں زکوٰۃ کو اتنی اہمیت دی گئی ہے کہ اس کو ارکانِ اسلام میں شامل کر دیا گیا ہے۔ اور انسان کے مال کی صفائی، ستھرائی، پاکیزگی کا ذریعہ بنایا گیا ہے۔

﴿خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَ تُزَكِّيْهِمْ بِهَا﴾ "آپ ان کے مالوں میں سے صدقہ لے لیجیے جس کے ذریعے سے آپ ان کو پاک صاف کر دیں۔" (التوبۃ 103:9)

5- قانونِ وراثت

اپنی ضروریات پر خرچ کرنے اور راہِ خدا میں دینے اور زکوٰۃ ادا کرنے کے بعد بھی جو دولت کسی ایک جگہ سمٹ کر رہ گئی ہو اس کو پھیلانے کے لیے پھر ایک تدبیر اسلام نے اختیار کی ہے اور وہ اس کا قانونِ وراثت ہے۔ اس قانون کا منشا یہ ہے کہ جو شخص مال چھوڑ کر مر جائے، خواہ وہ زیادہ ہو یا کم، اس کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے نزدیک و دور کے رشتہ داروں میں درجہ بدرجہ پھیلا دیا جائے۔

تقسیمِ وراثت کا یہ قانون جیسا اسلام میں پایا جاتا ہے کسی اور معاشی نظام میں نہیں پایا جاتا۔ دوسرے معاشی نظاموں کا میلان اس طرف ہے کہ جو دولت ایک شخص نے سمیٹ کر جمع کی ہے وہ اس کے بعد بھی ایک یا چند اشخاص کے پاس سمٹی رہے۔ مگر اسلام دولت کے سمٹنے کو پسند نہیں کرتا وہ اس کو پھیلانا چاہتا ہے تا کہ دولت کی گردش میں رہے۔

6- غنائم کی تقسیم

اس معاملے میں بھی اسلام نے وہی مقصد پیشِ نظر رکھا ہے۔ جنگ میں جو مالِ غنیمت فوجوں کے ہاتھ آئے اس کے متعلق یہ قانون بنایا گیا کہ اس کے پانچ حصے کیے جائیں، چار حصے فوج میں تقسیم کر دیے جائیں اور ایک حصہ اس غرض سے رکھ لیا جائے کہ عام قومی مصالح میں صرف ہو۔

7- اقتصاد کا حکم

ایک طرف اسلام نے دولت کو تمام افرادِ قوم میں گردش دینے اور مال داروں کے مال میں ناداروں کو حصہ دار بنانے کا انتظام کیا ہے۔

دوسری طرف ہر شخص کو اپنے خرچ میں اقتصاد اور کفایت شعاری ملحوظ رکھنے کا حکم دیتا ہے تا کہ افراد اپنے معاشی وسائل سے کام لینے میں افراط و تفریط کی روش اختیار کر کے ثروت کے توازن کو نہ بگاڑ دیں۔

"نہ اپنے ہاتھ کو اپنی گردن سے باندھے رکھ (کہ کھلے ہی نہیں) اور نہ اس کو بالکل ہی کھول دے کہ بعد میں حسرت زدہ بن کر بیٹھ جائے۔" (الاسراء 29:17)

"اللہ کے نیک بندے وہ ہیں کہ جب خرچ کرتے ہیں تو نہ اسراف کرتے ہیں اور نہ بخل برتتے ہیں بلکہ ان دونوں کے درمیان معتدل رہتے ہیں۔" (الفرقان 67:25)

اس تعلیم کا منشا یہ ہے کہ ہر شخص جو کچھ خرچ کرے اپنے معاشی وسائل کی حد میں رہ کر خرچ کرے۔ نہ اس قدر حد سے تجاوز کر جائے کہ اس کا خرچ آمدنی سے بڑھ جائے، یہاں تک کہ وہ اپنی فضول خرچیوں کے لیے ایک ایک کے آگے ہاتھ پھیلاتا پھرے، دوسروں کی کمائی پر ڈاکے مارے اور حقیقی ضرورت کے بغیر لوگوں سے قرض لے۔ وغیرہ

اور نہ ایسا بخیل بن جائے کہ اس کے معاشی وسائل جس قدر خرچ کرنے کی اس کو اجازت دیتے ہوں اُتنا بھی خرچ نہ کرے۔ بلکہ ان کے درمیان کی راہ اختیار کرے۔

تحفظ ناموسِ رسول ﷺ

ہماری جان بھی قربان ہے ناموسِ رسالت پر
لٹا دیں دولتِ کونین ہم اس ایک دولت پر

یہی بس اصل ایمان اصل دیں اصلِ عقیدت ہے
فداتن من، سدا کرتے رہیں آقا کی حرمت پر

کبھی جو زیست میں توقیرِ حضرت کا سوال آئے
تو لازم ہے کہ دے دیں جان بھی ہم ان کی عظمت پر

کریں گھر بار بھی اپنا نچھاور شان پر ان کی
مگر دھبہ نہ آنے دیں کبھی ہم دیں کی شوکت پر

اگر ٹیری جونز سا کوئی بد زباں ہذیان بکتا ہو
تو بن جائیں سراپا احتجاج ایسی جسارت پر

"خدا شاہد ہے کامل اپنا ایماں ہو نہیں سکتا
نہ جب تک کٹ مریں ہم خواجۂ طیبہ کی عزت پر"

(محمد حنیف نازش)

❁.....❁.....❁

کوئی بھی شے اس سے بڑھ کر ہو نہیں سکتی عزیز
ہے زیادہ عظمتِ انساں سے ناموسِ رسولؐ

کر دیا جاں دے کے ثابت غازی علم دین نے
قیمتی ہے غازیوں کی جاں سے ناموسِ رسولؐ

عزت و آرام و جاں دے دیں، مسلماں کٹ مریں
اور بچائیں شدتِ ارماں سے ناموسِ رسولؐ

آدمی کے واسطے ایمان سب کچھ ہے نثار
بڑھ کے ہے لیکن کہیں ایماں سے ناموسِ رسولؐ

(اصغر نثار قریشی)



ماہِ ستمبر کے درست جوابات

① حج کے مہینے تین ہیں: شوال، ذوالقعدہ اور ذوالحجہ۔
② ازواج مطہرات کے نام: ام المومنین خدیجہ، ام المومنین سودہ، ام المومنین عائشہ، ام المومنین حفصہ، ام المومنین زینب بنت خذیمہ، ام المومنین ام سلمہ، ام المومنین زینب بنت جحش، ام المومنین جویریہ، ام المومنین صفیہ، ام المومنین میمونہ، ام المومنین ام حبیبہ رضی اللہ عنہن۔
③ عقیدہ توحید کے بغیر نجات ممکن نہیں۔ ④ جتنے بھی روزے رکھے ان کی تعداد۔

بذریعہ قرعہ اندازی 6 ماہ کے لیے فری رسالہ پانے والوں کے نام

ام احمد (لاہور)، محمد شفیق (ساہیوال)، بریرہ (جھنگ)، امیر حمزہ (ننکانہ صاحب)، خالد محمود ساجد (راجن پور)، زبیر بن خالد (گوجرانوالہ)، حافظہ امامہ اقبال

عبارتیں ڈھونڈیں انعام پائیں

① یہ ہے اسوۂ رسول جسے اپنائے بغیر ہم کامیاب ہو ہی نہیں سکتے۔
② "خبردار! گواہ ہو جاؤ! اس (لونڈی) کا خون رائیگاں ہے۔"
③ پاکستان میں اس گروہ نے ریاست کے اندر اپنی ایک الگ ریاست قائم کر رکھی ہے۔
④ پاکستانی حکومت کو خط لکھنے کی توفیق کیوں نہیں ہو رہی؟

بچوں کے لیے انعامی کوئز

① گستاخ رسول کی سزا کیا ہے؟ ② نبی ﷺ کے دور میں جن گستاخانِ رسول کو قتل کیا گیا، ان میں سے تین کے نام بتائیں؟ ③ مخلوق میں سے کائنات کی سب سے عظیم ہستی کون سی ہے؟ ④ پہلی آسمانی کتابوں میں نبی ﷺ کا ذکر کس نام سے ہے؟

(قارئین جوابات بذریعہ "ای میل" بھی بھیج سکتے ہیں۔ قرعہ اندازی میں شامل ہونے کے لیے جوابات کا ہر مہینے کی 20 تاریخ تک پہنچنا ضروری ہے۔)

حُرمتِ رسُول صَلَّی اللہُ علیہِ وسلَّم اور اُمّتِ رسُول صَلَّی اللہُ علیہِ وسلَّم



محمد نعمان فاروقی

تاریخی پس منظر

انبیاء و رسل علیہم السلام کی شان میں ہرزہ سرائیوں کا نہ تو یہ سلسلہ نیا ہے اور نہ یہ محمد رسول اللہ ﷺ کے ساتھ خاص ہے۔ دیگر انبیاء علیہم السلام کی طرح رسول اللہ ﷺ کو آپ کی مبارک زندگی میں بھی استہزاء کا نشانہ بنایا جاتا رہا۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿وَإِذَا رَآكَ الَّذِينَ كَفَرُوٓا إِن يَتَّخِذُونَكَ إِلَّا هُزُوًا﴾ ''اور کافر جب آپ کو دیکھتے ہیں تو آپ کو مذاق کا نشانہ بناتے ہیں۔'' (الانبیاء 36:21) آپ ﷺ فرماتے تھے: ''دیکھا اللہ تعالیٰ نے کیسے قریش کی کی گئی ہرزہ سرائیوں سے محفوظ رکھا وہ تو ''مذمم'' کو برا بھلا کہتے اور لعن کرتے ہیں مگر میں تو محمد (بہت زیادہ تعریف کیا گیا) ہوں۔'' (صحیح البخاري: 3340) اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿إِنَّا كَفَيْنَاكَ الْمُسْتَهْزِئِينَ﴾ ''ہم استہزاء کرنے والوں کے مقابلے میں آپ کے لیے کافی ہیں۔'' (الحجر 95:15) اور نبی ﷺ سے پہلے انبیاء علیہم السلام سے ٹھٹھا مذاق کرنے والوں کے بارے میں فرمایا: ﴿وَلَقَدِ اسْتُهْزِئَ بِرُسُلٍ مِّن قَبْلِكَ﴾ ''اور تحقیق آپ سے پہلے رسولوں کے ساتھ بھی استہزاء کیا گیا۔'' (الرعد 32:13)

رسولوں سے استہزاء ان کے پیروکاروں کی وجہ سے نہیں ہوا بلکہ پیغمبروں کی دعوت، تعلیمات اور اعلیٰ و اجلے کردار کو نشانہ بنایا جاتا رہا۔ نوح علیہ السلام اللہ کے حکم سے کشتی بنا رہے تھے مگر جو بھی کافر سردار وہاں سے گزرتا انھیں مذاق کر کے گزرتا۔ (ھود 38:11) نبی کریم ﷺ کی تعلیمات کو بھی استہزاء اور مذاق کا نشانہ بنایا گیا۔ مشرک لوگ سیدنا سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے ازراہ مذاق یہ کہنے لگے کہ تمھارے نبی نے تمھیں قضائے حاجت کے آداب تک سکھا دیے ہیں۔ اس سے ان کا مقصود تعلیمات نبویہ کو مذاق کرنا تھا جیسا کہ حدیث میں وضاحت موجود ہے مگر سلمان فارسی رضی اللہ عنہ ان کے پروپیگنڈے سے متاثر نہ ہوئے بلکہ قضائے حاجت کے مزید آداب بھی بتا دیے جن سے تا حال مشرکین بھی ناواقف تھے۔ (سنن ابن ماجہ: 316) اور بسا اوقات تعلیمات نبویہ پر عمل پیرا ہونے والوں کو بھی مذاق کا نشانہ بنایا جاتا ہے۔ اس کام میں کافر اس حد تک منصوبہ بندی سے چل رہے ہیں کہ انھوں نے امت محمدیہ کو غیر شعوری طور پر تعلیماتِ محمدیہ کا استہزاء کرنے پر لگا دیا ہے۔

اور تعلیمات نبویہ کو مذاق بنانے کا ''رواج'' ہمارے ہاں عام ہے۔ اور یہ کفار کی ایک مکاری تھی کہ انھوں نے تعلیماتِ نبویہ کو نشانہ بنا کر مسلمانوں کا مزاج چیک کیا کیونکہ جس ذات کا مقام ہو اس کی بات اور تعلیم کی بھی اہمیت ہوتی ہے۔ جب کفار کو اس کا ادراک ہو

گیا تو انھوں نے خاکوں کا سلسلہ شروع کیا اور اس کے بعد اب نازیبا فلم بنائی گئی۔

تاریخ بتاتی ہے کہ کفار جنگی محاذوں پر سرگرم رہنے کے ساتھ ساتھ میڈیا کے محاذ پر بھی سرگرم رہے۔ عہد نبوت میں بھی یہ انداز رائج تھا۔ آپ ﷺ سیدنا حسان رضی اللہ عنہ سے فرماتے: میری طرف سے انھیں جواب دو۔ اے اللہ! تو روح القدس کے ذریعے سے اس کی تائید فرما۔" (صحیح مسلم: 2485) آپ یہ بھی فرماتے: "قریش کی توہین کرو! یہ ان پر تیروں کی بوچھاڑ سے بھی زیادہ ناگوار ہے۔" (صحیح مسلم:2490)

سیرت کا طالب علم جانتا ہے کہ ہر جنگ کے موقع پر صحافتی جنگ کا بھی ایک مرحلہ آتا تھا اور نبی ﷺ کی سرپرستی میں دشمنوں کو دندان شکن جواب دیا جاتا۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "ہمیں اطلاعات موصول ہوئی ہیں کہ رومیوں کے محاصرے کے دوران بسا اوقات مسلمان فتح کی آس کھو چکے ہوتے، پھر وہاں کے رہائشی نبی ﷺ کی شان میں ہرزہ سرائی کر دیتے، اور اس کے بعد ایک دو دن میں فتح ہو جاتی۔.....اسی طرح بعض مغربی مسلمانوں نے بھی عیسائیوں کے ساتھ اسی قسم کے تجربات کا مشاہدہ کیا تھا۔" (الصارم المسلول، ص: 94) اس سے واضح ہوتا ہے کہ یہ گستاخ کافروں کا محض ردعمل نہیں پرانی ریت ہے۔

کفار کی طرف سے گاہے گاہے آپ ﷺ کی اہانت کا سلسلہ سامنے آتا رہا۔ اطالوی شاعر دانتے (1265۔ 1321ء) نے اپنی شاعری میں نبی کریم ﷺ کا ذکر اچھے الفاظ میں نہیں کیا۔ اسی طرح 1967ء کے آخر میں رومن کیتھولک چرچ کے پوپ نے درخواست کی کہ یکم جنوری 1968ء کا دن "یوم امن" کے طور پر منایا جائے۔ مولانا ابو الاعلیٰ مودودی رحمہ اللہ نے اس پوپ کے نام خط لکھا جس میں یہ کہا گیا تھا کہ امن میں سب سے بڑی رکاوٹ مسیحی علماء کی وہ تحریریں اور تقریریں ہیں جن میں وہ سیدنا محمد ﷺ، قرآن اور اسلام پر حملے کرتے ہیں اور جن کا سلسلہ آج بھی جاری ہے۔(ملاحظہ ہو خطبات یورپ)

استہزاء تو الگ رہا یہودی تو انبیاء کو قتل بھی کرتے آئے ہیں۔ یہودیوں نے عیسیٰ علیہ السلام کی شان میں جو ہرزہ سرائیاں کی ہیں وہ تاریخ کا ایک تاریک باب ہے۔ اور موجودہ بائبل میں عیسیٰ علیہ السلام اور دیگر انبیاء علیہم السلام کے متعلق نازیبا الفاظ سے پتہ چلتا ہے کہ مسلمانوں کے سوا کسی مذہب کے ہاں رسالت و نبوت کا کوئی مقام نہیں ہے۔ وہ دوسرے مذہب کے پیغمبروں کو نعوذ باللہ مخالف سیاسی پارٹی کا لیڈر سمجھتے ہیں۔

ہرزہ سرائیوں کے عوامل

یہ ایک حقیقت ہے کہ جب دلائل ساتھ نہ دیں تو کوئی عیب تلاش کیا جاتا ہے یا استہزاء کا نشانہ بنایا جاتا ہے۔ غیر مسلم "دانشور" اور مستشرقین نبی کریم ﷺ پر اعتراضات کرتے رہے جن میں سے زیادہ تر اسلام کے بزور شمشیر پھیلانے اور نبی ﷺ کی کثرت ازواج یا عورتوں کے حقوق کی تلفی سے متعلقہ تھے۔ بار بار انھیں دہرایا جاتا رہا اور حد درجہ تعصب سے کام لیا گیا۔ کفار کو یہ حقیقت نظر نہیں آتی کہ آج محض نبی ﷺ کی سیرت اور تعلیمات کا مطالعہ کر کے غیر مسلم مسلمان ہو رہے ہیں، اب کون سا تلوار لٹک رہی ہے۔ اسلام میں اب بھی کشش ہے کہ غیر مسلم اس کی طرف لپک رہے ہیں تو نبی ﷺ کے مبارک دور میں کیوں نہ ہو گی! اور جب بات نہ بنی اور دیار غیر ہی میں محمد کریم ﷺ کو ماننے والے بڑھتے اور پھیلتے چلے گئے تو وہ اس قسم کی گھٹیا حرکتوں پر اتر آئے۔

استہزاء و اہانت کے عوامل میں سے یہ بھی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی شان گھٹا کر مسلمانوں کے جذبات مجروح کریں۔ انھیں اس بات کا اندازہ ہے کہ اہانتِ رسول سے مسلمانوں کے جذبات مجروح ہوتے ہیں۔ ایک یہودی نوجوان اس موضوع پر پی ایچ ڈی کر رہا تھا کہ مسلمانوں کے جذبات کس وجہ سے بھڑکتے ہیں۔ مسلمان صحافی نے اس سے پوچھا کہ تم کس نتیجے پر پہنچے ہو؟ اس نے کہا کہ رسول اکرم ﷺ کی شان میں کوئی ہرزہ سرائی ہو تو تمام مسلمانوں کے جذبات بھڑک اٹھتے ہیں۔ اس قسم کی تحقیقات اور نتائج کے باوجود وہ گاہے گاہے ایسے گھناؤنے جرائم کا ارتکاب کرتے رہتے ہیں تاکہ مسلمانوں کی دلآزاری ہو۔

خاکوں یا فلموں سے ان کا مقصد یہ بھی ہوتا ہے کہ نو مسلموں یا اسلام اور پیغمبر اسلام سے متاثر لوگوں کے ذہنوں میں غلط نقش بٹھائیں۔ اب فاسٹ اور آزاد میڈیا کا سہارا لے کر ان کو

اپنے خبث باطن کے اظہار کا بھرپور موقع ہاتھ لگا ہے۔ جبکہ ''آزادیِ اظہار'' کا پلیٹ فارم پہلے ہی ان کے پاس تھا۔ اسی طرح مختلف اسلامی ممالک پر حملے بھی اسی سلسلے کا تسلسل ہیں۔ دراصل یہ ان کی بوکھلاہٹ کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ اور ان کی بوکھلاہٹ کا بنیادی سبب یہ ہے کہ ان کے خاص و عام بکثرت قبولِ اسلام سے سرفراز ہو رہے ہیں، جبکہ ان کی کوشش تو یہ تھی کہ مسلمانوں کو کافر بنایا جائے..... اب انھیں اپنے ''گھر'' کی فکر لگ گئی ہے۔ اپنی بوکھلاہٹ کا اظہار وہ خود کرتے ہیں۔

ہالینڈ کے ملعون گرٹ (جس نے 100 خاکوں پر مشتمل کتاب شائع کی تھی) نے کہا تھا: ''یورپ کو اس وقت اسلامائزیشن کے سونامی کا سامنا ہے..... ورنہ یہ مذہب پورے مغرب کو اپنے ساتھ بہالے جائے گا۔'' ڈک چینی نے کہا تھا: ''گزشتہ صدی میں ہمیں تین خطرات کا سامنا تھا: کمیونزم، نازی ازم اور اسلامی بنیاد پرستی، پہلے دونوں خطرے ٹل چکے اب صرف اسلام کا خطرہ باقی ہے۔''

اسی طرح کفار کو نبی ﷺ کے ایسے فرامین کا بھی علم ہے: «لَا يَبْقَى عَلَى ظَهْرِ الْأَرْضِ بَيْتُ مَدَرٍ وَلَا وَبَرٍ إِلَّا أَدْخَلَهُ اللّٰهُ كَلِمَةَ الْإِسْلَامِ بِعِزِّ عَزِيزٍ أَوْ ذُلِّ ذَلِيلٍ.....» ''پوری زمین پر کوئی پکا یا کچا گھر نہیں بچے گا مگر اللہ تعالیٰ اس میں کلمۂ اسلام داخل فرمائے گا، چاہے وہ اسلام سے سرفراز ہو کر عزت دار بن جائیں یا انکار کی صورت میں جزیہ دے کر ذلت کے ساتھ رہیں۔'' (مسند أحمد: 4/6) گویا کہ ان جیسے ملعونوں نے عزت سے جینے کے بجائے ذلت کو اپنے لیے خود منتخب کیا ہے اسی لیے تو خود ان کے مذہب کے لوگ ہی انھیں طعن و ملامت کر رہے ہیں اور ایسی گھٹیا حرکتیں ذلیل اور کمینوں کا کام ہوتا ہے۔ بہرحال مذکورہ قسم کے فرامین نبویہ سے بھی ان کی نیندیں حرام ہیں۔ اور دنیا کے نقشے پر اسلام ابھرتا ہوا نظر آ رہا ہے۔

امت کا لائحہ عمل

نبی ﷺ نے تو حکمت کے تحت چند ایک مواقع پر ہذیان بکنے والوں کے ساتھ درگزر سے کام لیا مگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے کسی نے گستاخ رسول سے درگزر نہیں کیا۔ آپ ﷺ کی موجودگی ہی میں تلواریں سونت لیتے اور آپ کے حکم کے منتظر ہوتے یا پھر مقدمہ عدالت نبوی میں پیش کرنے سے قبل ہی فیصلہ کر دیتے کیونکہ وہ سمجھتے تھے کہ کوئی کافر بن کر تو اس زمین پر جینے کا حق رکھتا ہے مگر گستاخ رسول کی سزا صرف موت ہے۔ اور اگر کوئی ذمی یہ حرکت کرے تو اس کا عہد ختم ہو جاتا ہے۔ نبی ﷺ کو تو معاف کرنے کا حق حاصل تھا مگر امت اپنی طرف سے گستاخِ رسول کو معافی نہیں دے سکتی۔

گزشتہ سالوں میں جب توہین آمیز خاکوں کا سلسلہ شروع ہوا تو ''فیس بک'' کے پاکستانی صارفین کی تعداد 24 لاکھ تھی اور ویب سائٹ مالکان کو صرف پاکستان سے روزانہ 46 کروڑ 17 لاکھ روپے منافع حاصل ہوتا تھا جبکہ عالمی سطح پر ان کی 47.5 فیصد آمدنی کا سبب مسلمان تھے۔ لیکن انھوں نے اس کے انجام کو خاطر میں نہ لاتے ہوئے خبث باطن کا اظہار کیا اور فیس بک پر آپ ﷺ کے توہین آمیز خاکے بنانے کا مقابلہ کرایا۔ اب تو اس سائٹ پر مسلمان صارفین خصوصاً نوجوانوں کی تعداد بہت بڑھ چکی ہے اور اب نبی کریم ﷺ کے بارے میں نازیبا فلم بنائی گئی ہے۔ کیا فیس بک کا استعمال اس قدر ضروری ہے کہ دشمنانِ پیغمبر کی اس جسارت کے باوجود بھی اسے استعمال کیا جائے۔ نامعلوم ان مسلمانوں کی غیرت گروی رکھی ہوئی ہے جو اپنے مسلمان بھائیوں سے تو بات بات پر الجھ پڑتے ہیں اور ان کا بائیکاٹ کرتے ہیں لیکن گستاخانِ رسول افراد یا اداروں اور ان کے سرپرستوں سے بائیکاٹ کرنے کو رواداری کے خلاف قرار دیتے ہیں۔

یہ بات کہی جاتی ہے کہ بائیکاٹ کے بجائے اس پر اچھی باتیں نشر کی جائیں۔ ایسے افراد سے عرض ہے کہ فیس بک یا یوٹیوب کو استعمال کر کے اتنی تقویت اور یہ عالمی حیثیت کس نے فراہم کی؟ اگر کفار کی حالیہ جسارت کو سامنے رکھتے ہوئے سارے مسلمان ایسی ویب سائٹ کو استعمال کرنا چھوڑ دیں تو انھیں اپنی حیثیت کا خود اندازہ ہو جائے گا۔ ہمیں تو یہ تعلیم دی گئی تھی: ﴿اَلنَّبِيُّ اَوْلٰى بِالْمُؤْمِنِيْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ﴾ ''نبی ﷺ مومنوں کے ہاں ان کی اپنی جانوں سے بھی زیادہ حق رکھتے ہیں۔''

(الأحزاب 6:33)

اللہ تعالیٰ نے یہ بھی فرمایا ہے: ﴿لَا تَجِدُ قَوْمًا يُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ يُوَآدُّوْنَ مَنْ حَآدَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ﴾ ''آپ کسی ایسی قوم

کونہیں پائیں گے جو اللہ اور یومِ آخرت پر ایمان رکھنے کے باوجود ان سے دوستی کرے جنھوں نے اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کی۔" (المجادلة 22:58)

توہینِ رسالت مسلمانوں کے لیے قطعاً ناقابل برداشت جرم ہے، مگر ہر مسئلے میں اختلاف کی طرح مسلمان اس نازک ایشو پر بھی دولخت ہوگئے، چنانچہ جو لوگ جہاد سے وابستہ ہیں یا دین کا احیاء چاہتے ہیں اور مسلمانوں کی عظمت رفتہ کا کھوج لگا رہے ہیں، لبرل مسلمان ایسے لوگوں کو اس توہین آمیز فلم کا سبب قرار دے رہے ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ اگر یہ لوگ دنیا کے سامنے اسلام اور پیغمبر اسلام کی ایسی "من مانی" اور "بودی" منظر کشی نہ کرتے تو کفار ایسا نہ کرتے۔ جبکہ دوسرے مسلمانوں کا کہنا ہے کہ ہر نبی کے نہ ماننے والوں نے اپنے پیغمبروں سے جو استہزاء کا سلسلہ جاری کیا تھا یہ اسی تسلسل کی ایک جدید صورت ہے۔ ظاہر ہے اگر انھیں موجودہ مسلمانوں کی اسلام کی منظر کشی سے کوئی دکھ پہنچا ہوتا تو وہ 2001ء کے بعد دنیا میں ابھرنے والے "دہشت گردوں" کے خاکے بنانے پر اکتفا کرتے۔ اگر اس جیسی ہرزہ سرائیوں کے عوامل میں سے یہ ہوتا کہ موجودہ مسلمانوں نے اسلام کی صحیح تصویر پیش نہیں کی تو پھر پچھلے ادوار میں اور عہدِ نبوت میں استہزاء کا سلسلہ کیوں چلتا رہا؟

حالیہ فلم کے جوابی اقدامات کے طور پر ایسی ویب سائٹس کا بائیکاٹ ایک اچھا اقدام ہونے کے باوجود یہ مسئلے کا پائیدار حل نہیں ہے۔ کفار کی اس میڈیا وار کا ایک مناسب حل یہ بھی ہے کہ نبی کریم ﷺ کی سیرت، عظمت و رفعت اور احادیث مبارکہ پر مبنی لٹریچر اس قدر پھیلایا جائے کہ ہر غیر مسلم کو آپ ﷺ کی حیثیت اور مقام کا پتہ چل جائے۔ غالباً قرآن مجید میں اسی طرف اشارہ ہے، ارشادِ الٰہی ہے: ﴿نٓ وَالْقَلَمِ وَمَا يَسْطُرُوْنَ ○ مَآ اَنْتَ بِنِعْمَةِ رَبِّكَ بِمَجْنُوْنٍ﴾ "قسم ہے قلم کی اور اس کی جو وہ لکھتے ہیں کہ آپ اپنے رب کی نعمت سے ہرگز دیوانہ نہیں ہیں۔" (القلم 1,2:68) یہاں یہ بات قابل غور ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کی شان میں ہذیان بکنے والوں کے مقابلے میں آپ ﷺ کا دفاع کرتے ہوئے قلم کی قسم کھائی ہے۔ اس سے اشارہ نکلتا ہے کہ آپ کا دفاع کرنے میں قلم کا نمایاں کردار ہے۔ اور محمد ﷺ احمر و اسود کے لیے ہیں تو یہ لٹریچر بھی ہر زبان میں ہونا چاہیے۔ آیئے عہد کریں کہ ہم نے آپ ﷺ کی سیرت، عظمت اور دعوت سے متعلقہ لٹریچر کفار تک پہنچانے میں کوئی نہ کوئی کردار ضرور ادا کرنا ہے۔

احتجاجاً یہ نعرے لگانا کہ ایسے ممالک کے سفیروں کو واپس بھیجا جائے اور اپنے سفیروں کو واپس بلایا جائے، آسان ہے مگر یہ کوئی نہیں کہتا کہ ہم ایسے ممالک سے اپنے عزیزوں کو واپس بلاتے ہیں جن ممالک نے کسی بھی معاملے میں توہین آمیز فلم سازی میں حصہ لیا ہے۔

توہین آمیز خاکے شائع کرنے اور فلمیں بنانے کا مقصد محمد کریم ﷺ اور دین محمد ﷺ سے متنفر کرنا ہے۔ ہمیں چاہیے کہ ہم نبی ﷺ اور آپ کے دین سے محبت کا عملی ثبوت پیش کریں۔

علاوہ ازیں عالم اسلام عالم کفر کو ان گستاخانِ رسول کی فہرست دے کہ یہ ہمارے مطلوبہ افراد ہیں..... اور انھیں نشان عبرت بنایا جائے تاکہ آئندہ کوئی کافر یا نام نہاد مسلمان یہ جرأت نہ کرسکے کیونکہ جب وہ اجتماعی سطح پر اس جرم کے مرتکب ہوئے ہیں تو عالمِ اسلام کی طرف سے ردعمل بھی اجتماعی اور حکومتی سطح پر آنا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کی ایک آیت

تحفظ ناموسِ رسالت ﷺ

نہیں ملحوظ جس کو عظمت و شانِ شہِ بطحا
وہ ہے بدبخت و بدقسمت وہی محروم رحمت ہے
خدا کے قہر سے وہ شخص بچ سکتا نہیں ہرگز
وہ جو گستاخ دربار گہر بار نبوت ہے
نبی کے نام پر مٹنا سند ہے خلد پانے کی
فدا ہونا شہ کونین پر پیغام جنت ہے
تحفظ ہو سکے ہم سے نہ گر ناموس احمدؐ کا
تو پھر یہ زندگی اپنی سراسر ایک تہمت ہے
(پروفیسر محمد اکرم رضا)

❁.....❁.....❁

اپنی ملت پر قیاس اقوام مغرب سے نہ کر
خاص ہے ترکیب میں قول رسول ہاشمی ﷺ
ان کی جمعیت کا ہے ملک و نسب پر انحصار
قوت مذہب سے مستحکم ہے جمعیت تری
دامنِ دیں ہاتھ سے چھوٹا تو جمعیت کہاں
اور جمعیت ہوئی رخصت تو ملت بھی گئی

❁.....❁.....❁

قوت عشق سے ہر پست کو بالا کر دے
دہر میں اسم محمد ﷺ سے اُجالا کر دے



میں پہلے رسولوں کی بعثت اور کتابوں اور میزان کے اتارنے کا ذکر فرمایا، پھر درمیان میں لوہے کو اتارنے کا ذکر فرمایا اور یہ بھی فرمادیا کہ اس میں لڑائی کا سخت سامان ہے اور منافع بھی ہے اور اس کے بعد یہ فرما کر آیت مکمل فرمائی: ﴿وَلِيَعْلَمَ اللّٰهُ مَنْ يَّنْصُرُهٗ وَرُسُلَهٗ بِالْغَيْبِ اِنَّ اللّٰهَ قَوِيٌّ عَزِيْزٌ﴾ ''یہ اس لیے کیا گیا ہے کہ اللہ کو معلوم ہوجائے کہ کون اس کو دیکھے بغیر اس کی اور اس کے رسولوں کی مدد کرتا ہے۔ یقیناً اللہ بڑی قوت والا اور زبردست ہے۔'' (الحدید 25:57) اس کی وضاحت سید مودودی رحمہ اللہ ان الفاظ میں کرتے ہیں: ''کلام کا مدعا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولوں کو قیام عدل کی محض ایک اسکیم پیش کردینے کے لیے مبعوث نہیں فرمایا تھا بلکہ یہ بات بھی ان کے مشن میں شامل تھی کہ اس کو عملاً نافذ کرنے کی کوشش کی جائے اور وہ قوت فراہم کی جائے جس سے فی الواقع عدل قائم ہوسکے، اسے درہم برہم کرنے والوں کو سزا دی جاسکے اور اس کی مزاحمت کرنے والوں کا زور توڑا جاسکے۔'' امام ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''یعنی اللہ تعالیٰ اس شخص کو جان لے جس کا اسلحہ اٹھانے سے مقصد اللہ اور اس کے رسول کی نصرت ہے۔'' الغرض آیت کا سیاق و سباق بتاتا ہے کہ اس عظیم مقصد کے لیے غازی علم دین شہید اور عامر چیمہ شہید جیسے عملی کردار کی ضرورت بھی رہتی ہے۔ فقط نعروں اور احتجاجوں پر اکتفا نہیں کرنا چاہیے۔

حیرت ہے کہ اس سنگین مسئلے پر اسلامی سربراہی کانفرنس تک منعقد نہیں ہوئی جو متفقہ قرارداد پیش کرتی کہ اہانتِ رسول کی کوششوں کا ارتکاب کرنے والوں کی حکومتیں انھیں قرار واقعی سزا دیں۔ اگر یہودیوں یا ''ہولوکاسٹ'' کے متعلق کچھ کہنا جرم ہے تو محسنِ انسانیت ﷺ اور موجودہ ڈیڑھ ارب مسلمانوں کی جان ﷺ کے توہین آمیز خاکے شائع کرنا اور نازیبا فلم بنانا کیوں جرم نہیں! اگر انسانوں کے حقوق کا ڈھنڈورا پیٹا جاتا ہے تو افضل الناس اور سید البشر ﷺ کے حقوق کا خیال کیوں نہیں رکھا جاتا؟

سمجھ نہیں آتی کہ احتجاج کس کے سامنے کریں؟ بے حس حکمرانوں کے سامنے، ان بے حس مسلمانوں کے سامنے جو مقام رسالت سے بالکل نا آشنا ہیں، او۔ آئی۔ سی کے سامنے جس کی رگ حمیت تا حال نہیں پھڑکی..... یا پھر ان ممالک کے سامنے جو گاہے گاہے یہ ارتکاب کرتے رہتے ہیں۔

اسی طرح کیا یہ احتجاج کچھ دنوں کے لیے روایتی انداز میں ہونا چاہیے۔ نہیں نہیں یہ احتجاج تو بغیر کسی توقف کے اس وقت تک جاری رہنا چاہیے جب تک اس جرم میں شریک تمام بدبختوں کو جہنم واصل نہیں کیا جاتا۔ حالیہ فلم سے پہلے اگر کسی نے اہانت رسول کی کوشش کی تو وہ انفرادی تھی یا کچھ افراد شریک تھے مگر اب کی بار وسیع تر منصوبہ بندی کے تحت یہ جرم کیا گیا ہے۔ اب بھی مسلمانوں نے اسے روایتی انداز سے لیا تو تاریخ موجودہ دور کے مسلمانوں کو کبھی معاف نہیں کرے گی کیونکہ اتنی بڑی منصوبہ بندی کے اثرات بھی بہت گہرے مرتب ہوتے ہیں۔ آغاز ہی میں ایسے فتنے کی سرکوبی ضروری ہے۔

اور اگر مسلمانوں میں دنیا سے محبت اور شہادت سے نفرت کی وجہ سے یہ جرأت نہیں تو کم از کم ایسے ممالک کا سفارتی، معاشرتی اور تجارتی بائیکاٹ تو کیا جاسکتا ہے۔ اگر حمیت کی سطح اس سے بھی نیچے ہے تو پھر کم از کم حکومتی سطح پر کوئی تشہیری مہم چلائی جائے اور بھرپور احتجاج کا کوئی اعلیٰ انتظام کیا جائے..... اگر یہ بھی نہیں ہوسکتا تو مسلمان عوام سے گزارش ہے کہ اس ''خوراک'' کا اہتمام کریں جو ان کے حکمران استعمال کرتے ہیں تاکہ نہ رگِ غیرت وحمیت پھڑکے نہ اضطراب اور بے چینی ہو۔ یا پھر ''لبرل مسلمان'' بن جائیں کہ مختلف محاذوں پر کفار کے حملوں کا جواب تو نہ دے سکیں اور انھی کے سیلاب میں بہتے رہیں لیکن اپنے قلموں اور زبانوں کا رخ ان مسلمانوں کی طرف کردیں جو اس دور میں بھی دین محمد ﷺ کا پرچار اور نفاذ چاہتے ہیں۔ اگر کچھ بھی ممکن نہیں تو سن لیں اللہ تعالیٰ اپنے پیغمبر کا استہزاء کرنے والوں کے مقابلے میں کافی ہے اور اپنے پیغمبر کی شان، عظمت اور ذکر بھی اسی نے بلند کیا ہے، اس لیے عالم کفر کی تمام تر کوششوں اور عالمِ اسلام کی تمام تر غفلتوں کے باوجود آپ ﷺ کی شان میں کمی نہیں آسکتی ۔ اور جو کام ممکن ہی نہ ہو اس کے لیے کوشش کرنے کی بدنصیبی مغرب کے ''دانشوروں'' صحافیوں، آرٹسٹوں، فنکاروں اور فلم سازوں کے حصے میں آتی ہے..... اللہ جس کے ذکر کو بلند کردے اسے کوئی گھٹا نہیں سکتا ۔

چشم اقوام یہ نظارہ ابد تک دیکھے
رفعتِ شانِ رفعنا لک ذکرک دیکھے



اعتراض: نبی کریم سراپا شفقت و رحمت تھے، آپ ﷺ نے اپنے دشمنوں کو معاف کر دیا، کبھی سزا نہیں دی تو ہمیں معاف کر دینا چاہیے؟

جواب: نبی کریم ﷺ اپنے حقوق کو خود تو معاف کر سکتے ہیں لیکن کسی دوسرے کو کیا حق حاصل ہے کہ نبی مکرم ﷺ کا حق معاف کرتا پھرے۔ آپ کے وصال کے ساتھ ہی معافی کا حق ساقط ہو گیا۔ صدر ہو یا وزیر اعظم یا کوئی اور، کسی کو کوئی اختیار نہیں کہ وہ معافی دے۔ تعجب ہے کہ گستاخی رسول اللہ ﷺ کی ہوتی ہے اور معافی دینے کے لیے کوئی دوسرا کھڑا ہو جاتا ہے۔ کیا رسول اللہ ﷺ نے امت کے کسی شخص، قوم یا ادارے کو یہ اختیار دیا ہے کہ میرے گستاخ کو تم معافی دے دینا؟ بالکل نہیں۔ یہ بات بھی درست نہیں کہ آپ ﷺ کے گستاخ دشمن کو کبھی سزا نہیں ملی، بلکہ آپ ﷺ کی حیاتِ طیبہ میں گستاخوں کو قتل کی سزا دی گئی ہے۔

فتح مکہ کے دن ایک شخص نے آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر خبر دی کہ ابن خطل (گستاخِ رسول) کعبۃ اللہ کے پردوں سے لٹک رہا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: «اُقْتُلُوْهُ» ''اس کو قتل کر دو۔'' (صحيح البخاري: 1846)

توہین رسالت اتنا سنگین جرم ہے کہ ایسے مجرم کو حرم میں بھی پناہ نہیں مل سکتی۔

گستاخوں کو فرضیت جہاد سے قبل چھوڑا گیا اور ان سے درگزر کیا گیا، مگر جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے فرضیت جہاد کا حکم آ گیا تو پھر صرف ان کی سرکوبی ہی کی گئی، معافی نہیں دی گئی:

''اور اہل کتاب کے اکثر لوگ باوجود حق واضح ہو جانے کے محض حسد و بغض کی بنا پر تمھیں بھی ایمان سے ہٹا دینا چاہتے ہیں، آپ بھی معاف کر دو اور چھوڑو، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اپنا حکم لائے، یقیناً اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔'' (البقرۃ 2: 109)

جب اللہ تعالیٰ نے حکم جاری کر دیا اور قتال کرنے، تلوار اٹھانے کی اجازت مل گئی تو پھر مغرور گردنیں اور گستاخ سر قلم کر دیے گئے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿اُذِنَ لِلَّذِيْنَ يُقٰتَلُوْنَ بِاَنَّهُمْ ظُلِمُوْا وَ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى نَصْرِهِمْ لَقَدِيْرُ﴾ ''جن (مسلمانوں) سے (کافر) جنگ کر رہے ہیں انھیں بھی مقابلے کی اجازت دی جاتی ہے کیونکہ وہ مظلوم ہیں۔ بے شک اللہ تعالیٰ ان کی مدد پر قادر ہے۔'' (الحج 22: 39)

اعتراض: فقہاء اس بات پر متفق نہیں ہیں کہ یہ حد ہے اور اس جرم کی سزا صرف موت ہے تو

قانون توہین رسالت پر
اعتراضات کا جائزہ

قاری محمد یعقوب شیخ
گولڈ میڈلسٹ کنگ سعود یونیورسٹی، الریاض



اسے تعزیر سمجھ کر کم سزا کیوں نہیں دی جا سکتی؟

جواب: امت مسلمہ کے تمام ادوار میں اس بات پر اجماع رہا ہے اور قیامت تک رہے گا کہ محمد کریم ﷺ کی بے ادبی و گستاخی کرنے والا، آپ ﷺ پر سب وشتم کرنے اور اہانت و تنقیص کا ارتکاب کرنے والا نہ صرف کافر ہے بلکہ اس کا قتل امت پر واجب ہے۔ امام ابوبکر بن منذر اس کے متعلق فرماتے ہیں: ''تمام اہل علم کا اس بات پر اجماع ہے کہ جس شخص نے نبی کریم ﷺ کو سب وشتم کیا وہ قتل کیا جائے گا۔ جن ائمہ کرام نے یہ فتویٰ صادر فرمایا ہے ان میں امام مالک، امام لیث، امام احمد اور امام اسحاق شامل ہیں۔ یہی امام شافعی کا مذہب اور یہی سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا فیصلہ ہے۔''

(الصارم المسلول، ردالمحتار:4/232)

سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ایک شخص پر بہت زیادہ ناراض ہوئے تو سیدنا ابوبرزہ اسلمی رضی اللہ عنہ نے کہا: اے خلیفۂ رسول! اجازت دیجیے کہ میں اس کی گردن مار ڈالوں؟ .....تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: «لَا وَاللّٰهِ! مَا كَانَتْ لِبَشَرٍ بَعْدَ مُحَمَّدٍ ﷺ» ''نہیں، اللہ کی قسم! محمد ﷺ کے بعد کسی بشر کو یہ مقام حاصل نہیں۔''

(سنن أبي داود:4346)

امام ابن سحنون مالکی کہتے ہیں:

''مسلمانوں کا اس بات پر اجماع ہے کہ نبی کریم ﷺ کو گالی دینے والا کافر ہے اور اس کے متعلق قتل کا حکم ہے (یعنی اس کو قتل کیا جائے گا)۔ جو اس کے عذاب اور کفر میں شرک کرے گا وہ خود بھی کافر ہے۔''

(رد المحتار:4/232)

اعتراض: جب بعض فقہاء اس کے قائل ہیں کہ ایسے مجرم کی توبہ قبول کی جا سکتی ہے اور اس کو معاف کیا جا سکتا ہے تو ہم معاف کیوں نہیں کر دیتے؟

جواب: قرآن وسنت اور اجماعِ امت سے یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ گستاخِ رسول کی سزا قتل ہے۔ اگر بعض فقہاء کی یہ رائے ہے تو ان کا اجتہاد کتاب وسنت اور اجماع امت کے خلاف ہے۔ فقہائے کرام کے تین حصے یا اس سے بھی زیادہ کا اجماع اس بات پر ہے کہ گستاخِ رسول کی سزا موت ہے اور اس کی توبہ کسی صورت قبول نہیں۔ جو فقہاء توبہ کی قبولیت کے قائل ہیں، تو وہ بھی اس حد تک کہ اگر گرفتاری سے قبل اور مقدمہ کے اندراج سے پہلے وہ توبہ کر لے تو قبول ہوگی ورنہ نہیں۔

عدل وانصاف کی بات یہ ہے کہ اہانت و تنقیص، بے ادبی و گستاخی کرنے والے کو نہ معافی دی جائے گی اور نہ ہی اس کی توبہ قبول کی جائے گی بلکہ اس کو قتل کیا جائے گا۔ اس سلسلہ میں قرآن وسنت اور اجماع امت کے فیصلے کو مقدم رکھا جائے گا۔ امام مالک رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''جس شخص نے رسول اللہ ﷺ کو گالی دی یا عیب لگایا یا آپ کی تنقیص کی تو وہ قتل کیا جائے گا وہ مسلمان ہے یا کافر اور اس کی توبہ قبول نہیں کی جائے گی۔''

(الشفاء:2/937)

کسی عدالت، قاضی، ادارے اور شخصیت کو معافی کا حق حاصل نہیں۔ تعجب ہے! ہم لوگ اپنے حقوق چھوڑتے نہیں اور رسول اللہ ﷺ کا حق معاف کرنے کے لیے تیار و ہوشیار ہیں۔

اعتراض: کیا صریح سب وشتم کرنے والے اور ایسے شخص میں فرق کیا جائے گا جس کے منہ سے دورانِ مناقشہ حالت غضب میں کوئی ایسا لفظ نکل گیا ہو جو آپ ﷺ کی جلالت شان کے مطابق نہ ہو۔ بالفاظ دیگر توہین کی تعریف کیا ہے؟

جواب: توہین کی تعریف: کسی قول وفعل سے سیدنا محمد ﷺ کو تکلیف دینا، ایذا پہنچانا، جس طرح مشرکین مکہ اور کفارِ عرب نے آپ ﷺ کو گالیاں دیں، تنقیص کی، مجنوں، کاہن، جادوگر اور شاعر کہا اور آپ ﷺ پر پتھر برسائے، حالت نماز میں اوجھڑی ڈالی، دندان مبارک شہید کیا، چہرۂ انور زخمی کیا، تالیاں بجائیں، اور تمسخر کیا۔ ہر وہ قول وعمل جس سے آپ ﷺ کی تعظیم وتوقیر، عزت واحترام میں فرق آئے، وہ اذیت و اہانت، گستاخی اور تکلیف کے زمرے میں آتا ہے۔ قرآنِ مجید کی ایک آیت مبارکہ بطور مثال پیش خدمت ہے، جس میں اللہ تعالیٰ نے گستاخوں کی خباثت کو بے نقاب کیا ہے: ﴿وَ مِنْهُمُ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ النَّبِيَّ وَ يَقُوْلُوْنَ هُوَ اُذُنٌ﴾ ''اور ان میں سے بعض نبی کریم ﷺ کو ایذا پہنچاتے ہیں (بدکلامی کرتے ہیں) اور وہ کہتے ہیں: وہ ہر کسی کی بات کو کان دھر کر سن لیتا ہے۔'' (التوبۃ 61:9)

یعنی کانوں کا کچا ہے، نعوذ باللہ یہ سب ﴿يُؤْذُوْنَ النَّبِيَّ﴾ اور ﴿يُؤْذُوْنَ رَسُوْلَ اللّٰهِ﴾ کے معنی میں ہے۔ سیدنا محمد ﷺ کی گستاخی و بے ادبی کوئی ایک مرتبہ کرے یا بار بار، حالت غضب میں کرے یا غم وخوشی میں، دورانِ مناقشہ ومباحثہ کرے یا تقریر وتحریر سے،



ایسا کرنے والا ملعون اور قابل گردن زدنی ہے۔ ہر حالت میں زبان احتیاط سے کھولنی چاہیے۔

اعتراض: کیا یہ قانون پچھلے چودہ سو سال سے امت میں موجود ہے اور اس پر عمل درآمد ہوتا رہا ہے؟ اس پر عمل درآمد کی نوعیت کیا رہی ہے؟ کیا معاملہ عدالت میں جاتا تھا یا جب مسلمان کے سامنے توہین کا واقعہ ہوا ہو وہ اسے قتل کرنے کا حق دار ہوتا تھا، کیا ایسے قاتل پر عدالت میں کبھی مقدمہ چلا ہے؟ کیا اس قانون کے غلط استعمال کا مسئلہ کبھی قاضی کے پاس گیا ہے؟

جواب: یہ قانون اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ اس کا نفاذ دورِ نبوت، دور صحابہ اور خلافت اسلامیہ میں رہا ہے۔ علاوہ ازیں ہر اسلامی حکومت نے اس کو نافذ کیا ہے، اس پر عمل درآمد ہوتا رہا ہے؟ گستاخانِ رسول کے کیس عدالت میں جاتے تھے، سماعت ہوتی تھی، دلائل وشواہد کی روشنی میں فیصلہ سنایا جاتا تھا اور گستاخ کو قتل کی سزا دی جاتی تھی۔

جہاں تک بات ہے گستاخ کو خود قتل کرنے کی تو رسول اللہ ﷺ کی حیاتِ طیبہ مبارکہ میں ایسے واقعات بھی پیش آئے ہیں کہ گستاخ کو پہلے قتل کیا گیا ہے اور آپ ﷺ کو اطلاع بعد میں ملی ہے۔ بطور مثال:

① عمیر بن امیہ رضی اللہ عنہ نے اپنی بہن کو قتل کر دیا جو آپ ﷺ کی گستاخ تھی، پھر آپ ﷺ کے پاس آ کر انھوں نے خبر دی کہ میں نے اسے قتل کر دیا ہے، آپ ﷺ نے فرمایا: ''کیوں؟ جواب دیا: «اِنَّهَا تُؤْذِنِي فِيكَ» یہ مجھے آپ ﷺ کے متعلق اذیت دیتی تھی: «وَأَهْدَرَ دَمَهَا» آپ ﷺ نے اس کا خون رائیگاں قرار دیا۔'' (صحیح البخاری :14)

② نابینا صحابی رضی اللہ عنہ نے ام ولد (اپنی لونڈی)، جس سے اس کی اولاد بھی تھی، کو اس وجہ سے قتل کیا کہ وہ آپ ﷺ کو گالیاں دیتی تھی اور اس نے آپ ﷺ کو وجہ قتل بھی بتا دی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: «أَلَا اشْهَدُوْا اِنَّ دَمَهَا هَدَرٌ» ''خبردار! گواہ ہو جاؤ! اس (لونڈی) کا خون رائیگاں ہے۔'' (سنن أبی داود:4361)

③ ایک یہودی عورت رسول اللہ ﷺ کی گستاخی کرتی تھی۔ آپ کو گالیاں دیتی اور نازیبا الفاظ بولتی تھی۔ ایک صحابی رضی اللہ عنہ نے اس کا گلا دبا کر اسے مار ڈالا تو رسول اللہ ﷺ نے اس کا خون ضائع قرار دیا۔

(سنن أبی داود:4623)

یہ تینوں واقعات ایسے ہیں کہ گستاخانِ رسول کو قتل پہلے کیا گیا ہے اور مقدمہ رسول اللہ ﷺ کی عدالت میں بعد میں آیا ہے تو آپ ﷺ نے ان تینوں کے خون کو ضائع اور رائیگاں قرار دیا ہے۔

جہاں تک اس قانون کے غلط استعمال کی بات ہے تو غلط استعمال بالکل نہیں ہونا چاہیے۔ جہاں یہ نبی کریم ﷺ کی ناموس کا مسئلہ ہے وہاں انسانی جان کا بھی، غلط فہمی کی بنیاد پر یا جھوٹی گواہی پیش کر کے کسی کی جان لینا آپ ﷺ کے فرمان کے مطابق حرام ہے۔

اعتراض: کیا ہر مسلمان کو یہ حق حاصل ہے کہ اگر کوئی اس کے سامنے توہینِ رسالت کا ارتکاب کرے تو وہ اسے قتل کر دے؟

جواب: اسلامی نظام اور قانون کے تحت ہر مسلمان کو حق حاصل ہے کہ توہین رسالت کا ارتکاب کرنے والے کو قتل کر دے یا اسے پکڑ کر حاکم یا عدالت کے سامنے لائے۔ رسول اللہ ﷺ کا احترام پوری انسانیت پر لازم ہے، خواہ کوئی آپ ﷺ کی رسالت پر ایمان لایا ہے یا نہیں لایا۔ کسی کو بے ادبی و گستاخی، اہانت وتحقیر کی اجازت نہیں۔ امت مسلمہ کے ہر فرد پر لازم ہے کہ وہ آپ کے حق اور حرمت کے لیے ہر باطل کو مٹا دے اور اپنا سب کچھ رسول اکرم ﷺ کی حرمت و ناموس پر قربان کر دے۔ عدلیہ کا فرض بنتا ہے کہ وہ گستاخانِ رسول کا بروقت نوٹس لے، دلائل اور شواہد کی روشنی میں فیصلہ صادر کرے اور حکومت وقت سزا نافذ کرے۔ غیرت ایمانی کی وجہ سے کوئی مسلمان کسی گستاخ کو قتل کر دے تو قاتل سے نہ دیت کا مطالبہ ہوگا اور نہ ہی قصاص لیا جائے گا۔

اعتراض: پہلی امتوں میں بھی کیا توہین انبیاء کی سزا موت تھی؟

جواب: جی ہاں! پہلی امتوں میں بھی گستاخِ رسول کی سزا موت تھی۔ یہاں بائبل کی چند آیات پیش خدمت ہیں جن کے مطالعہ سے معلوم ہو جائے گا کہ سابقہ امتوں میں گستاخ کی سزا موت ہے۔ ''شریعت کی جو بات وہ تجھ کو سکھلائیں اور جیسا فیصلہ تجھ کو بتلائیں اسی کے مطابق کرنا اور جو کچھ فتویٰ وہ دیں اس سے دائیں یا بائیں نہ مڑنا، اور اگر کوئی شخص گستاخی سے پیش آئے کہ اس کاہن کی بات جو خداوند تیرے خدا کے حضور خدمت کے لیے کھڑا رہتا ہے یا اس قاضی کا کہا نہ سنے تو وہ شخص مار ڈالا جائے اور تو اسرائیل میں ایسی برائی کو دور کر دینا اور سب لوگ سن کر ڈر جائیں اور پھر گستاخی



سے پیش نہیں آئیں گے۔" (بائبل، باب استثنا، ص: 183، بائبل سوسائٹی، انار کلی، لاہور)

بنی اسرائیل کے انبیاء کو کاہن کہا جاتا تھا۔ اس کی توہین و نافرمانی کی سزا قتل قرار دی گئی ہے اور اس سزا کا فائدہ یہ بیان کیا گیا ہے کہ لوگ ڈر کی وجہ سے توہین نہیں کریں گے۔ آسمانی کتب اور صحائف کو ماننے والی قوموں نے جہاں جہاں حکمرانی کی ہے، وہاں توہین رسالت کی سزا سزائے موت دی گئی ہے۔

یہودیوں کے ہاں تالمودی قانون کی رو سے فقط پیغمبرانِ بنو اسرائیل اور تورات کی بے حرمتی کی سزا موت ہے۔ اسی قانون پر انحصار کرتے ہوئے اہل کلیسا نے توہین مسیح علیہ السلام کے لیے اسی سزا کو منتخب کیا۔

اسی طرح قبل از اسلام شہنشاہ جسٹینین رومی نے جب عیسائیت کو قبول کیا تو موسوی قانون کو کالعدم کر کے صرف حضرت مسیح علیہ السلام کی توہین اور انجیل کی تعلیمات سے انحراف کی سزا موت مقرر کی۔ اس وقت سے یورپ کی تمام سلطنتوں میں قانون بن گیا۔ بعد میں اس سزا کو عمر قید میں تبدیل کیا گیا۔

لیکن اس وقت انبیاء کی توہین میں یہود و نصاریٰ آگے آگے ہیں، پوری دنیا کو انھوں نے اس کام پر لگایا ہوا ہے۔ انھوں نے اپنے انبیاء کی توہین اور نافرمانی کی یہاں تک کہ ان کو قتل بھی کیا۔ یہی گستاخانہ رویہ ان کا نبی آخر الزماں سیدنا محمد ﷺ کے ساتھ ہے۔ «قَاتَلَهُمُ اللّٰهُ» اللہ تعالیٰ ان کو تباہ و برباد کرے۔ آمین

اعتراض: کیا یہ صحیح ہے کہ یہ قانون ضیاء الحق جیسے فوجی آمر کے دور میں بنایا گیا تھا؟ اور اس سے پہلے یہ پاکستان اور برصغیر کے قانونی ڈھانچے میں موجود نہ تھا؟ کیا وجہ ہے یہ قانون پہلے موجود نہ تھا بعد میں بنایا گیا؟

جواب: یہ ایک پروپیگنڈہ ہے کہ قانون توہین رسالت (295-C) فوجی آمر ضیاء الحق نے بنایا تھا۔ اس کے ساتھ یہ بھی کہا جا رہا ہے کہ یہ قانون اقلیتوں کو نشانہ بنانے اور ان کو پھنسانے کے لیے وجود میں لایا گیا ہے جبکہ دونوں باتیں خلاف حقیقت ہیں۔ اس قانون کو نہ کسی فوجی آمر نے بنایا ہے اور نہ ہی کسی سویلین جابر نے، یہ قانون رب العزت کا نازل کردہ ہے، جس کا نفاذ عہد رسالت، دورِ خلافت سے ہو رہا ہے اور جہاں کہیں مسلمانوں کو اقتدار حاصل رہا ہے وہاں گستاخانِ رسول کو سزا موت دی گئی ہے۔

بدقسمتی سے جب ملک وارض اور فکر و نظر پر انگریز کا قبضہ ہوا تو انھوں نے اس قانون (توہین رسالت) کو 1860ء میں سلطنت مغلیہ کے بعد ختم کر دیا، پھر جب ہندوؤں نے آپ ﷺ کی گستاخی و بے ادبی کی اور حضرت محمد ﷺ کی ناموس پر حملے شروع کر دیے تو مسلمانوں کے احتجاج اور مولانا محمد علی جوہر کی تحریک پر ایک معمولی دفعہ 295-A کو تعزیرات ہند میں شامل کیا گیا۔ جس میں توہین مذہب کی سزا 2 سال تک قید یا جرمانہ مقرر ہوئی۔

اس کے بعد ایک طویل نتیجہ خیز جدوجہد کا آغاز 1983ء میں ہوا۔ جب مشتاق راج ایڈووکیٹ نامی شخص نے "آفاقی اشتمالیت" (Heavenly Communism) کتاب لکھی، جس میں اس نے اللہ کا تمسخر، مذہب کا مذاق، انبیاء کے بارے میں گھٹیا اور نازیبا الفاظ استعمال کیے اور نبی اکرم ﷺ کی شان میں گستاخی کی جسارت کی تو ورلڈ ایسوی ایشن آف مسلم جیورسٹس نے علماء سے شاتم رسول کے خلاف فتویٰ لیا اور اسلامی نظریاتی کونسل نے بھی اس کا نوٹس لیا، لیکن ضیاء حکومت نے اسے قابلِ توجہ نہ سمجھا، تو فیڈرل شریعت کورٹ میں ضیاء الحق اور چاروں صوبوں کے گورنرز کے خلاف مقدمہ دائر کیا گیا۔ جس کے مدعی سابق جج جناب جسٹس چوہدری محمد صدیق (والد خلیل الرحمٰن رمدے) تھے۔ حکومت کی طرف خلیل الرحمٰن رمدے جو اس وقت ایڈووکیٹ جنرل تھے پیش ہوئے۔ عدالت میں مدعی باپ اور مدعا علیہ بیٹا پیش ہوئے لیکن دونوں کا موقف ایک ہی تھا۔ پاکستان کے تمام ایڈووکیٹ جنرلز کی تائید بھی شامل تھی، چنانچہ شرعی عدالت نے فیصلہ محفوظ کر لیا۔ اس کے بعد (295-C) اسمبلی میں متفقہ طور پر پاس ہوا، کسی کو مخالفت کی جرأت نہ ہوئی۔ سزا عمر قید یا سزائے موت مقرر ہوئی، لیکن علماء اس فیصلے پر مطمئن نہ تھے۔ فیصلے کو دوبارہ چیلنج کر دیا گیا۔ علماء کا موقف تھا سزا ایک مقرر اور ثابت شدہ حد ہے۔ اس میں کمی یا اضافے کا اختیار کسی کو نہیں۔ یہ ایک ناقابل معافی جرم ہے، چنانچہ 1987ء میں سماعت ہوئی۔ تمام مسالک کے علماء خلیل الرحمٰن رمدے، جسٹس میاں محمد اجمل، مولانا محمد متین ہاشمی اور ریاض الحسن نوری مشیر وفاقی شرعی عدالت نے عدالت میں بڑے مضبوط اور مؤثر دلائل دیے کہ عمر قید کی سزا اسلامی احکام کے منافی ہے۔ سندھ حکومت نے بھی اس فیصلے کو تسلیم کیا۔ چنانچہ سزائے



موت کے حق میں فیصلہ ہوا۔ حکومت وقت کو 30 اپریل 1991ء تک مہلت دی گئی۔ حکومت کی طرف سے سپریم کورٹ کے فیصلے کے خلاف اپیل دائر کر دی گئی۔ وزیر اعظم نواز شریف کو پیغام بھیجوایا گیا کہ اپیل واپس لی جائے۔ اس نے برسر عام اعلان کیا کہ اسے اپیل کا قطعی علم نہ تھا، ورنہ یہ غلطی نہ ہوتی، اگر اس سے زیادہ سخت سزا ہو سکتی ہے تو وہ دیتے۔

چنانچہ اس طرح یہ قانون پاس ہوا۔ اس قانون کے نفاذ کے بعد یہ معاملہ عدالتوں کے دائرہ اختیار میں آ گیا۔ جس کے لیے جناب محمد اسماعیل قریشی صاحب سینیر ایڈووکیٹ سپریم کورٹ نے مرکزی کردار ادا کیا۔

یہ ساری کوشش و کاوش اس قانون کی بحالی اور نفاذ کے لیے کی گئی جو من جانب اللہ ہے کسی انسان کا بنایا ہوا نہیں۔ اللہ تعالیٰ کا فیصلہ یہی ہے کہ گستاخ رسول کی سزا موت ہی ہے۔

یہی قانون چودہ سو سال سے امت مسلمہ میں موجود ہے اور قیامت تک یہی رہے گا، جو اقلیتوں کے لیے نہیں تمام گستاخوں کے لیے ہے۔

اعتراض: یہ قانون بنیادی انسانی حقوق کے منافی ہے اور اقوام متحدہ کے بنیادی حقوق کے چارٹر کے بھی خلاف ہے جس پر پاکستان نے دستخط کیے ہیں۔

جواب: پوری انسانیت کو پیدا کرنے والا، اس کا رب اور رازق اللہ تعالیٰ ہے، اسی نے انسانیت کی رشد و ہدایت کا قانون سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ پر نازل کیا ہے، جس میں حقوقِ انسانیت کے پہلوؤں کا احاطہ کیا گیا، اور کسی ایک انسان کے حقوق کو بھی نظر انداز نہیں کیا گیا، خواہ اس کا تعلق کسی بھی دین و مذہب سے ہے۔ یا وہ کسی بھی حیثیت کا حامل ہے۔

بنیادی انسانی حقوق میں پہلا حق سردار آدمیت محسن انسانیت جناب محمد ﷺ کا ہے، پوری انسانیت اس بات کی پابند ہے کہ وہ نبی کریم ﷺ کا اکرام و احترام کرے، آپ ﷺ کی عزت و توقیر بجالائے۔

اگر کوئی شخص آپ ﷺ کی بے توقیری، بے عزتی، اہانت و گستاخی کرتا ہے تو اس کا یہ اقدام بنیادی انسانی حقوق کے منافی ہے اور یہ اتنا سنگین جرم ہے کہ عرش سے لے کر فرش تک اس کی معافی نہیں۔ مجرم کو اس کے جرم کی سزا نہ دینا حقوق انسانی پر ضرب لگانے کے مترادف ہے۔ اگر یہ قانون بنیادی انسانی حقوق کے منافی ہے تو پھر اس کا مطلب یہ ہوا کہ مجرموں، گستاخوں کو کھلی چھوٹ دے دی جائے، وہ جس کی چاہیں پگڑی اچھالیں اور جب چاہیں دوسروں کی عزت سے کھیلیں۔

رسول کریم ﷺ کی عزت و ناموس کا معاملہ بڑا ہی حساس ہے، جو آپ ﷺ کے خلاف بولے گا، لکھے گا وہ بنیادی انسانی حقوق اور قانون الٰہی کا باغی اور مجرم اعظم تصور ہو گا۔

جہاں تک بات ہے اقوام متحدہ کے بنیادی حقوق کے چارٹر کی، تو 1948ء میں اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی نے انسانی حقوق کے منشور کا اعلان کیا تھا وہ ہر انسان کو آزادی سے زندہ رہنے کا حق حاصل ہو گا اور کسی پر ظلم و تشدد کو روا نہیں رکھا جا سکے گا اور نہ اس کی عزت نفس کو مجروح کیا جائے گا اور نہ کسی کے مذہبی معاملات میں کسی قسم کی مداخلت کی جا سکے گی۔

اگر گستاخی رسول کو آزادی اظہار رائے سے تعبیر کیا جائے جس طرح اہل یورپ، یہود و ہنود اور عیسائی کر رہے ہیں تو یہ عدل و انصاف نہ ہو گا، یہ ظلم و تشدد ہے، عزتِ نفس اور مسلمانوں کے بنیادی عقائد پر حملہ ہے، جو اقوام متحدہ کے ظاہری اعلان کے خلاف ہے۔

آج اداروں، صحافیوں، حکومتوں، پوپ، پادریوں، TV چینلز اور یوٹیوب سائٹ نے حضرت محمد ﷺ کی گستاخی کی ہے، کیا اس سے رسول مکرم ﷺ کی عزتِ نفس اور مسلمانوں کے عقائد و جذبات کو مجروح نہیں کیا گیا؟

پوپ اور چرچ کی حرمت کا قانون بنانے اور اس پر عمل درآمد کروانے والے، قانون توہینِ رسالت پر کس منہ سے اعتراض کرتے ہیں؟

یہ قانون یہودیوں، عیسائیوں، ہندوؤں کے لیے نہیں بلکہ تمام گستاخانِ رسول کے لیے ہے، اس قانون پر وہی انگلیاں اٹھائیں گے جو آپ ﷺ کی عزت و ناموس پر حملہ کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ ان خونخوار، خطرناک حملہ آوروں کے سامنے اقوام متحدہ، اس کے اعلانات اور منشورات کی کوئی حیثیت نہیں اور نہ ہی وہ اس کو تسلیم کرتے ہیں۔

پاکستان نے انسانیت کے قتل عام اور نبی کریم ﷺ کی شان میں گستاخی کرنے کے لیے دستخط نہیں کیے اور نہ ہی ان چیزوں کا پابند ہونے کی ضرورت ہے، حقوق انسانی کے چارٹر کا تو اقوام متحدہ نے ایک ڈرامہ رچایا ہے، جو دنیا نے دیکھ لیا ہے۔

(ماخوذ از ''قانونِ توہین رسالت پر 21 اعتراضات'' مطبوعہ دارالاندلس، لاہور)



آپ کے سوالات اور ان کا حل

ابوالحسن حافظ عبدالخالق، ریسرچ فیلو دارالسلام

سوال کیا سگریٹ پینے والا شخص امام وخطیب ہوسکتا ہے؟

جواب سگریٹ پینے والے شخص کی امامت و خطابت کی شرعی حیثیت کے بیان سے قبل یہ ضروری ہے کہ سگریٹ نوشی کی شرعی حیثیت معلوم کی جائے۔

سگریٹ کی بابت خاص دلیل تو قرآن و حدیث میں معلوم نہیں ہوئی، البتہ عام شرعی قواعد اور اصول کی روشنی میں غور کیا جائے تو اس کے شرعی حکم کا استخراج واستنباط ممکن ہے۔

وہ اس طرح کہ ہر وہ چیز جو انسانی صحت و بدن کے لیے ضرر رساں ہو، مالی ضیاع، اسراف اور فضول خرچی کا سبب ہو، یا دوسروں کے لیے اذیت کا باعث ہو، شرعاً وہ حرام ہوتی ہے۔ یا اس سے کچھ فوائد بھی حاصل ہوتے ہوں لیکن فی ذاتہ یا طبی طور پر اس کے مفاسد و اضرار اور نقصانات غالب اور زیادہ ہوں تو شرعاً ایسی چیز بھی حرام ہی ہوا کرتی ہے، جیسے شراب، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿قُلْ فِيهِمَآ اِثْمٌ كَبِيْرٌ وَّ مَنَافِعُ لِلنَّاسِ وَ اِثْمُهُمَآ اَكْبَرُ مِنْ نَّفْعِهِمَا﴾ ''فرما دیجیے! جوئے اور شراب میں بڑا گناہ ہے، اور لوگوں کے لیے کچھ فوائد بھی ہیں لیکن ان کا گناہ (نقصانات) ان کے فوائد کی نسبت زیادہ ہیں۔'' (البقرۃ 2:219)

جن علمائے کرام نے اس موضوع پر لکھا ہے طبی تحقیق کی روشنی میں وہ اس بات پر متفق ہیں کہ سگریٹ کے اجزاء انتہائی موذی ہیں، یہ متعدد موذی اور مہلک امراض کا باعث بنتے ہیں، جن میں پھیپھڑوں کا سرطان (کینسر) مالیخولیا، ہائی بلڈ پریشر، مرگی، دماغی ضعف، منہ اور دانتوں کا کینسر وغیرہ سرفہرست ہیں۔

یہی وجہ ہے کہ محکمہ صحت کی طرف سے سگریٹ کے ہر پیکٹ پر اس کی ضرر رسانی کا اشتہار دیا جاتا ہے۔ ''سگریٹ نوشی صحت کے لیے مضر ہے۔''

جب حقیقت یہ ہے تو عام شرعی دلائل کی روشنی میں سگریٹ مذکورہ بالا اضرار اور نقصانات کی بنا پر قطعاً حرام ہے۔

یہ کوئی مفید اور طیب چیز نہیں کہ بطور خوراک استعمال ہو بلکہ نقصان دہ خبیث چیز (منبع ضرر وفساد) ہے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿وَ يُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبٰتِ وَ يُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبٰٓئِثَ﴾ ''اور وہ ان کے لیے پاکیزہ چیزیں حلال کرتا ہے اور ان پر ناپاک (گندی) چیزیں حرام کرتا ہے۔'' (الأعراف 7:157) اور سگریٹ یقیناً خبیث (گندی) چیز ہے، لہٰذا حرام ٹھہری۔

نیز اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿وَ لَا تُلْقُوْا بِاَيْدِيْكُمْ اِلَى التَّهْلُكَةِ﴾ ''اور اپنے ہاتھوں کو ہلاکت میں مت ڈالو۔'' (البقرۃ 2:195)

اور فرمایا: ﴿وَ لَا تَقْتُلُوْٓا اَنْفُسَكُمْ﴾ ''اور اپنی جانوں کو مت قتل کرو۔'' (النسآء 4:29)

ان قرآنی دلائل کی روشنی میں سگریٹ کے مذکورہ بالا نقصانات کا جائزہ لیا جائے تو سگریٹ نوشی خود کو ہلاکت میں ڈالنے، اپنے آپ کو قتل کرنے اور خودکشی کے مترادف ہے، لہٰذا ان وجوہ کی بنا پر یہ حرام قرار پاتی ہے۔

مزید براں یہ کہ سگریٹ نوش کے منہ سے



بڑی ناگوار ہوآتی ہے جس سے دوسرے بڑی اذیت محسوس کرتے ہیں، اور رسول اللہ ﷺ کے فرامین کی روشنی میں اس قسم کے افراد سے اللہ کے فرشتے بھی انتہائی اذیت محسوس کرتے ہیں۔ شریعت میں نہ لوگوں کو اذیت دینا جائز ہے اور نہ فرشتوں ہی کو، یہی وجہ ہے کہ کچا پیاز، لہسن وغیرہ کھا کر مسجد میں آنا منع ہے، اور رسول اللہ ﷺ کی موجودگی میں جو کھا کر آ جاتا اور اس سے بدبو محسوس ہوتی تو آپ ﷺ اسے مسجد سے باہر بقیع قبرستان کی طرف نکال دیتے تھے۔

المختصر مذکورہ معروضات کو ملحوظ رکھیں گے تو سگریٹ نوش شخص کی بابت اب فیصلہ کرنا آسان ہوگا۔

چونکہ سگریٹ راجح قول کے مطابق حرام ہے اس لیے سگریٹ نوش جب سگریٹ نوشی کرتا ہے تو وہ حرام کا مرتکب ہوتا ہے۔ حرام کا مرتکب شرع میں فاسق و فاجر ہوتا ہے۔ اس لیے وہ شخص جسے یہ عادت ہو، حقائق کو بھی سمجھتا ہو، پھر بہ دلائل اسے سمجھانے کی کوشش بھی کی گئی ہو، لیکن وہ اسے نہیں چھوڑتا اور بدستور اس پر بضد رہتا ہے تو یہ شخص گناہ گار ہے۔ باقاعدہ امامت وخطابت کے لیے ایسے شخص کا انتخاب قطعاً درست نہیں۔ یہ دونوں عظیم منصب ہیں، ان کے لیے مثالی اور پرہیز گار اشخاص ہی کا انتخاب ہونا چاہیے۔ ہاں کبھی ایسے شخص کے پیچھے نماز پڑھنی پڑھ جائے تو کوئی حرج نہیں، نماز ہو جائے گی، کیونکہ اس کے لیے بنیادی شرط اسلام ہے، جو شخص مسلمان موحد ہو اس کے پیچھے نماز ہو جاتی ہے، خواہ فاسق ہی کیوں نہ ہو، البتہ اسے باقاعدہ طور پر امامت و خطابت کی ذمہ داری سونپنا درست نہیں۔

سوال قرآن وحدیث کی روشنی میں امام و خطیب کس کو بنایا جائے؟

جواب جو شخص مندرجہ ذیل تین بنیادی صفات سے متصف ہوگا، قرآن وحدیث کی روشنی میں باقاعدہ امامت کا مستحق وہی ہوگا۔

① قرآن کریم زیادہ یاد ہو، اگر حافظ قرآن ہو اور مخارج کی رعایت رکھتے ہوئے قرآن کی تلاوت کرتا ہو تو قابل ترجیح ہوگا۔ لیکن یہ ضروری ہے کہ کم از کم امام کے مخارج درست ہوں اور قرآن مجہول نہ پڑھتا ہو۔ مخارج کی رعایت نہ کی جائے تو معانی غلط ہو جاتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے: «يَؤُمُّ الْقَوْمَ أَقْرَأُهُمْ لِكِتَابِ اللّٰهِ، فَإِنْ كَانُوا فِي الْقِرَاءَةِ سَوَاءً فَأَعْلَمُهُمْ بِالسُّنَّةِ.....» ''لوگوں کی امامت وہ شخص کرائے جو کتاب اللہ کو زیادہ پڑھنے والا ہو، اگر قراءت میں یکساں ہوں تو وہ شخص جو سنت کا زیادہ علم رکھتا ہو۔''
(صحیح مسلم)

عمرو بن أبی سلمہ کی حدیث بھی اس کی واضح اور محکم دلیل ہے۔ چونکہ اپنے قبیلے میں قرآن انھیں ہی زیادہ یاد تھا، اس لیے قبیلہ والوں نے بحکم رسول ﷺ انھیں امامت کے لیے آگے کیا، جبکہ ان کی عمر اس وقت چھ سات سال سے متجاوز نہیں تھی۔

معلوم ہوا باقاعدہ امامت کے لیے مذکورہ صفت کا حامل شخص ہی امام بنانا چاہیے۔

② اخلاق حسنہ کا حامل ہو، یعنی اپنے اخلاق و کردار سے دوسروں کو مانوس کرنے والا ہو، محبت کے جذبات رکھتا ہو، اور ایسے رویے اور کردار سے پرہیز کرنے والا ہو جو حقیقتاً دوسروں کی اذیت اور ہتک کا باعث ہو۔ اگر اس کی بداخلاقی درشت روئی، بے جا نکتہ چینی یا بدزبانی سے دوسرے لوگ بیزار یا تنگ ہوں تو اسے اپنے اس رویے سے باز آنا چاہیے، وگرنہ اگر ایسی صفات کے حامل امام کے مقتدی اس کے ناروا رویے سے ناخوش ہوں، اس سے نفرت کرتے ہوں تو ایسے امام کی نماز قبول نہیں ہوتی، یعنی عنداللہ ایسا امام اپنی نمازوں کے ثمرات سے اور ثواب سے محروم رہتا ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: «ثَلَاثَةٌ لَا تُجَاوِزُ صَلَاتُهُمْ آذَانَهُمْ: العَبْدُ الآبِقُ حَتَّى يَرْجِعَ، وَامْرَأَةٌ بَاتَتْ وَزَوْجُهَا عَلَيْهَا سَاخِطٌ، وَإِمَامُ قَوْمٍ وَهُمْ لَهُ كَارِهُونَ» ''تین قسم کے اشخاص کی نماز ان کے کانوں سے آگے نہیں بڑھتی: بگوڑا غلام یہاں تک کہ واپس آ جائے، اور ایسی عورت جس نے رات بسر کی لیکن اس کا شوہر اس پر ناراض رہا ہو، اور کسی قوم کا امام کہ اس کے مقتدی اسے ناپسند کرنے والے ہوں۔''
(جامع الترمذي:360)

③ امام صحیح العقیدہ مسلمان ہو، مشرک اور کافر نہ ہو، کیونکہ ایسے اشخاص کے پیچھے نماز نہیں ہوتی؟

نماز تو نماز ہے ان کی کوئی عام نیکی بھی عنداللہ قابل قبول نہیں ہوتی، اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَقَدِمْنَآ اِلٰى مَا عَمِلُوْا مِنْ عَمَلٍ فَجَعَلْنٰهُ هَبَآءً مَّنْثُوْرًا﴾ ''اور ہم اس کی طرف آئیں گے جو انھوں نے کوئی بھی عمل کیا



ہوگا تو اسے بکھرا ہوا غبار بنا دیں گے۔''
(الفرقان 23:25)

اس کے علاوہ فقہائے احناف کچھ مزید عجیب و غریب شرائط عائد کرتے ہیں لیکن قرآن وسنت کی روشنی میں ازروئے دلیل محل نظر ہیں۔ اس لیے یہاں ان شرائط کے اندراج کی گنجائش نہیں، وباللہ التوفیق۔

رہا مسئلہ خطابت کا، تو اس حوالے سے اسی شخص کا چناؤ ہو جو عمومی شرعی احکام و مسائل سے واقف ہو، دلائل سے عوام کو مطمئن کر سکتا ہو اور بنیادی طور پر قرآن وسنت ہی کی روشنی میں وعظ وتبلیغ کا فریضہ سرانجام دے سکتا ہو۔ جو مسئلہ بیان کرنا چاہتا ہو یا جو موضوع زیر بحث ہو دلیل کی روشنی میں اس کے بیان کی صلاحیت رکھتا ہو۔ لاعلم، جاہل، یا سنی سنائی باتیں یا قصے بیان کرنے والا شخص قطعاً خطابت کے اہل نہیں ہوسکتا، اور نہ ایسے شخص کا تقرر ہی کیا جائے۔

سوال فرض نماز کے بعد امام اپنے پاس کچھ مقتدیوں کو بلا کر اونچی آواز میں بات کر سکتا ہے؟

جواب مسجد مقام عبادت ہے جہاں ہر فرد کو اللہ رب العزت سے مناجات اور دعا میں پوری یکسوئی کا موقع ملنا چاہیے، وہاں ہر اس حرکت و نقل، گفتگو، ہنگامہ آرائی اور دیگر اشغال سے پرہیز کیا جائے جن سے نماز میں خرابی پیدا ہوتی ہے، خشوع اور انہماک میں فرق آتا ہو، یا توجہ ادھر ادھر منتشر ہونے کا خدشہ ہو، جس کا نتیجہ یہ ہو کہ نماز کا اصل مقصود ہی فوت ہو جائے۔ بلکہ مسجد میں تو اس قدر پرسکون اور پر اطمینان ماحول مہیا کیا جائے کہ وہاں پہنچ کر انسان ایمانی لذت محسوس کرے، اسے فرحت و سرور نصیب ہو، اور کسی قسم کی ٹینشن اور ذہنی انتشار کا شکار نہ ہو، لہٰذا اگر امام یا کسی اور شخص کی گفتگو یا دیگر افراد سے ہم کلامی کی بنا پر نمازی پریشان یا ذہنی انتشار کا شکار ہوتے ہیں تو ایسی اونچی آواز اور گفتگو ممنوع ہے۔

اس حوالے سے امام بخاری رحمہ اللہ نے صحیح البخاری میں ''باب رفع الصوت فی المسجد'' کا عنوان قائم کیا ہے، یعنی مسجد میں آواز بلند کرنے کے حوالے سے شرعی حکم کیا ہے؟ اس کے تحت ایک تو وہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا ایک واقعہ نقل فرماتے ہیں جو درج ذیل ہے: سائب بن یزید فرماتے ہیں کہ میں مسجد میں کھڑا تھا، مجھے ایک آدمی نے کنکر مارا، دیکھا تو وہ آدمی عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ تھے۔ انھوں نے فرمایا: جاؤ! ان دو آدمیوں کو میرے پاس لاؤ، میں ان دونوں کو لے آیا، آپ نے پوچھا: تم کون ہو؟ یا کہاں سے آئے ہو؟ انھوں نے جواب دیا: ہم طائف سے آئے ہیں، فرمایا: «لَو كُنْتُمَا مِنْ أَهْلِ الْبَلَدِ لَأَوْجَعْتُكُمَا، تَرْفَعَانِ أَصْوَاتَكُمَا فِي مَسْجِدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ» ''اگر تم مدینے کے رہائشی ہوتے تو تمھیں سزا دیتا، تم اپنی آوازیں رسول اللہ ﷺ کی مسجد میں بلند کرتے ہو۔''
(صحيح البخاري، حديث:470)

دوسرا واقعہ امام بخاری رحمہ اللہ عہد نبوی میں مسجد کے اندر ابن ابی حدرد اور کعب بن مالک کے جھگڑے اور باہمی تنازع کا ذکر کرتے ہیں، کہ جس میں کعب بن مالک ابن أبی حدرد سے اپنے قرض کا مطالبہ کرتے ہیں، بات تنازع تک پہنچتی ہے اور ان کی آوازیں مسجد کے اندر بلند ہو جاتی ہیں، آپ علیہ السلام نے دونوں کی بلند آوازیں سن لیں۔ المختصر پھر اس اختلاف کو رفع کرنے کے لیے کعب بن مالک کو اشارہ فرمایا کہ اپنے قرض کا نصف یا کچھ حصہ معاف کر دو! کعب بن مالک نے اسے قبول کر لیا، اور ابن ابی حدرد بھی دینے کے لیے تیار ہو گئے۔ معلوم ہوا رسول اللہ ﷺ نے مسجد میں اس شور اور بلند آوازوں کو پسند نہیں فرمایا۔
(صحيح البخاري، حديث:471)

ہاں کبھی کسی ناگزیر ضرورت کے تحت آواز بلند کرنے کی ضرورت پیش آ جائے کہ جس میں مصلحت راجح ہو، تو ان شاء اللہ اس میں کوئی حرج نہیں ہوگا۔

سوال اصل امام کی عدم موجودگی میں امامت کا زیادہ حقدار کون ہوگا؟

جواب ذہن میں رہے کہ ایک مسئلہ امامت کے لیے کسی شخص کے تقرر کا ہے، یعنی اسے باقاعدہ امام بنانا چاہتے ہیں۔ اس کے لیے تو گزشتہ سوال کے تحت درج شرائط ہی ملحوظ رکھی جائیں۔ اور ایک مسئلہ ہے عارضی امامت کا، تو اس حوالے سے عرض ہے کہ اگر نماز کا وقت ہو جائے اور امام راتب (مقررہ امام) موجود نہ ہو تو حاضرین میں سے امامت کے فرائض وہ شخص سرانجام دے جسے زیادہ قرآن حفظ ہو، مخارج بہتر ہوں۔ لیکن اگر امام راتب موجود ہو اگرچہ وہ حاضرین میں موجود بعض افراد کے لحاظ سے کم علم ہو، یا اسے ان کی نسبت قرآن کم ہی یاد ہو تو امامت کا استحقاق یہی شخص رکھتا ہے۔ شرعی دلیل سے اسی کی تائید ہوتی ہے۔



حرمت رسول اقدس ﷺ اور امت کی زبوں حالی

تجزیہ، ذمہ داری اور دعوت فکر

حافظ عبدالمتین راشد، ریسرچ فیلو دارالسلام

بسم اللہ، الحمد للہ والصلاۃ والسلام علی رسول اللہ وآلہ، وبعد:

فقال اللہ تعالیٰ: ((اِنَّآ اَرْسَلْنٰکَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا ۝ لِّتُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتُعَزِّرُوْهُ وَتُوَقِّرُوْهُ وَتُسَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا)) ''(اے نبی!) بلاشبہ ہم نے آپ کو گواہی دینے والا، اور بشارت دینے والا، اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے تاکہ (اے لوگو!) تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ، اور تم اس کی مدد کرو، اور اس کا ادب کرو، اور تم صبح اور شام اس (اللہ) کی پاکی بیان کرو۔'' (الفتح 48:8-9)

| پس منظر |

اللہ تعالیٰ نے میثاق حدیبیہ کو اصل فتح کا نام دیا جو کہ اپنے مخصوص عوامل کی بنا پر مکہ کی فتح بلکہ بعد کی فتوحات کا پیش خیمہ بھی بنا۔ اور یہ محض فتح کی بشارت نہ تھی بلکہ آنحضرت ﷺ کے لیے مزید چار سعادتوں کو جمع کرنے والی تھی: مغفرت، اتمام نعمت، ہدایت اور زبردست مدد۔ مزید برآں مؤمنوں کے لیے جنت کا اضافی انعام اور اللہ کریم کی عطا کا خاص بونس لے کر آئی۔

اس کے بعد یہ حکم دیا جو مؤمنوں کو ان کی ذمہ داری سے آگاہ کرتا ہے۔ فرمایا: ((اِنَّآ اَرْسَلْنٰکَ ...)) یہ جملہ مستانفہ ہے جو نحوی لحاظ سے اگرچہ سابقہ جملے سے کٹ جاتا ہے مگر معنوی اتصال رکھتا ہے۔ تبھی علمائے بلاغت اس سے پہلے جملہ محذوف مراد لیتے ہیں۔ گویا فتح کی بشارت سنا کر آئندہ کے لیے بھی فتح یابی اور اللہ کی مدد حاصل کرنے کا موقع پیدا کر دیا۔ جہاں بطور خاص رسول اللہ ﷺ کی مدد کا ذکر ہے۔ رسول اللہ ﷺ کی مدد کا فائدہ فلاح کے ضمن میں بھی آیا ہے جو جامعیت خیر میں نہایت بلیغ لفظ ہے۔ (تاج العروس للزبیدی)

| اصل موقع |

آیت کریمہ کا تعلق سابق کی طرح لاحق سے بھی ارتباط رکھتا ہے کیونکہ (لِّتُؤْمِنُوْا) میں لام تعلیل کا ذکر ہے جو حکم کی وجہ بتانے کے لیے آتا ہے۔

اب کون سا لحاظ ہے جس بنا پر رسول اللہ ﷺ کی مدد کرنے کا حکم دیا جو ((وَتُعَزِّرُوْهُ)) سے لیا گیا ہے؟

تعزیر کے اصل معنی ''منع'' اور دفاع کے ہیں، اسی لیے یہ تحفظِ ناموسِ رسالت اور دفاع کو خاص الخاص شامل ہے۔ نبی ﷺ کا ہر لحاظ سے دفاع کرنا منع، یعنی تعزیر کی عملی صورت ہے۔ ایسے الفاظ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے اس عہد و پیمان میں استعمال کیے تھے جسے بیعت عقبہ ثانیہ کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ براء بن معرور رضی اللہ عنہ نے انصاریوں کے وفد کی ترجمانی کرتے ہوئے منیٰ کی وادی میں کہا تھا: ((وَالَّذِيْ بَعَثَكَ بِالْحَقِّ نَبِيًّا لَنَمْنَعَنَّكَ مِمَّا نَمْنَعُ اُزُرَنَا مِنْهُ)) کہ ہم آپ ﷺ کے دفاع کی خاطر اس جگہ سے دشمن کا وار روک دیں گے، جہاں سے اپنے نفسوں یا ماؤں، بہنوں اور بیٹیوں کی عزت بچانے کی خاطر (جان تک) نچھاور کر دیتے ہیں۔

(مسند أحمد: 461/3)

تو گویا فتح مکہ اسی مدد کا بدلہ ہے جو صحابہ نے دفاع نبی اور دفاع اسلام کے لیے کی تھی۔

نتیجہ: ناموسِ رسالت کی خاطر دشمنوں کے حملوں پر سینہ سپر ہونا فتح یابی اور عظیم فلاح کا ذریعہ ہے جو سورۂ اعراف 157:7 میں بطور نص موجود ہے۔

| ہماری موجودہ صورت حال |

یہاں کئی صورتیں ہیں: جہاں حالیہ صلیبی جنگ کا جدید استعمار پینترے بدل بدل کے آتا

ہے۔ 1970ء سے یہ رخ بھی اختیار کیا اور مسلسل للکارے جا رہا ہے۔ 1970ء کی دہائی میں برطانیہ کے شہر لیسٹر میں حیات طیبہ کے مختلف مراحل کو قلمی خاکوں اور تصاویر سے ظاہر کیا گیا تھا۔ برطانیہ کے بعض شراب خانوں کے نام مکہ رکھے گئے۔ اور جب بنت سوڈان نام کے پرفیوم پر انڈرویئر کے ساتھ برہنہ حال لڑکی پر احتجاج کیا گیا تو برطانوی وزیر اعظم کے دفتر (مسٹر ریڈ کلف) کی طرف سے جواب آتا ہے:

''ملت مسلمہ کی دینی غیرت وحمیت کو جانچتے رہنے کے لئے یا اسے بے راہ روی کے راستے میں قدم بڑھانے کی ترغیب کے لئے مغرب تحریری میدان سے ہٹ کر بھی اقدامات کرتا ہے.....''

اس کے بعد جنسی اعضاء اور کنڈوم وغیرہ سے جرمنی دور شروع ہوا، پھر سلمان رشدی، تسلیمہ نسرین کے ناولوں کا اجراء..... دوسری طرف قرآن کی بے حرمتی کے واقعات: لیٹرین میں رکھنا، اس کے مقدس اوراق گندے گٹر میں بہانا، اسے زمین پر پٹخ دینا، اوپر چڑھ کے ناچنا، جلانا۔ اور 12 عدد خاکے جو 2003ء میں ڈنمارک اور ناروے سے شائع ہوئے جس میں آنجناب ﷺ گدھے کی رسی پکڑے ہوئے، کبھی بے ہنگم ڈاڑھی مونچھوں کے ساتھ۔ اور کبھی دو برقع پوش ننگی آنکھوں والی دوشیزاؤں کے ساتھ..... اب تو ان پر باقاعدہ عریاں تصویروں کے ساتھ فلم سازی شروع ہو چکی ہے۔

| علاج کیا ہے؟ |

رسول اللہ ﷺ کی مدد کرتے ہوئے گستاخوں کو کیفر کردار تک پہنچانا سب مؤمنوں سے اللہ تعالیٰ کا عزم اور ان پر عین واجب ہے، پھر ان رائج الوقت طریقوں سے بڑھ کر وہ طریقہ زیادہ لائق عمل ہوگا جو خود رسول اللہ ﷺ نے اپنی چار دیواری کی حفاظت کے لیے متعین کیا۔ امام بخاری رحمہ اللہ حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کی حدیث ذکر کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب منافقین کی مجالس سے گزرتے تو وہ آپ کو اذیت دیتے تھے۔ آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کے فرمان کے مطابق اُن سے درگزر کرتے رہے جیسا کہ سورۂ بقرہ 109:2، وآل عمران 186:3 میں اہل کتاب اور منافقین کے بارے میں اللہ تعالیٰ کے ارشادات ہیں: (حَتّٰى يَأْذَنَ اللّٰهُ فِيهِمْ) پھر اللہ تعالیٰ کی طرف سے اجازت پا کر یہ صبر اور عفو وحلم کا برتاؤ جہاد میں ڈھالا اور غزوات کے ذریعے سے علاج شروع کیا جس سے تمام اہل شر پر رعب کی دھاک بیٹھ گئی۔

(بتصرف واختصار بخاری: 4566)

تاریخ اپنے آپ کو دہرایا کرتی ہے۔ اب پھر سے امتحان کا وقت شروع ہو چکا ہے:

- دشمنوں کی دُشنام طرازی کے خلاف۔
- آپ ﷺ کی عظمت کے داہنزوں کے خلاف۔
- تمسخر اڑانے والوں یا آزادئ اظہار رائے کی آڑ میں ہرزہ سرائی، اور بیہودہ تعامل پر اتر آنے والوں کے خلاف۔
- رسول محترم کی حرمت پر حیا باختہ جرائم کی پھبتیاں کسنے والوں کے خلاف۔

علاج وہی ہے..... جب قرآن نے عفو ودرگزر کے حکم کے بعد جہاد کو لازم کیا تو علامات ذکر فرمائیں، فرمایا: ((وَطَعَنُوا فِي دِينِكُمْ))

''اور تمھارے دین پر طعنہ ماریں شریعت کی توہین کریں۔'' (ترجمہ: علامہ وحید الزمان) (التوبۃ 12:9) اور فرمایا: ((لَا يَرْقُبُونَ فِي مُؤْمِنٍ إِلًّا وَلَا ذِمَّةً)) ''وہ کسی مومن کے معاملے میں رشتے داری کا لحاظ کرتے ہیں نہ کسی عہد کا۔'' (التوبۃ 10:9)

آگے جا کر نتیجہ مرتب کیا: ((فَقَاتِلُوا أَئِمَّةَ الْكُفْرِ)) ''پس کفر کے سرداروں سے جنگ کرو۔'' (التوبۃ 9: 12) کہ جو مومن کے حق میں کسی ناطے یا عہد کا پاس نہ کریں، جیسے حقوق انسانی کے احترام سے آنکھیں چرانا، خصوصاً عظیم نبی اکرم ﷺ کے حق سے، تو یہ من جملہ ائمۂ کفر ہیں، یعنی کفر کے سرغنہ، سرخیل اور اس کا ہراول دستہ ہیں جو اپنی جگہ ہزار ہا کافروں کو جہنم دے جاتے ہیں۔ پھر ان کا حکم متعین فرمایا: ان سے قتال کرنا تم پر فرض ہے تاکہ اللہ کی زمین پر اسی کا نظام نافذ ہو جائے۔

یاد رہے! ان کے ہر باطل، کینہ پروری یا فساد انگیزی کو پہچان بھی لیا جائے گا اور کوئی فتنہ یا شر نہیں پیدا ہوگا۔ اور شریعت اسلامی میں اس کا یا اس کے ہم جنس کا حکم بھی ضرور پائیں گے۔ اور اس موقع پر، یعنی اجڑی عزت اور لوٹی حشمت کو دیکھنے پر امت کا واویلا کرنا، شعلہ بار یا سیخ پا ہونا، احتجاج، مظاہرے، ریلیاں..... سب کچھ، یقیناً ہر اعتبار سے قابل فہم بھی ہے مگر شاید وہ جس داؤ پے آکر ہم پر مزید آگے بڑھنا چاہتے ہیں وہ چال معلوم نہیں ہو سکی یا ہمیں مزید تجربوں کی تلاش ہے۔ مگر یہ انتظار بھی کافی نہیں ہوگا، مصیبتیں ہی بڑھائے گا، لہٰذا آج سے ہی وہ علاج متعین کیا جائے جس پر نبوی ہدایات ہیں۔

تاکہ جب حجر وشجر کو بھی نطق دیا جائے گا تو ایسا کرنے سے ہم ناقابل تلافی نقصان سے نکل کر عزت کی راہ پر آسکتے ہیں۔

غور کیجیے! کیا1945ء سے حریت قول یا تقریر وتحریر کا حوالہ دینے والے ''بلاس فیمی لا'' سے بخوبی آگاہ نہیں؟ جو انسائیکلوپیڈیا بریٹانیکا کے مطابق اکثر ممالک کے (فوجداری نظام) کا حصہ ہے۔ جس میں خصوصاً آسمانی صحائف اور آسمانی ادیان سے تعلق رکھنے والی اقوام میں انبیاء ورسل کی توہین کرنا قابل سزا جرم ہے۔''

(رپورٹ رانا محمد شفیق خاں پسروری، اہلحدیث، 4 جون 2010ء)

کچھ نہیں تو یہ فطری حق ہر شہری کو بھی ملتا ہے کہ کسی شخص کی آزادی کا دائرہ وہاں تک وسیع ہوگا جہاں یہ دوسرے کی آزادی پر حائل نہ ہو سکے۔ یہ خود ایک چھڑی گھمانے والے کی مثال دیتے ہیں جس نے کہا تھا:

اے بد مست جاہل! تیری آزادی کی انتہا اس جگہ سے پہلے تک ہے جہاں سے میری ناک شروع ہوگی۔

کہتے ہیں: قانون پاس کروالو!۔

تو کیا یہ توہین رسالت کا قانون نہیں جانتے؟ رانا موصوف حفظہ اللہ اپنی رپورٹ میں سماوی ادیان کے قوانین کا حوالہ دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

''صرف یورپ وامریکہ کیا، پوری دنیا میں ہتک عزت وتوہین عدالت کے قوانین موجود ہیں، اسی طرح دنیا کے ہر ملک میں وہاں کے دستور یا اقتدار اعلیٰ سے بغاوت یا باغیانہ اظہار رائے کو سنگین جرم قرار دیا گیا ہے.....'' (بائبل کی نص نقل کرتے ہوئے) انبیاء اور ان کے ساتھیوں کی توہین کرنے والے کی سزا موت ہے۔ اور اگر ماسٹر مائنڈ کے اعتبار سے اس حرکت کے ذمہ داران یہود ہیں تو آپ نے مقدس احبار باب 24 کا حوالہ دیا کہ اللہ، رسول، یوم سبت اور ہیکل کی توہین کرنے کی سزا پھانسی یا موت ہوگی۔

ہندوؤں کے ہاں بھی وَیدوں کی نندنا، یعنی بے حرمتی کرنے والے کی سزا ناس، یعنی تباہی ہے۔ (بحوالہ ایضا)

اندازہ کیجیے! یہاں اگر صرف اسلامی حکم کی بات ہوتی تب بھی سزائے قتل کو ماننا لازمی تھا کیونکہ انٹرنیشنل اصول کے مطابق جرم جس قانون کے مطابق ہوگا، اس کی سزا اسی قانون کے مطابق دی جائے گی۔ مگر یہاں تو تمام سماوی ادیان اکٹھے ہو رہے ہیں۔ کیا اب بھی قانون سازی ہوگی؟

ملکِ پاکستان کے عیسائیوں نے کہا تھا: شان رسالت میں گستاخی کی سزا جو قتل ہے، اس کو ختم کیا جائے۔ (اہلحدیث مئی 2008)

ان کا مطالبہ عجیب ہے! کیا ہم شرعی نصوص کو بدل دیں، حلال وحرام قرار دینے والے احبار و رہبان مقرر کرلیں؟

حق تو یہ ہے کہ اس موقع پر تم آؤ۔ اس وحدت کی طرف، ((اِلٰی کَلِمَةٍ سَوَاءٍ بَیْنَنَا وَبَیْنَکُمْ)) ''مشترک دین کی طرف آجاؤ۔'' کھول لو تورات بھی انجیل بھی، پھر تم ہی بتاؤ اللہ کا قانون کیا کہتا ہے؟ یہ ہے گھوڑا اور گھوڑے کا میدان، کر دکھاؤ جو تم کو دکھانا ہے۔ سوچو! یہاں اللہ کے دین میں کوئی لچک نہیں تو ترمیم کا مطالبہ کس بنا پر؟

مزید برآں:

کیا تورات اور انجیل میں ان سے وعدہ نہیں لیا گیا تھا؟ ((وَرَحْمَتِیْ وَسِعَتْ کُلَّ شَیْءٍ)) جو آگے جا کر معلق ہوا: ((فَالَّذِیْنَ آمَنُوا بِهٖ وَعَزَّرُوْهُ وَنَصَرُوْهُ)) (الآیۃ)۔

اللہ تعالیٰ نے اس امت پر بہت انعام کیے، اس کی رحمت اُمت محمدیہ کے لیے خاص ہے۔ اس نے اپنی رحمت کا وعدہ قومِ موسیٰ علیہ السلام سے صرف متقین کے لیے کیا تھا۔ لیکن جو اُمتِ محمدیہ میں داخل ہوں گے جب ایمان لے آئیں اور مدد کے لیے اٹھیں گے تو ان کے لیے خاص نصرت آئے گی۔ (الاعراف 157:7) اور فرمایا: تم (اس عہد کے مطابق) میرے رسولوں پر ایمان لاؤ گے اور ان کی مدد کرو گے تو میرا ساتھ تمھیں نصیب ہوگا۔ اس کے بعد اللہ رب العزت نے یہودیوں کے بارے میں بتلایا کہ ہم نے عہد شکنی کی وجہ سے ان پر لعنت کی اور دلوں کو سخت کر دیا تھا۔ الغرض! رسول ہاشمی، مکی، امی کے حق میں پشت بان ہونا جس طرح ہم سے مطلوب ہے، آپ سے بھی بعینہ انھی لفظوں کے ساتھ مطلوب ہے، اور اسی پر دونوں کی فلاح اور اللہ کی رحمت کا وعدہ ہے جبکہ اس عہد کے توڑنے پر لعنت، دلوں کی سختی اور قتل وخون کے عذاب اور رسوائی کی وعید ہے۔

دوسرا رخ

ایک وجہ تو معلوم ہے کہ وہ ایسی حرکات کر کے ہم سے دہشت گردی کا بدلہ لینا چاہتے ہیں جو کہ خود ان کی طرف سے ہم پر جھوٹا الزام ہے۔ جہاں یہ جسارت ملی بھگت کے تحت ہونا ہی قرین

قیاس ہے بلکہ متعین ہے۔ دوسری بات یہ کہ ایسے اقدامات سے یہ بھی کچھ بعید نہیں کہ کہیں کتابی اشارات میں آکر ان کا تھنک ٹینک مسلمانوں کو چیک نہ کرتا ہو؟ کیونکہ ذرائع کے مطابق ان دنوں معیشت کی بدحالی اور اسلام کے پھیلنے پر سینیٹر، قائدین اور دیگر مذہبی رہنما پریشان ہیں حتی کہ لوگوں نے چرچ فروخت کرنا شروع کر دیے ہیں۔ اور آج کل اُن کی جگہ مسجدیں تعمیر ہو رہی ہیں۔ اور ان کے سرکردہ افراد کو اس کا بخوبی اندازہ ہے مگر دجال کے حامیوں سے ایمان کی طرف رغبت کی کوئی امید نظر نہیں آتی، البتہ وہ غور کرتے ہوں گے کہ مسلمانوں کا ان مہمات میں انجامِ کار کیا ہو سکتا ہے؟ جیسا کہ مذہبی اشارات سے وہ ایسے نتائج اخذ کیا کرتے ہیں کہ کہاں سے مسلمان ہم پر غالب آئیں گے اور کب ہمارا غلبہ ان پر قائم ہو سکتا ہے؟

اسلام تو رواداری کا درس دیتا ہے۔ ہمارے نبی کریم ﷺ نے مکہ کی فتح پر اسلام دشمنوں سے صاف کہہ دیا تھا: جاؤ آج تم پر ڈپٹ بھی نہیں ہوگی۔ ((لَا تَثْرِيبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ...))

اے چاکرو! تم جان لو! اس موقع پر پیدا کی جانے والی مداہنت ہمیں گوارہ نہیں جس پر ہماری رسوائی بڑھتی ہی چلی جائے۔

ہمارے دانشوروں کی یہی ناعاقبت اندیشی سیکولرازم یا گلوبلائزیشن کو مزید جنم دے گی اور ان کافروں کا مطلب سیدھا کرے گی جو مدرسول ﷺ کے خلاف انھیں تیار کرنا چاہتے ہیں۔ اور میڈیا کو بھی وہ اس مقصد کے لیے خوب استعمال کرتے ہیں۔ یہی امت کے منافق ہیں جن کے بارے میں قرآن نے کہا: ((أَلَا إِنَّهُمْ هُمُ السُّفَهَاءُ وَلَٰكِن لَّا يَعْلَمُونَ)) ”سن لو! بیشک وہی بیوقوف ہیں لیکن وہ نہیں جانتے۔“ (البقرۃ 13:2)

اس کے در پردہ شیطانی وحی کیا ہو سکتی ہے؟ جیسے ہر نبی کے دشمن آپس میں وحی کیا کرتے ہیں۔ (الانعام 112:6) یہی سازش ہو سکتی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی مدد پر حائل کیسے ہو سکتے ہیں؟ جس کے بعد پھر وہی منطقی نتیجہ برآمد کریں گے کہ اب ہمیں ان سے کوئی خطرہ نہیں۔ ہمارے مفادات کو کیا ٹھیس پہنچ سکتی ہے؟ جبکہ یہ عوامی ترجمان ہمارے ہی چاکر بن کر رہنے والے ہیں۔

اتنی شدید بے غیرتی کا ارتکاب، وہ بھی آنجناب ﷺ کی عزت پر کہ جہاں ابن تیمیہ کہتے ہیں کہ سید الرسل کی توہین پوری امت کی توہین ہے۔

ان کی سرد مہری کہاں پہنچ چکی ہے! اسلام کو کیا ضرورت کہ یہ لوگ اس کی ترجمانی کریں؟ یا اسلام کے وہ ٹھیکیدار ہیں کہ ان کے بغیر وہ محفوظ نہیں رہ سکے گا یا اللہ نے انھیں اہل کفر کا داروغہ بنا رکھا ہے؟

ذرا بتایئے تو جب آنحضرت ﷺ کو ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ برہنہ حالت میں، اور دیگر امہات المومنین سے لڑائی کا عکس دے کر فلم چلائی گئی تو اس سے کون سے غلیظ تصورات فروغ پا رہے ہونگے؟! جس پر ان کو اسلام کی نرمی یاد آ رہی ہے۔

کیا اسلام اپنے نظام میں سختی نہیں رکھتا؟

کیا لاتثریب (بخشش عام کے اعلان عام) کے لمحات ہی میں رسول اللہ ﷺ نے توہین رسالت کے مرتکب ابن خطل کو مکہ کی پر امن وادی ہی میں موت کے گھاٹ نہیں اتارا تھا جو آپ کی ہجو کرتا اور اپنی لونڈیوں سے بھی کرواتا تھا۔

کیا عذر ہوگا ان (57) اسلامی ملکوں کے حکمرانوں کے پاس جو اپنی ایک ارب ساٹھ کڑور عوام کے ساتھ ایٹمی توانائی رکھتے ہوئے بھی رگ حمیت پھڑکنے پر جاگ نہ پڑے؟!

| خاتمہ |

ہمارے یہی افسوس ناک احوال ہیں جس پر انھیں مزید شہہ اور جرأت ملے گی کہ وہ بآسانی نتیجہ اخذ کریں کہ جب یہ مسلمان مردہ ہو چکے ہیں، تب ان گاڑھے ہوئے مردوں سے کیا خطرہ؟ یہ سبب ہے کہ میڈیا کو اس خاص مقصد کے لیے تیار کیا جا رہا ہے۔ اور اگر ذرائع کے مطابق یہ درست ہے کہ ڈنمارک اور ناروے کے لوگوں کی آواز ہے کہ اگر قبول اسلام کی یہ شرح برقرار رہی تو دس سال تک ہم اسلامی ریاست میں تحویل ہو جائیں گے، خوش آئند ہے۔ مگر کیا یہ حیلے ان کے کافی نہ ہوں گے جو انھیں بے خوف کر سکیں جس کا ذریعہ خود ہمارا پریس ہے؟!

المختصر: توہین آمیز خاکے بنانے کا سلسلہ 1970ء میں شروع ہوا تھا، اس وقت امت نے کوئی کردار ادا نہ کیا جس کی وجہ سے یہ سلسلہ گاہے گاہے سامنے آتا رہتا ہے۔ اسلامی جہاد پر عذر لنگ تراشنے والے آج ہمیں بتا دیں کہ اس وقت جو ہمیں عالمی بازار میں ننگا کر دیا گیا ہے اس رسوائی کا مؤثر حل ان کی نظر میں اور کیا ہے؟





عمر فاروق قدوسی

ناموس رسالت

حفاظت کیسے ممکن ہے؟

اگر کوئی سمجھتا ہے کہ اہل مغرب کو خبر نہیں کہ مسلمان نبی مکرم ﷺ سے اپنی جان، مال اور اولاد سے بڑھ کر محبت کرتے ہیں تو یہ خام خیالی ہے۔

اہل مغرب مطالعہ کے عادی ہیں۔ ایسی قوم کہ باخبر رہنا جس کے لاشعور کا حصہ ہو، اس کے بارے میں یہ سوچا بھی نہیں جا سکتا کہ اسے نبی مکرم ﷺ سے مسلمانوں کی عقیدت و محبت کے لامتناہی سلسلوں سے آگاہی نہ ہو۔ اس کے باوجود یورپ اور امریکہ سے ایک تسلسل سے ایسی آوازیں بلند ہو رہی ہیں اور ایسی خرافات کو نمایاں کیا جا رہا ہے کہ جن سے اہل اسلام کے دل مجروح اور ان کی روحیں زخمی ہو جاتی ہیں۔ یہ لوگ خوب اچھی طرح جانتے ہیں کہ مسلمان اپنے نبی ﷺ پر قربان ہونا عظیم سعادت سمجھتے ہیں۔ ایسی سعادت کہ جس کا کوئی ثانی نہیں۔ وہ کوئی بے حمیتی کی انتہاؤں تک پہنچا ہوگا کہ جس کے سامنے رسول کریم ﷺ کی شان اقدس میں گستاخی ہو رہی ہو اور وہ ٹھنڈے پیٹوں برداشت کرے۔ مسلمان ہر اس تحریک کا حصہ بننے کی کوشش کرتے ہیں جو شاتمان رسول کے خلاف ہو۔ وہ علی وجہ البصیرت سمجھتے ہیں کہ اس کوشش و کاوش میں اگر ان کی شرکت بارگاہِ الٰہ العالمین میں پسند آ جائے تو بس یوں سمجھیے کہ بیچ منجدھار پھنسی ہوئی کشتی کنارے لگ گئی۔

لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے..... اور یہی سوال اس تحریر کا سرِ عنوان ہے کہ تحفظ ناموس رسالت کے لیے ہم کیا راہ عمل اختیار کریں؟ اسلام کے اجنبیت کے اس دور میں ہم نبی محترم ﷺ کی ناموس کی حفاظت کس طرح کریں؟ امتِ مسلمہ کی بے عملی، دین سے دوری اور بے حسی اپنی جگہ لیکن اس کا یہ مطلب تو نہیں کہ بد قماش اور ننگ انسانیت افراد محسن انسانیت ﷺ کی ناموس پر حملہ آور ہوں اور ہم خاموش رہیں؟ بے حمیتی والی ایسی زندگی سے موت لاکھ درجے بہتر ہے۔ غیر مسلم بالخصوص یورپ اور امریکہ میں موجود مذہبی دہشت گردوں نے تو اپنی اس روش سے باز نہیں آنا۔ سوچنے کی بات ہے کہ ہم انھیں کس طرح کا جواب دیں۔

| سوشل میڈیا کے ذریعے تحفظ |

اس وقت سوشل میڈیا کے نام سے ایک نئی اصطلاح معرضِ وجود میں آ چکی ہے۔ بلاشبہ دور جدید میں یہ ابلاغ کا بے حد موثر ذریعہ ہے۔ ہم اس کو استعمال کرتے ہوئے مسیحی اور یہودی عوام و خواص تک اپنا احتجاج پہنچا سکتے ہیں۔ دلائل کی قوت سے مجبور کر سکتے ہیں کہ اگر وہ انصاف اور رواداری کے واقعی علمبردار ہیں تو پھر اپنی صفوں میں موجود گستاخانِ رسول کو تحفظ فراہم نہ کریں۔ ان کی حوصلہ افزائی نہ کریں بلکہ ان کی مذمت میں اہل اسلام کے ہم زبان ہو جائیں۔ ہم یورپ اور امریکہ



کے ذرائع ابلاغ کو باور کرا سکتے ہیں کہ آپ کے طرز عمل سے گستاخانِ رسول کی حوصلہ افزائی ہوتی ہے۔ آپ کے رویے سخت نظر ثانی کے محتاج ہیں، اس کے لیے ہمیں شائستگی پر مبنی رویہ اپنانا ہوگا۔ بلاشبہ یہ بہت مشکل کام ہے کیونکہ یہ کسی عام مذہبی یا سیاسی رہنما کی عزت و اکرام کا معاملہ نہیں بلکہ یہ تو ان کی ناموس و حرمت کا مسئلہ ہے کہ جن سے عزیز ہمیں اور کوئی نہیں۔

| دیار غیر میں مقیم مسلمان موثر کردار ادا کریں |

ناموس رسالت کے تحفظ کے لیے مغربی ممالک میں مقیم مسلمان، مغربی اداروں سے تعلیم یافتہ اور مغربی معاشرے میں پروردہ مسلمان اہم کردار ادا کر سکتے ہیں، اس لیے کہ وہ ان معاشروں کی تمام تر خوبیوں اور خامیوں سے آگاہ ہیں۔ وہ جانتے ہیں کہ ان لوگوں سے کس لہجے میں بات کرنا موثر ہے۔ گفتگو کا کون سا اسلوب اختیار کیا جائے کہ مغرب میں موجود شر پسندوں اور مسیحی دہشت گردوں سے محفوظ رہا جا سکے۔ اس کے لیے ضروری ہے کہ ہمارے مغرب زدہ مسلمان بھائی اور بہنیں اپنے دین کے بارے میں احساسِ کمتری سے باہر نکلیں۔ انھیں اس بات کا شعور ہونا چاہیے کہ دین اسلام وہ دین ہے کہ جس کی راتیں اس کے دنوں کی طرح روشن ہیں اور جو رواداری، تحمل، برداشت اور احترام آدمیت کا سب سے زیادہ درس دیتا ہے۔ جو اپنے پیروکاروں کو یہ ہدایت دیتا ہے کہ کسی کے جھوٹے خدا کو بھی گالی مت دو۔ کیا ''بین المذاہب'' مکالمے کے باب میں برداشت اور احترام کی اس سے عمدہ روایت کوئی اور ہو سکتی ہے جو اسلام نے قائم کی ہے؟

| میڈیا کا اعلیٰ کردار |

مصر میں ''النور پارٹی'' نے نبی مکرم ﷺ کی شخصیت پر ایک دستاویزی فلم تیار کرنے کا اعلان کیا ہے۔ یہ ایک مثبت ردعمل کہا جا سکتا ہے۔ حالانکہ ''النور'' سلفیوں کی جماعت ہے اور امریکہ کے خلاف دنیا بھر میں جاری محاذ آرائی میں سلفی پیش پیش ہیں۔ وہابی یا سلفی اہل مغرب کے ہاں بنیاد پرست اور شدت پسند شمار ہوتے ہیں۔ امریکہ مخالف گروہ کا ناموس رسالت کے تحفظ کے لیے یہ عملی اقدام لائق تحسین ہے۔ ذرائع ابلاغ سے وابستہ افراد کو چاہیے کہ وہ اپنا علم اور اپنا قلم ناموس رسالت کے لیے وقف کر دیں، وہ اپنی خداداد صلاحیتیں نبی مکرم ﷺ کی ناموس کے تحفظ کے لیے بروئے کار لائیں۔

توہین رسالت کے واقعات کی مذمت کرتے ہوئے ہمیں اس بات کو یقینی بنانا چاہیے کہ ہمارا احتجاج پر امن ہو۔

اصحاب رسول رضی اللہ عنہم کے دور میں بھی نبی کریم ﷺ کی اہانت کے واقعات ہوئے تھے۔ انھوں نے صرف اس شخص کو سزا دی جس نے توہین کا ارتکاب کیا تھا۔ کعب بن اشرف یہودی کو جب رات کے اندھیرے میں جہنم واصل کیا گیا تو اس کے اہل خانہ کو کچھ نہ کہا گیا۔ اس محلے میں رہنے والے دیگر یہودیوں کو مکمل تحفظ فراہم کیا گیا۔ یہودیوں کے ایک اور سردار ابو رافع بن ابی الحقیق کو اس کی گستاخیوں کی وجہ سے قتل کیا گیا لیکن اس کے جرم کی پاداش میں کسی اور کو ماخوذ نہ کیا گیا۔ یعنی جس نے جرم کیا، سزا بھی صرف اس کو دی گئی۔ عدل و انصاف کے یہ مناظر دور نبوت میں ہمیں ملتے ہیں اور ان حسین مناظر کی تصویر کشی کرنے والے اصحاب رسول رضی اللہ عنہم تھے۔ اصحاب رسول رضی اللہ عنہم کی نبی رحمت ﷺ سے محبت اگر ہماری طرح ہوتی تو پھر مدینہ میں ایک بھی یہودی زندہ نہ بچتا لیکن ان عظیم المرتبت اصحاب کی تربیت نبی رحمت ﷺ نے فرمائی تھی۔ اسی لیے ان سے محبت نبوی کے نام پر اس قسم کی جارحیت اور بے گناہوں سے زیادتی کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا تھا۔

توہین رسالت کا تازہ ترین سانحہ یہودیوں کی مالی سرپرستی میں امریکی پادری کی جانب سے بنائی جانے والی فلم ہے۔ یہ ایک ایسی ناپاک جسارت ہے کہ جس کی مذمت کے لیے ہمارے پاس الفاظ نہیں اور ویسے بھی ان باتوں کی مذمت الفاظ سے کافی نہیں ہوتی۔ نبی کریم ﷺ سے محبت ہمارے ایمان کی بنیاد ہے۔ ہم خطا کاروں کے پاس حضرت آقا علیہ السلام کی محبت کے سوا اور ہے ہی کیا؟ اب ہمارا احتجاج موثر ہونا چاہیے۔ اہل مغرب کو باور ہونا چاہیے کہ بس! بہت ہو چکی۔ جس مجہول النسب کے شیطانی دماغ میں جو آتا ہے، وہ کر گزرتا ہے۔ اب یہ سلسلہ ختم ہونا چاہیے۔



سانحہ ربوہ کی عدالتی رپورٹ شائع کیوں نہیں ہوتی؟



محمد متین خالد

پاکستان میں قادیانی جماعت کا مرکز ضلع چنیوٹ سے پانچ میل کے فاصلے پر دریائے چناب کے پار ''ربوہ'' (اب چناب نگر) کے نام سے آباد ہے۔ یہ جگہ فیصل آباد اور سرگودھا کے عین وسط میں واقع ہے۔ گورنر پنجاب سرفرانسس موڈی واضح طور پر قادیانیوں کی طرف جھکاؤ رکھتا تھا۔ سابق وزیر خارجہ سر ظفر اللہ خاں کی سفارش پر ربوہ کی 1033 ایکڑ زمین (ایک آنہ فی مرلہ کے حساب سے) قادیانیوں کو 100 سالہ لیز پر دی گئی۔ یہ جگہ ان کے لیے حفاظتی نقطہ نظر سے بھی بہت اہم ہے۔ قادیانی ریاست کے لیے جگہ کا انتخاب کرتے وقت انھوں نے تمام اہم ممکنہ پہلوؤں کو پوری طرح مدنگاہ رکھا تھا۔ 20 ستمبر 1948ء کو اس شہر کا افتتاح قادیانی خلیفہ مرزا محمود نے کیا۔ قادیانی قیادت نے حکومت سے لیز پر لی گئی اس اراضی کو ہزاروں رہائشی اور کمرشل پلاٹوں میں تقسیم کر کے اربوں روپے کمائے۔ ربوہ میں 1974ء سے پہلے کوئی مسلمان داخل نہ ہوسکتا تھا۔ اب بھی اگر کوئی مسلمان ربوہ شہر میں داخل ہوتو اس کے پیچھے قادیانی سی آئی ڈی لگ جاتی ہے۔ اس سے نہ صرف پوچھ گچھ ہوتی ہے بلکہ اس کی تمام حرکات و سکنات کو مانیٹر کیا جاتا ہے۔ پاکستان میں ربوہ ایک ایسا واحد شہر ہے جہاں کوئی مسلمان اپنا مکان خرید سکتا ہے اور نہ وہاں قادیانیوں کی اجازت کے بغیر رات قیام کرسکتا ہے۔ حیرت ہے کہ جب کوئی قادیانی اسلام قبول کرتا ہے تو اس پر ظلم وستم کے پہاڑ توڑے جانے کے بعد اسے ربوہ سے نکال دیا جاتا ہے۔ اسے یہ بھی حق حاصل نہیں کہ وہ پوری زندگی کی جمع پونجی سے بنائے گئے اپنے مکان کو فروخت کرسکے، کیونکہ وہاں کی ساری زمین قادیانی انجمن کے نام رجسٹرڈ ہے۔

سابق وزیر اعظم جناب ذوالفقار علی بھٹو کے دور حکومت میں 29 مئی 1974ء کو نشتر میڈیکل کالج کے طلبہ پر ربوہ ریلوے سٹیشن پر قادیانی قیادت کے ایما پر بے پناہ تشدد کیا گیا جب وہ شمالی علاقہ جات کی سیر کے بعد واپس ملتان جا رہے تھے۔ ان طلبہ کا قصور یہ بتایا جاتا



ہے کہ انھوں نے 22 مئی کو پشاور جاتے ہوئے ربوہ ریلوے سٹیشن پر قادیانی لٹریچر لینے سے انکار کیا اور ختم نبوت زندہ باد کے نعرے لگائے تھے۔ اس کی پاداش میں، واپسی پر ان کی گاڑی خلاف ضابطہ روک کر طلبہ پر ظلم و تشدد کا ہر نیا طریقہ آزمایا گیا جس سے 30 طلبہ شدید زخمی ہوئے۔ اس واقعے کا پورے ملک میں زبردست ردعمل ہوا۔ دینی جماعتوں کی اپیل پر پاکستان کے مختلف شہروں میں ہڑتالوں اور پُرجوش مظاہروں کا سلسلہ شروع ہو گیا اور مطالبہ کیا گیا کہ قادیانیوں کو اُن کے کفریہ عقائد کی بنا پر غیر مسلم اقلیت قرار دیا جائے۔ چنانچہ 30 جون 1974ء کو قومی اسمبلی میں اپوزیشن نے قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کے لیے ایک قرارداد پیش کی۔

31 مئی 1974ء کو وزیر اعلیٰ پنجاب مسٹر حنیف رامے نے ربوہ ریلوے اسٹیشن کے واقعہ کی تحقیقات کے لیے لاہور ہائی کورٹ کے مسٹر جسٹس خواجہ محمد احمد صمدانی پر مشتمل یک رکنی ٹربیونل کا اعلان کیا۔ حکومت پنجاب کے مقرر کردہ ٹربیونل کے دائرہ کار میں یہ بات شامل تھی کہ وہ ربوہ ریلوے اسٹیشن کے واقعہ اور اس سے متعلقہ دوسرے معاملات کی تحقیقات کے بعد یہ بتائے گا کہ اس سانحہ کی انفرادی اور اجتماعی طور پر ذمہ داری کن پر عائد ہوتی ہے۔ ٹربیونل مجرموں کے خلاف مناسب کارروائی کی سفارش بھی کرے گا اور اپنی رپورٹ جتنی جلدی ممکن ہوگا، پیش کرے گا۔ پنجاب حکومت کے ایک ہینڈ آؤٹ کے مطابق لاہور ہائی کورٹ کی معائنہ ٹیم کے رکن مسٹر خضر حیات، ایڈووکیٹ جنرل پنجاب مسٹر عبدالستار نجم اور جناب کمال مصطفیٰ بخاری اسسٹنٹ ایڈووکیٹ جنرل پنجاب تحقیقات کے سلسلہ میں ٹربیونل کی معاونت کریں گے۔

یکم جون 1974ء کو وزیر اعظم ذوالفقار علی بھٹو نے عوام سے اپیل کی کہ وہ حکومت کے ساتھ تعاون کرتے ہوئے امن و امان قائم رکھیں۔ تمام شہریوں کو صمدانی تحقیقاتی رپورٹ کا انتظار کرنا چاہیے۔ یہ رپورٹ موصول ہونے پر شائع کر دی جائے گی۔ جسٹس کے ایم اے صمدانی نے تحقیقاتی ٹربیونل کا نوٹیفکیشن جاری ہونے کے بعد فوری طور پر اس سانحہ کی تحقیقات شروع کر دیں۔ اس سلسلہ میں وقوعہ کے روز ڈیوٹی پر متعین ریلوے اسٹیشن کے عملے اور میڈیکل کالج کے طلبہ اور سٹاف وغیرہ کو نوٹس بھیجے گئے کہ وہ آ کر اپنے بیان ریکارڈ کروائیں۔ اس کے علاوہ عام افراد سے بھی کہا گیا کہ وہ اپنا بیان زبانی یا تحریری طور پر ٹربیونل کے روبرو پیش کر سکتے ہیں۔ عدالت میں ہائی کورٹ بار کے درج ذیل ارکان، مختلف تنظیموں کی وکالت کے لیے موجود تھے۔ جماعت اسلامی کی طرف سے مسٹر ایم انور اور ایم اے رحمان ایڈووکیٹ، مجلس تحفظ ختم نبوت کی طرف سے قاضی محمد سلیم ایڈووکیٹ، قادیانی محاسبہ کمیٹی اور پاکستان اتحاد پارٹی کی طرف رفیق احمد باجوہ ایڈووکیٹ، ہائی کورٹ بار ایسوسی ایشن وکلا کی رابطہ کمیٹی کی طرف سے محمد اسماعیل قریشی ایڈووکیٹ اور چوہدری نذیر احمد خاں ایڈووکیٹ، حکومت پنجاب کی طرف سے مسٹر کمال مصطفیٰ بخاری اسسٹنٹ ایڈووکیٹ جنرل اور قادیانی جماعت کی طرف سے اعجاز حسین بٹالوی ایڈووکیٹ اور مسٹر بشیر احمد ایڈووکیٹ پیش ہوئے۔

سب سے پہلے 8 جون کو جناب ایکسپریس کے گارڈ نذیر احمد خاں کا بیان ریکارڈ ہوا جس میں اس نے کہا کہ واقعہ کے روز ریلوے اسٹیشن پر نشتر میڈیکل کالج کے طلبہ پر حملہ کرنے والے شر پسندوں کی تعداد 500 کے قریب تھی۔ وہ چمڑے کی پیٹیوں، آہنی پائپوں، ہنٹروں، لاٹھیوں اور ہاکیوں سے مسلح تھے۔ وہ نہتے طلبہ پر وحشیانہ تشدد کر رہے تھے اور انھیں کان پکڑنے اور معافی مانگنے پر مجبور کر رہے تھے جبکہ طلبہ بچاؤ بچاؤ کا شور کر رہے تھے۔ پلیٹ فارم پر ہر طرف خون ہی خون تھا۔ فاضل عدالت کے استفسار پر گواہ نے بتایا کہ قادیانی شر پسندوں کی ایک کثیر تعداد احمدیت زندہ باد، محمدیت مردہ باد اور مرزا غلام احمد کی جے کے نعرے لگا رہی تھی جبکہ برقع پوش نوجوان لڑکیاں تالیاں بجا کر حملہ آوروں کی حوصلہ افزائی کر رہی تھیں۔ گواہ نمبر 4 صدیق احمد اسپیشل ٹکٹ ایگزامنر نے ٹربیونل کے روبرو اپنی شہادت قلمبند کرواتے ہوئے کہا: حملہ آور ایک طالب علم محمد حسن محمود پر شدید تشدد کر رہے تھے جس کے جسم پر سوائے قمیض کے کوئی کپڑا نہ تھا۔ وہ زخموں سے بری طرح چور ہو کر رو رہا تھا۔ اُس کے سر، کان اور منہ سے خون بہہ رہا تھا۔ ایسا معلوم ہو رہا تھا کہ اُس کے دانت ٹوٹ چکے ہیں۔ ایک حملہ آور نے اسے کہا کہ کیا تم مرزا غلام احمد کو نبی مانتے ہو، طالب علم نے جواب دیا: نہیں۔ اس پر اسے ہنٹروں



سے مارا گیا جس پر وہ نیم بیہوش ہو گیا۔ اُس نے پانی مانگا تو ان حملہ آوروں میں سے ایک نے کہا کہ اس کے منہ میں پیشاب کرو۔ ٹریبونل کے روبرو اس دلدوز اور غیر انسانی واقعہ کی کئی چشم دید گواہوں نے تصدیق کی۔ گواہ کے اس بیان پر عدالت میں موجود ہر شخص قادیانیوں کے اس غیر انسانی رویے پر رنج و غم میں ڈوب گیا۔ 16 جون کو سٹیشن ماسٹر ربوہ مرزا عبدالسمیع قادیانی نے اپنے بیان پر جرح کے دوران اعتراف کیا کہ قادیانی جماعت کا ایک تبلیغی مشن اسرائیل کے شہر حیفہ میں بھی کام کر رہا ہے۔ ایک طالب علم ارباب عالم نے اپنے بیان ریکارڈ کراتے ہوئے کہا کہ ہمیں ربوہ ریلوے اسٹیشن پر قادیانی لٹریچر نہ لینے پر شدید زد و کوب کیا۔ قادیانی حملہ آور لاٹھیوں، ہاکیوں، ہنٹروں اور ریوالوروں سے مسلح تھے۔ ہماری علیحدہ بوگی تھی۔ ہر طالب علم کو آٹھ آٹھ، دس دس غنڈوں نے جی بھر کر مارا۔ ایک طالب علم، رفعت حیات بیمار تھا جو برتھ پر لیٹا ہوا تھا۔ حملہ آوروں نے اسے گاڑی سے نیچے پھینکا اور اسے ننگا کرنے کی کوشش کی۔ تمام طالب علموں پر خوف طاری تھا۔ جب ہم لائل پور (فیصل آباد) اسٹیشن پہنچے تو ضلعی حکام سٹیشن پر موجود تھے۔ 30 طالب علم شدید زخمی تھے۔ انھیں سٹریچر پر ڈال کر برآمدہ میں لایا گیا۔ وہاں طالب علموں کو فرسٹ ایڈ دی گئی۔ پلیٹ فارم پر کئی ڈاکٹر طلبہ کے علاج و معالجہ کے لیے موجود تھے۔ جن میں ایک معروف قادیانی ڈاکٹر ولی بھی تھا، طلبہ نے اس سے علاج کروانے سے انکار کر دیا جس پر حکام نے انھیں واپس بھیج دیا۔

ایک سابق قادیانی صالح نور نے ٹریبونل کے روبرو اپنا بیان قلمبند کرواتے ہوئے قادیانیوں کے بارے میں سنسنی خیز انکشافات کرتے ہوئے کہا کہ ربوہ میں جو شخص قادیانیت سے تائب ہو کر اسلام قبول کرتا ہے۔ اسے بیوی، بچوں اور مکان سے محروم کر کے ربوہ سے زبردستی نکال دیا جاتا ہے۔ سوشل بائیکاٹ کے ذریعے ان کی زندگی اجیرن کر دی جاتی ہے۔ مخالفت پر اسے قتل کر دیا جاتا ہے جس کا مقدمہ بھی درج نہیں ہوتا۔ ٹریبونل کے روبرو روزنامہ ''نوائے وقت'' کے چیف ایڈیٹر جناب مجید نظامی نے بھی اپنا بیان ریکارڈ کرواتے ہوئے کہا کہ تحریک ختم نبوت کو سبوتاژ کرنے کے لیے حکومت نے کئی منفی ہتھکنڈے استعمال کیے جن میں ایک فرضی تنظیم ''انجمن فدایان رسول'' کی طرف سے فرضی اور غیر اخلاقی اشتہار کی اشاعت بھی ہے، جسے میں نے اپنے روزنامہ میں شائع کرنے سے روک دیا۔ حالانکہ اس اشتہار کی اشاعت سے ادارے کو 4 ہزار روپے (آج کے لاکھوں روپے) ملتے۔ لیکن میں نے دینی غیرت و حمیت میں ایسا کرنے سے انکار کر دیا۔ ہفت روزہ ''چٹان'' کے مدیر آغا شورش کاشمیری نے بھی ٹریبونل میں اپنا بیان ریکارڈ کروایا اور نہایت اہم انکشافات کیے۔ 18 جون 1974ء کو ٹریبونل کے روبرو قادیانی جماعت کے سربراہ مرزا ناصر گواہ نمبر 48 کے طور پر پیش ہوا۔ اس نے جسٹس کے ایم اے صمدانی کے ایک سوال کے جواب میں تسلیم کیا کہ وہ مرزا غلام احمد قادیانی کو نبی مانتے ہیں۔ سانحہ ربوہ کے بارے میں پوچھے گئے کئی سوالوں کے جواب میں مرزا ناصر نے غلط بیانی سے کام لیا جس پر جسٹس صمدانی نے اپنی شدید حیرت کا اظہار کیا۔

20 جولائی 1974ء کو جسٹس صمدانی ربوہ (چناب نگر) گئے تاکہ جائے وقوعہ کا معائنہ کر سکیں۔ فاضل تحقیقاتی جج کے ہمراہ اسسٹنٹ ایڈووکیٹ جنرل مسٹر کمال مصطفیٰ بخاری اور دوسرے وکلاء مسٹر اعجاز بٹالوی، مسٹر ایم اے رحمٰن، مسٹر عاصم جعفری، مسٹر خاقان بابر، مسٹر فرخ امین اور مسٹر ایم۔ ڈی طاہر تھے۔ جسٹس صمدانی نے صبح 7:55 پر ربوہ ریلوے اسٹیشن پر پہنچنے کے فوراً بعد اسٹیشن کی جنوب مشرقی سمت میں پلیٹ فارم کے اس مقام کا معائنہ کیا جہاں محلہ دارالرحمت کی جانب سے حملہ آوروں نے نشتر میڈیکل کالج کے طلبہ کی بوگی پر حملہ کیا تھا، جو پلیٹ فارم سے کم و بیش 50 گز پیچھے روک لی گئی تھی۔ بعد ازاں تحقیقاتی جج نے ریلوے اسٹیشن سے قریباً ڈیڑھ فرلانگ دور چوہدری ظفر اللہ خاں کی کوٹھی کے بارے میں معلومات حاصل کیں۔ ٹریبونل کے روبرو بعض گواہوں نے بیان دیا تھا کہ اِس کوٹھی میں موجود بعض افراد نے حملہ کی ترغیب دی تھی۔ بعد ازاں ٹریبونل نے جامع نصرت ڈگری کالج کے ریلوے اسٹیشن کی جانب کھلنے والے گیٹ کا معائنہ کیا جس کے بارے میں سماعت کے دوران ٹریبونل کو بتایا گیا تھا کہ اس گیٹ کے قریب مرزا منصور جیپ پر کھڑے حملہ آوروں کو نشتر کالج کے طلباء پر حملہ کے لیے اشتعال دلا



رہے تھے۔ اس موقع پر جو خاص باتیں دیکھنے میں آئیں، وہ نہایت چشم کشا ہیں:

جسٹس صمدانی کی آمد پر ائیر مارشل ظفر چودھری قادیانی کی قیادت میں سرگودھا ائیر بیس سے اڑنے والے پاک فضائیہ کے 3 طیارے گھن گرج کے ساتھ فضا میں نمودار ہوئے، انھوں نے انتہائی نیچی پرواز کی اور قلابازیاں کھاتے ہوئے نظروں سے اوجھل ہوگئے۔ نجانے وہ کیا پیغام دینا چاہتے تھے؟

ربوہ شہر میں تمام سرکاری اور نجی دفاتر میں جھوٹے مدعی نبوت آنجہانی مرزا قادیانی کی تصاویر آویزاں تھیں۔ البتہ قائد اعظم محمد علی جناح اور علامہ اقبال کی تصویر کہیں بھی آویزاں نہ تھی۔ ربوہ میں کہیں بھی پاکستان کا پرچم نظر نہ آیا۔ اس کے برعکس قصر خلافت پر قادیانی جماعت کا اپنا مخصوص جھنڈا ''لوائے احمدیت'' لہرا رہا تھا۔ ناظر امور عامہ (وزیر داخلہ) کے دفتر کے معائنہ کے دوران جب ریکارڈ اور فائلیں دیکھی گئیں تو بتلایا گیا کہ اختلافات وغیرہ کی صورت میں آخری فیصلہ خلیفہ ربوہ کا ہوتا ہے۔ ٹربیونل نے ربوہ کی پولیس چوکی کا معائنہ کیا تو معلوم ہوا کہ یہاں کسی جرم کی رپورٹ یا ایف آئی آر درج نہیں۔ اس موقع پر تھانہ ''لالیاں'' کے ایس ایچ او نے اعتراف کیا کہ ہمارا نظام محکمہ ''ربوہ'' کا مرہون منت ہے۔ ہم بوجوہ اپنے طور پر کچھ نہیں کرسکتے۔

ربوہ کی بیشتر عمارات پر قادیانی پرچم لہراتے ہوئے دیکھا گیا۔ ربوہ شہر کی دیواروں پر ''غلام احمد کی جے''، احمدیت زندہ باد اور God is coming by His army ایسے نعرے لکھے ہوئے تھے۔ اس کے بعد جسٹس صمدانی نے قادیانیوں کی نام نہاد جنت اور دوزخ دیکھی۔ یہ دراصل دو قبرستان ہیں۔ عرفِ عام میں چار دیواری کے اندر واقع قبرستان کو جنت اور باہر عام قبرستان کو دوزخ کہا جاتا ہے۔ جو قادیانی اپنی منقولہ اور غیر منقولہ جائیداد کا 20 فیصد قادیانی جماعت کو دینے کی وصیت کرے، وہ قادیانی ''جنت'' میں دفن ہوتا ہے اور جو قادیانی ایسی کوئی وصیت نہ کرے، وہ ''دوزخ'' میں دفن ہوتا ہے۔ جب جسٹس صمدانی قادیانی خلیفہ مرزا محمود اور نصرت بیگم کی قبروں پر گئے تو ان پر لگے ہوئے کتبہ پر لکھی ہوئی درج ذیل عبارت دیکھ کر بے حد حیران ہوئے:

''ارشاد حضرت خلیفۃ المسیح ثانی مرزا بشیر الدین محمود''، ''جماعت کو نصیحت ہے کہ جب بھی ان کو توفیق ملے، حضرت ام المومنین (مرزا قادیانی کی بیوی) اور دوسرے اہل بیت (مرزا قادیانی کے گھر والے) کی نعشوں کو مقبرہ بہشتی قادیان میں لے جا کر دفن کریں، چونکہ مقبرہ بہشتی کا قیام اللہ تعالیٰ کے الہام سے ہوا ہے، اس میں حضرت ام المومنین اور خاندانِ حضرت مسیح موعود کے دفن کرنے کی پیشگوئی ہے، اس لیے یہ بات فرض کے طور پر ہے، جماعت کو اسے کبھی نہیں بھولنا چاہیے۔''

صحافیوں نے جسٹس صمدانی سے کہا کہ مرزا محمود کی وفات کے وقت بھی قادیانی اس کی لاش قادیان لے جاسکتے تھے۔ اس سلسلے میں قادیانی قیادت اگر درخواست کرتی تو بھارت اور پاکستان کی دونوں حکومتیں بخوشی اس کی اجازت دے دیتیں۔ لیکن یہ میتوں کا موزوں وقت پر قادیان لے جانا، چہ معنی دارد؟ اس ''موزوں وقت'' سے کیا مراد ہوسکتی ہے۔

جسٹس صاحب کو بتایا گیا کہ اس کی بنیاد مرزا محمود کے وہ بیانات ہیں جو قادیانی روزنامہ ''الفضل'' میں شائع ہوئے تھے: مرزا بشیر الدین محمود نے کہا تھا: ''ہندوستان جیسی مضبوط بیس جس قوم کو مل جائے، اس کی کامیابی میں کوئی شک نہیں رہتا۔ اللہ تعالیٰ کی اس مشیت سے کہ اس نے احمدیت کے لیے اتنی وسیع بیس مہیا کی ہے پتہ لگتا ہے کہ وہ سارے ہندوستان کو ایک سٹیج پر جمع کرنا چاہتا ہے اور سب کے گلے میں احمدیت کا جوا ڈالنا چاہتا ہے۔ اس لیے ہمیں کوشش کرنی چاہیے کہ ہندو مسلم سوال اٹھ جائے اور ساری قومیں شیر وشکر ہوکر رہیں تاکہ ملک کے حصے بخرے نہ ہوں۔ بے شک یہ کام بہت مشکل ہے۔ مگر اس کے نتائج بھی بہت شاندار ہیں اور اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ ساری قومیں متحد ہوں تاکہ احمدیت اس وسیع بیس پر ترقی کرے، چنانچہ اس رویا میں اسی طرف اشارہ ہے، ممکن ہے عارضی طور پر افتراق پیدا ہو، اور کچھ وقت کے لیے دونوں قومیں جدا جدا رہیں مگر یہ حالت عارضی ہوگی اور ہمیں کوشش کرنی چاہیے کہ جلد دور ہوجائے۔'' (قادیانی خلیفہ مرزا بشیر الدین محمود کی تقریر، روزنامہ الفضل قادیان 5 اپریل 1947ء صفحہ 3)

قادیانی خلیفہ مرزا بشیر الدین محمود نے مزید کہا: ''میں قبل ازیں بتا چکا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کی



مشیت ہندوستان کو اکٹھا رکھنا چاہتی ہے، لیکن اگر قوموں کی غیر معمولی منافرت کی وجہ سے عارضی طور پر الگ بھی کرنا پڑے تو یہ اور بات ہے، بسا اوقات عضو ماؤف کو ڈاکٹر کاٹ دینے کا بھی مشورہ دیتے ہیں لیکن یہ خوشی سے نہیں ہوتا بلکہ مجبوری اور معذوری کے عالم میں اور صرف اسی وقت جب اس کے بغیر چارہ نہ ہو۔ اور اگر پھر یہ معلوم ہوجائے کہ اس ماؤف عضو کی جگہ نیا لگ سکتا ہے تو کون جاہل انسان اس کے لیے کوشش نہیں کرے گا۔ اس طرح ہندوستان کی تقسیم پر اگر ہم رضامند ہوئے ہیں تو خوشی سے نہیں بلکہ مجبوری سے، اور پھر یہ کوشش کریں گے کہ کسی نہ کسی طرح جلد متحد ہوجائے۔'' (قادیانی خلیفہ مرزا بشیر الدین محمود کی تقریر، روزنامہ الفضل قادیان 16 منی 1947ء صفحہ 2)

اسی طرح قادیانی خلیفہ مرزا طاہر نے لندن کے ایک اجتماع میں خطاب کرتے ہوئے کہا تھا: ''اللہ تعالیٰ پاکستان کو ٹکڑے ٹکڑے کردے گا۔ اللہ تعالیٰ اس ملک کو تباہ کردے گا۔ آپ بے فکر رہیں۔ چند دنوں میں آپ خوشخبری سنیں گے کہ یہ ملک صفحہ ہستی سے نیست و نابود ہوگیا ہے۔'' (ہفت روزہ چٹان 16 اگست 1984ء، جلد 39 شمارہ 31)

یہ ایک حقیقت ہے کہ قادیانی آزادی سے پہلے پاکستان کے کھلے دشمن تھے اور پاکستان بننے کے بعد بھی وہ اس کو نقصان پہنچانے سے باز نہیں آتے۔ مذکورہ بالا اقتباسات پاکستان کے خلاف قادیانیوں کی بھیانک سازشوں کے بین ثبوت ہیں۔

قادیانیوں نے اپنے سیاسی غلبہ کے لیے جو منصوبہ تشکیل دیا ہے، اس منصوبے کی تکمیل کے لیے وہ جس طرح اپنے آپ کو منظم کیے ہوئے ہیں اور اس مقصد کے لیے وہ جس پیمانے پر کثیر سرمایہ خرچ کر رہے ہیں، اسے دیکھ کر صاف معلوم ہوتا ہے کہ پاکستان میں اس گروہ نے ریاست کے اندر اپنی ایک الگ ریاست قائم کررکھی ہے جس سے حکومت کی رِٹ بھی چیلنج ہوتی ہے۔ قادیانیوں کی یہ ریاست بظاہر غیر مرئی ہے مگر حقیقتاً بڑی طاقتور ہے۔ اس ریاست کی تنظیم اور اس کے کام کی ٹیکنیک یہودیوں کی عالمی تنظیم ''فری میسن'' سے ملتی جلتی ہے۔

سانحہ ربوہ ٹربیونل نے 70 کے قریب اہم افراد کی شہادتیں قلمبند کیں۔ بعض لوگوں نے بذریعہ ڈاک اپنے تحریری بیانات ارسال کیے۔ 3 اگست 1974ء کو سانحہ ربوہ کی تحقیقات کرنے والے ٹربیونل نے اپنی سماعت مکمل کر لی اور اعلان کیا کہ ٹربیونل 15 سے 20 اگست تک حکومت کو یہ رپورٹ پیش کر دے گا۔ چنانچہ 20 اگست 1974ء کو جسٹس صمدانی نے پنجاب سیکرٹریٹ میں وزیراعلیٰ پنجاب مسٹر حنیف رامے سے ملاقات کی اور انھیں سانحہ ربوہ سے متعلق 112 صفحات پر مشتمل رپورٹ کی 3 مصدقہ کاپیاں پیش کیں۔ وزیراعلیٰ نے جسٹس صمدانی کا شکریہ ادا کرتے ہوئے کہا کہ حکومت ٹربیونل کی سفارشات پر پوری طرح عمل درآمد کرے گی اور یہ رپورٹ جلد شائع کی جائے گی۔ 23 اگست 1974ء کو وزیراعلیٰ حنیف رامے نے یہ رپورٹ وزیراعظم جناب ذوالفقار علی بھٹو کو اسلام آباد میں پیش کی۔ افسوس یہ ہے کہ صمدانی ٹربیونل رپورٹ کی سفارشات پر عمل کیا گیا اور نہ ہی اس رپورٹ کو آج تک شائع کیا گیا۔

کچھ تو ہے جس کی پردہ داری ہے

مضمون کے آخر میں آغا شورش کاشمیری کے درج ذیل 38 سالہ پرانے مطالبے کے ساتھ ہم حکومت سے مطالبہ کرتے ہیں کہ سانحہ ربوہ کی تحقیقاتی رپورٹ کو جلد از جلد شائع کیا جائے۔

''ہمیں ہائیکورٹ کے بعض ججوں کی رپورٹوں کے متعلق تلخ تجربہ ہے کہ جب ان کے مندرجات حکومتی مصلحتوں کے منافی ہوتے ہیں تو انھیں شائع نہیں کیا جاتا۔ یہ حوصلہ صرف انگریز ہی میں تھا کہ جب وہ کسی مسئلہ سے متعلق تحقیقاتی کمیشن قائم کرتا تو اس کی رپورٹ ضرور شائع کی جاتی۔ ہماری قومی حکومتوں نے شروع سے اب تک اس بارے میں عمدہ روایت قائم نہیں کی۔ واقعہ ربوہ سے ظاہر ہے کہ اس میں حکومت ملوث نہیں۔ الف اور ب کی تکرار ہے۔ حکومت کا فرض ہے کہ وہ اس رپورٹ کو من وعن شائع کردے تاکہ لوگ جان سکیں کہ جس واقعہ نے سارے ملک میں اس عظیم مسئلہ کو اٹھا دیا ہے، اس کی روداد کیا ہے؟ چونکہ ہائی کورٹ کے فاضل جج پر ہر جماعت کو اعتماد ہے۔ اس سے سبھی حلقے اپنے متعلق اس سانحہ کی کتھا سننے کے لیے تیار ہیں۔ امید ہے کہ ہماری درخواست قبول کی جائے گی''۔

(ہفت روزہ چٹان لاہور 26 اگست 1947ء)

افغانستان



حریت پسندوں اور مجاہدوں کا دیس

محسن فارانی

• نام: جمہوری اسلامی افغانستان (پشتو میں افغانستان اسلامی جمہوریت) • رقبہ: 6,47,500 مربع کلو میٹر • آبادی: تقریباً 3 کروڑ • دارالحکومت: کابل • سرکاری زبانیں: فارسی (دری)، پشتو • طرز حکومت: صدارتی اسلامی جمہوریہ • سکہ: افغانی، (1 ڈالر= 51.50 افغانی، 1 افغانی=1.79 روپے)

| محل وقوع |

افغانستان وسطی ایشیا میں واقع ایک خشکی بند ملک ہے جسے کسی طرف سمندر نہیں لگتا۔ اس کے جنوب مشرق میں پاکستان، مغرب میں ایران، شمال میں تاجکستان، ازبکستان اور ترکمانستان اور شمال مشرق میں چین واقع ہیں۔ چین کے ساتھ تھوڑی سی سرحد (واخان کی پٹی) ملتی ہے۔ شمال میں دریائے آمو Daryo Amu (تاریخی نام جیحون یا Oxus) اسے تاجکستان اور ازبکستان سے الگ کرتا ہے۔

| افغانستان قدیم زمانے میں |

ماہرین نے ہرات اور قندھار میں کھدائی سے دریافت ہونے والے کھنڈروں سے اندازہ لگایا ہے کہ وہاں انسان ہزاروں سال پہلے پتھر کے دور میں بھی آباد تھے۔ تقریباً چار ہزار سال پہلے شمال میں آریہ لوگ افغانستان آئے۔ مختلف ادوار میں سکندر اعظم (م 323 ق م)، چندر گپت موریا (م 298 ق م)، چنگیز خان (م 1227ء) اور امیر تیمور (م 1406ء) جیسے فاتحین نے اسے فتح کیا۔ یہاں یونانی باختری، کشان، ساسانی، صفاری، غزنوی، غوری اور مغل سلطنتیں قائم ہوئیں۔ افغانستان کے پشتون (پٹھان) اپنا رشتہ بنی اسرائیل سے ملاتے ہیں۔ اسلام سے پہلے یہاں ایران کی ساسانی سلطنت کا تسلط رہا۔ افغانستان کا شمالی اور شمال مغربی علاقہ (بلخ، ہرات وغیرہ) ماضی کے خراسان میں شامل رہا جبکہ جنوب مغربی علاقہ (زرنج، بست وغیرہ) سیستان (عربی میں ''سجستان'') کا حصہ تھا۔

| پٹھان، پختون اور افغان |

پُشت یا پُخت وزیریوں کے علاقے میں افغانوں کے مفروضہ وطن کا نام ہے۔ اسی سے پشتو اور پختون (پُشتون) کے نام پڑے۔ یونانی مورخ ہیروڈوٹس (484 ق م تا 425 ق م) نے یہاں کی ''پکتویس'' قوم کا ذکر کیا

ہے۔ افغانوں کا ذکر پہلی مرتبہ ہندی ماہرِ فلکیات وراہہ مہرہ (اوائل چھٹی صدی عیسوی) نے ''اوگانہ'' کی شکل میں کیا ہے۔ پھر چینی سیاح ہیون سانگ نے ان لوگوں کے لیے ایپوکین (اوگن؟) کی اصطلاح استعمال کی ہے جو کوہ سلیمان کے شمال میں آباد تھے۔ جغرافیہ عالم پر قدیم ترین فارسی تصنیف ''حدود العالم'' (372ھ / 982ء) میں لفظ ''افغان'' سب سے پہلے ملتا ہے۔ اس کے بعد العتبی، البیرونی (م440ھ/1048ء) اور ابن بطوطہ (م1377ء) نے افغانوں کا ذکر کیا ہے۔ العتبی کہتا ہے: ''محمود غزنوی نے طخارستان (شمالی افغانستان) پر چڑھائی کی، اس کا لشکر ہندی، خلج، افغان اور غزنوی سپاہیوں پر مشتمل تھا۔'' مؤرخ فرشتہ نے شہاب الدین غوری اور پرتھوی راج دونوں کے لشکروں میں افغانوں کی موجودگی کا ذکر کیا ہے (غالباً تمام افغان ابھی حلقہ بگوش اسلام نہیں ہوئے تھے) بابر نے تزک بابری میں سب سے پہلے ''افغانستان'' کا ذکر کیا ہے۔

بنی اسرائیل اور افغان

سترھویں صدی عیسوی کی افغان (نعمت اللہ کی ''مخزنِ افغانی'' میں مرقوم) روایات کے مطابق افغانوں کا مشترک مورثِ اعلیٰ قیس عبدالرشید تھا جو سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر مشرف بہ اسلام ہوا تھا۔ وہ اسرائیلی بادشاہ طالوت (Saul) کے ایک پوتے ''افغانہ'' کی نسل سے تھا۔ اس قیس کے تین بیٹے تھے: سربن، بٹن اور غُرغُشت۔ ''سربن'' کے بیٹے سرخبون کی اولاد شیرانی، میانہ، ترین اور لوغر تھے جبکہ ترین کی نسل سے اودال یا ابدالی مشہور ہوئے۔

سربن کے دوسرے بیٹے خرشبون کی اولاد میں غوری، کاسی، شنواری، محمد زئی، یوسف زئی، صافی (ساپی)، مہمند (مومند) اور چمکنی ہیں۔ ''بٹن'' میں غلزئی، لودھی، سوری، لوہانی، دولت خیل، میاں خیل، نیازی، اور مروت آ جاتے ہیں جبکہ غُرغُشت میں مندوخیل، کاکڑ اور پنی شامل ہیں۔ آفریدی، وردک، خٹک، اُتمان خیل، خوگیانی، جاجی اور خوست وال ''کرڑان'' کی اولاد سے بتائے جاتے ہیں۔

افغانستان کے عوض 500 ہاتھی

ساتویں صدی ق م سے 330 ق م تک افغانستان ایران کی ہخامنشی سلطنت میں شامل رہا۔ سکندر اعظم (336 تا 323 ق م) ایران اور سمرقند و بخارا کے بعد ہرات اور کابل فتح کرتا ہوا ہندوستان پر حملہ آور ہوا تھا۔ اس کے جانشین سلیوکس نکاتور نے ایران، وسطی ایشیا اور افغانستان پر مشتمل وسیع سلطنت قائم کی۔ پھر سلیوکس نے 500 ہاتھیوں کا تحفہ لے کر جنوب مشرقی افغانستان ہندوستانی مہاراجہ چندر گپت موریا کے حوالے کر دیا۔ چندر گپت کے پوتے اشوک اعظم کا ایک سنگی فرمان کچھ عرصہ پہلے قندھار سے دریافت ہوا ہے۔

افغانستان کے دو قدیم مذاہب

قدیم افغانستان میں دو مذاہب زرتشتیت یا مجوسیت (آتش پرستی) اور بدھ مت کا دور دورہ رہا۔ بعض ماہرین کے خیال میں زرتشت بلخ میں مقیم رہا اور یہیں فوت ہوا، لہٰذا زرتشتی (پارسی) مذہب کی ابتدا یہیں سے ہوئی تھی۔ بلخ (شمالی افغانستان) کا آتش کدۂ نو بہار مشہورِ زمانہ تھا۔ خلافت عباسیہ میں برسرِ اقتدار رہنے والے وزراء ''برامکہ'' کا جدِ اعلیٰ برمک اسی آتش کدے کا مُوبد یا مغ (پیشوا) تھا۔ بعض مورخین کا کہنا ہے کہ جب قتیبہ بن مسلم نے بلخ فتح کیا تو برمک ثانی بن برمک کی بیوی غنیمت میں قتیبہ کے بھائی عبداللہ کے حصے میں آئی جس سے خالد برمکی پیدا ہوا۔ ہندوستان کے حکمران مہاراجہ اشوک (232 ق م) نے جب بدھ مت اختیار کیا تو افغانستان میں اس مذہب کو فروغ ملا۔

افغانستان کشان دور میں

پہلی صدی ق م میں کشان قوم کی سلطنت قائم ہوئی جو بنارس (بھارت) سے لے کر کاشغر (چین) تک پھیلی ہوئی تھی اور اس میں سارا افغانستان شامل تھا۔ شروع میں ان کا دارالحکومت کابل تھا جو بعد میں منتقل ہو کر پرش پورہ (پشاور) آ گیا۔ یہ بودھوں کی سلطنت تھی اور دوسری صدی عیسوی میں کشان مہاراجہ کنشک پکا بدھ تھا۔ کشان دور ہی میں بامیان (افغانستان) کے پہاڑوں میں مہاتما بدھ کے عظیم الجثہ سنگی مجسمے تراشے گئے تھے جنھیں طالبان نے اپریل 2001ء میں مسمار کر دیا۔

اسلام کی افغانستان میں آمد

افغانستان میں اسلام عہدِ فاروقی میں داخل ہوا جب احنف بن قیس رضی اللہ عنہ نے ہرات فتح کیا (21ھ/641ء)، پھر مرورُود اور طخارستان فتح ہو گئے اور احنف رضی اللہ عنہ نے بلخ کے قریب کسریٰ

یزدگرد شاہ کو جو فتح مدائن کے بعد مارا مارا پھر رہا تھا، شکست دی۔ عہدِ عثمانی میں ربیع بن زیاد حارثی رضی اللہ عنہ نے سیستان (بجستان)، ہند مند (ہلمند)، زرنج اور خاشرود فتح کیے۔ یزدگرد 31ھ / 651ء میں مروُرود کے پاس مرغاب (افغانستان) میں مارا گیا اور یوں سوا چار سو سالہ ساسانی سلطنت کا خاتمہ ہوگیا۔

32ھ /652ء میں اوس بن ثعلبہ نے بقیہ خراسان (افغانستان) کی فتح کا آغاز کیا۔ 51ھ /671ء میں ربیع بن زیاد حارثی رضی اللہ عنہ حاکمِ خراسان نے دریائے آمو (جیحون) کے اس پار افغانستان میں پچاس ہزار عربوں کو بسایا۔ اموی دور میں تورکش بیگی نیزک ترخان سیستان اور طاس ہلمند کا بادشاہ تھا۔ وہ بدھ مت کا پیروکار تھا۔ اس نے بظاہر اسلام قبول کرلیا مگر بعد میں مرتد ہوکر بلخ پر قابض ہوگیا۔ 705ء میں قتیبہ بن مسلم نے بلخ کی بغاوت فرو کی۔

| کابل کی فتح |

43ھ / 663ء میں امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے عبدالرحمٰن بن سمرہ رضی اللہ عنہ کو سیستان کا حاکم بنا کر بھیجا۔ انھوں نے بست اور کش (مضافات ہلمند) فتح کیے، پھر کوہ زور کے عبادت خانے میں بہت بڑا طلائی بت پاش پاش کر کے زابل اور وادیٔ ترنک (قندھار) سے ہوتے ہوئے پہلے غزنہ پھر کابل پہنچ گئے۔ 44ھ / 664ء میں منجنیقوں سے کابل فتح کرلیا گیا۔ یہاں ابورفاعہ تمیم عدوی رضی اللہ عنہ (بروایت دیگر ابوقتادہ عدوی رضی اللہ عنہ) نے جامِ شہادت نوش کیا۔ ان کا مرقد یہاں موجود ہے۔ اسی برس ابن سمرہ رضی اللہ عنہ کے حکم سے مہلب بن ابی صفرہ درہ خیبر کے راستے پشاور کی طرف بڑھے اور کابل شاہ کو شکست دی۔ پھر دریائے سندھ عبور کر کے ملتان اور بلوچستان میں قندابیل (موجودہ گنڈاوا) فتح کرتے ہوئے واپس گئے۔ عہد یزید (62ھ/681ء) میں افغانیوں نے کابل شاہ کی سرکردگی میں بغاوت کر دی تو ابوعبیدہ بن زیاد نے کابل پر حملہ کیا۔ شدید جنگ میں بہت سے مسلمان شہید ہوئے اور ابوعبیدہ کو قید کرلیا گیا۔ تب دمشق سے طلحہ الطالحات نے آ کر باغیوں کو رام کیا۔

| صفاری و سامانی دور |

خلیفہ مامون عباسی کے عہد میں 207ھ / 822ء میں طاہر بن حسین نے خراسان میں طاہری سلطنت کی بنیاد رکھی۔ پھر یعقوب بن لیث صفاری نے 254ھ / 867ء میں ہرات اور 257ھ /870ھ میں غزنی فتح کیے۔ 900ء تک کابل وقندھار کے بیشتر باشندے دائرۂ اسلام میں داخل ہوگئے۔ اس زمانے میں بلخ اور ہرات کے علاقے بخارا (ترکستان) کی سامانی سلطنت (261-390ھ/847-999ء) میں شامل رہے۔

| خراسان، بلخ اور ہرات |

چوتھی صدی عیسوی سے نویں صدی عیسوی تک افغانستان کا بیشتر شمالی مغربی حصہ خراسان میں شامل تھا۔ خراسان کے چار بڑے شہر تھے: بلخ، مرو، نیشاپور اور ہرات۔ آج کل بلخ اور ہرات تو افغانستان میں واقع ہیں جبکہ مرو ترکمانستان میں اور نیشاپور ایران میں ہے۔ وقت کے ساتھ ساتھ کوہ ہندوکش اور دریائے سندھ کے درمیان واقع علاقے افغان قبائل کے نام پر افغانستان کہلانے لگے حتیٰ کہ احمد شاہ ابدالی نے باقاعدہ ملک افغانستان کی بنیاد رکھی جس میں بعد میں ہرات، بلخ اور بدخشاں کے علاقے بھی شامل ہوگئے۔

| غزنوی سلطنت |

351ھ/ 962ء میں سامانی غلام اور فوجی کماندار الپتگین نے غزنہ (غزنی) کے حاکم ابو علی لویک (جو ہندوشاہی کابل شاہ کا داماد تھا) کو شکست دے کر اپنی حکومت قائم کی۔ الپتگین کے بعد ایک دوسرے غلام سبکتگین نے 978ء میں غزنوی سلطنت کی بنیاد رکھی۔ سبکتگین اور اس کے فرزند سلطان محمود غزنوی (998ء-1030ء) نے برصغیر کے حملہ آور ہندو راجاؤں کو بار بار شکستیں دیں۔ محمود غزنوی نے 1001ء میں پنجاب کے راجہ جے پال کو شکست دی جو لاہور آ کر شرم کے مارے چتا میں جل مرا۔ اس کے جانشین راجہ آنند پال نے ہندوستان بھر کے لشکر اکٹھے کر کے 1008ء میں پشاور کے قریب جنگ کا بازار گرم کیا مگر فتح نے سلطان محمود کے قدم چومے۔ آنند پال مارا گیا۔ 1021ء میں سلطان محمود نے پنجاب کا سلطنت غزنی سے الحاق کر لیا۔ سلطان محمود کا آخری حملہ 27-1026ء میں سومنات (گجرات، بھارت) پر ہوا جہاں ہندوستان بھر کے راجاؤں نے شکست کھائی اور سلطان نے بت کدہ سومنات کے پجاری کی طرف سے وہاں نصب بہت بڑا بت نہ توڑنے کے عوض ڈھیروں سونا چاندی لینے کی پیشکش یہ کہہ کر ٹھکرا دی: ''میں بت فروش نہیں، بت شکن ہوں۔'' پھر گرز مار کر سومنات کا بت توڑ دیا۔

غوری سلطنت کا قیام

غزنویوں کے جانشین غوری بنے۔ ان کا مرکز وسطی افغانستان کا علاقہ غور تھا۔ محمود غزنوی نے مشرک (ہندو) سردار ''محمد غوری'' بن ملک سوری کا قلعہ غور 400ھ / 1009ء میں فتح کیا تھا۔ اس کے بیٹے ابوعلی نے اسلام قبول کر لیا۔ غوری خاندان میں قطب الدین محمد نے قلعہ فیروز کوہ کی بنیاد رکھی اور ملک الجبال کہلایا۔ اس نے سوتیلے بھائیوں سے لڑ کر غزنی میں پناہ لی۔ وہاں بہرام شاہ غزنوی نے بدظن ہو کر اسے زہر دے کر مار ڈالا۔ اس کے بھائی سیف الدین سوری نے چڑھائی کر کے غزنی فتح کر لیا مگر اہل غزنی نے شورش کر کے اسے ہلاک کر دیا تو تیسرا بھائی بہاؤ الدین سام غور میں جانشین ٹھہرا اور اس کی وفات پر چوتھا بھائی علاؤ الدین تخت نشین ہوا۔ علاؤ الدین غوری نے 1154ء میں غزنی شہر کو جلا کر ''جہانسوز'' کا لقب پایا۔

551ھ / 1156ء میں جہانسوز کی وفات کے کچھ عرصہ بعد غیاث الدین محمد بن سام اور معز الدین محمد بن سام برسر اقتدار آئے۔ معزالدین محمد (شہاب الدین) غوری نے 1173ء میں غزنی فتح کر لیا اور 1186ء میں لاہور کو اپنی سلطنت میں شامل کر کے غزنوی سلطنت کا خاتمہ کر دیا۔ 1192ء میں دوسری جنگ تراوڑی (ترائن) میں اجمیر و دہلی کے راجہ پرتھوی راج کو شکست دی۔ پرتھوی راج اور اس کا بھائی کھانڈے راؤ دونوں مارے گئے۔ پھر سندھ سے خلیج بنگال تک شمالی ہند غوری سلطنت کا حصہ بن گیا۔ شہاب الدین غوری کو 1206ء میں جہلم کے قریب ہندو کھوکھروں نے شہید کر دیا۔ البتہ طبقات ناصری کے مطابق اسے ایک ملحد جنونی (اسماعیلی) نے شہید کیا تھا۔ شہاب الدین غوری برصغیر میں اسلامی سلطنت کے بانی تھے۔

چنگیز خاں افغانستان میں

616ھ / 1219ء میں چنگیز خاں کا تاتاری لشکر سمرقند و بخارا کو تاراج کرتے ہوئے سلطان علاؤ الدین خوارزم شاہ کے تعاقب میں بلخ پہنچا۔ بلخ تباہ کر کے تاتاریوں نے ہرات میں قتل عام کیا۔ اس کے بعد جوزجانان، میمنہ، فاریاب، بامیان نیز طخارستان کے شہروں کا بھی یہی حشر ہوا (618ھ / 1221ء)۔ آخری خوارزم شاہ سلطان جلال الدین منکبرنی نے ہرات سے غزنہ پہنچ کر افغان رؤساء کی مدد سے لشکر جمع کیا اور پروان (جبل السراج) میں قوتوقو کے زیر قیادت تاتاری فوج کو شکست فاش دی۔ تب چنگیز خاں انتقام لینے کے لیے طالقان فتح کر کے غزنہ پر چڑھ آیا۔ جلال الدین نے شکست کھا کر پشاور کا رخ کیا۔ تاتاری لشکر تعاقب میں تھا۔ دریائے سندھ کے کنارے لڑائی میں اس کا بیٹا شہید اور اہل حرم غرقاب ہو گئے اور خود لڑتا بھڑتا گھوڑے پر دریا عبور کر آیا۔ چنگیز خاں نے تین ماہ تک پشاور سے چترال تک قتل عام اور لوٹ مار کی۔

ہلاکو، تیمور لنگ، مغل اور بابر

1256ء تا 1335ء افغانستان چنگیز کے پوتے ہلاکو خان کی قائم کردہ ایل خانی سلطنت کا حصہ ٹھہرا۔ تاتاریوں کے بعد یہ امیر تیمور (متوفی 1405ء) کی وسیع سلطنت میں شامل رہا۔ امیر تیمور کی پانچویں پشت میں ظہیر الدین بابر حاکم فرغانہ نے 1504ء میں کابل فتح کر کے مغلیہ سلطنت کی بنیاد رکھی۔ پھر 1526ء میں پانی پت کی پہلی جنگ میں سلطان ابراہیم لودھی کو شکست دے کر شمالی ہند پر قبضہ کر لیا۔ عہد ہمایوں سے دہلی مغلیہ سلطنت کا دارالحکومت قرار پایا۔ اب کابل، قندھار اور بدخشاں مغلیہ سلطنت کے صوبے تھے۔

تیروں کی بارش میں نماز

مغل بادشاہ ہند شہاب الدین شاہ جہاں کے عہد (1628ء ۔ 1657ء) میں نوجوان شہزادہ اورنگ زیب بلخ (شمالی افغانستان) میں ازبک ترکوں کے خلاف جنگ کر رہا تھا۔ تیروں کی بارش ہو رہی تھی۔ عین اس وقت نماز کا وقت ہو گیا تو شہزادے نے فوج کے ہمراہ نماز کی نیت باندھ لی۔ باغی ازبک شہزادہ عبدالعزیز نے یہ دیکھا تو اس نے یہ کہہ کر جنگ روک دی کہ ایسے نیک شخص سے جنگ کرنا تو خود کو تباہی میں ڈالنا ہے۔

کوہ نور ہیرا قندھار اور کابل میں

1739ء میں شاہ ایران نادر شاہ نے دلی لوٹی تو مغلیہ خزانے سے قیمتی ہیرے کوہ نور، کوہ طور اور دریائے نور بھی اس کے ہاتھ آئے جنھیں وہ ساتھ لے گیا۔ کوہ نور بعد میں احمد شاہ ابدالی کے ہاتھ لگا۔ احمد شاہ کا پوتا شاہ شجاع 1810ء میں فتح خان بارک زئی سے شکست کھا کر لاہور پہنچا جہاں سکھ مہاراجہ رنجیت سنگھ (1799ء - 1839ء) حکمران تھا۔ رنجیت سنگھ نے حیلے سے شاہ شجاع سے کوہ نور ہیرا ہتھیا لیا۔ اس کے جانشین دلیپ سنگھ سے کوہ نور انگریزوں نے حاصل کر لیا اور

اسے ملکہ وکٹوریہ کے تاج میں سجا دیا۔

موجودہ افغانستان کی تشکیل

1738ء میں شاہ ایران نادر شاہ نے قندھار پر قبضہ کر کے اگلے سال ہندوستان پر حملہ کیا تھا۔ ملتان میں پیدا ہونے والا افغان سردار احمد خاں ابدالی اس کے ایک دستے کا کمانڈر تھا۔ 1747ء میں نادر شاہ فتح آباد (ایران) میں مارا گیا تو ابدالی نے قندھار آ کر نئی سلطنت کی بنیاد رکھی اور اس ملک نے تاریخ میں پہلی بار افغانستان کا نام پایا۔ احمد شاہ ابدالی نے 1761ء میں پانی پت کی تیسری جنگ میں ہندو مرہٹوں کے لشکر کثیر کو شکست دی اور پنجاب اور کشمیر اپنی سلطنت میں شامل کر لیے۔ احمد شاہ ابدالی نے دُرِ دوران" (زمانے کا موتی) کا لقب اختیار کیا، اس لیے انھیں درانی بھی کہا جاتا ہے۔ اس کے جانشین 1819ء تک کابل اور 1829ء تک ہرات میں حکمران رہے۔

زمان شاہ، ٹیپو اور شاہ شجاع

احمد شاہ ابدالی کی وفات (1772ء) پر اس کا بیٹا تیمور شاہ تخت نشین ہوا۔ 1776ء میں اس نے دارالحکومت قندھار سے کابل منتقل کر لیا۔ تیمور کے بیٹے زمان شاہ (99-1793ء) سے میسور کے سلطان فتح علی ٹیپو نے انگریزوں کے خلاف رابطہ کیا۔ 1799ء میں زمان شاہ فوج لے کر ٹیپو کی مدد کو روانہ ہوا مگر لاہور پہنچا تو پیچھے کابل میں اس کے سوتیلے بھائی محمود شاہ نے بغاوت کر دی۔ زمان شاہ واپس گیا تو محمود شاہ نے اس کی آنکھوں میں سلائیاں پھروا کر اسے جیل میں ڈال دیا۔ جاتے وقت زمان شاہ لاہور میں رنجیت سنگھ کو گورنر بنا گیا تھا جو اسی سال خود مختار ہو گیا۔ 1803ء تا 1810ء زمان شاہ کا سگا بھائی شاہ شجاع برسرِ اقتدار رہا۔ پھر محمود شاہ نے فتح خاں بارک زئی کی مدد سے دوبارہ سلطنت چھین لی اور شاہ شجاع کو ہندوستان میں پناہ لینی پڑی۔ 1235ھ/1819ء میں فتح خاں کے بھائی دوست محمد خاں بارک زئی نے کابل پر قبضہ کر لیا۔

بارک زئی سلطنت

اس دوران میں مہاراجہ پنجاب رنجیت سنگھ نے پشاور، کشمیر، ملتان، ڈیرہ اسماعیل خان اور ڈیرہ غازی خان افغانوں سے چھین لیے اور بارک زئی سلطنت صرف افغانستان اور قبائلی علاقوں تک محدود رہ گئی۔ 1829ء میں دوست محمد خاں بارک زئی نے ہرات محمود شاہ ابدالی کے قبضے سے نکال لیا۔ دوست محمد خاں کے جانشین امیر شیر علی خاں (م 1879ء)، امیر عبدالرحمٰن خاں (م 1901ء)، امیر حبیب اللہ خاں (م 1919ء) اور شاہ امان اللہ خاں (معزول 1929ء) تھے۔

3 ناکام اینگلو افغان جنگیں

بارک زئی دور میں ہندوستان کی برطانوی حکومت نے افغانستان پر اپنا تسلط جمانے کے لیے تین جنگیں لڑیں (42-1839، 80-1878ء اور 1919ء) مگر حریت پسند افغانوں نے انگریزوں کو ہر بار ناکام بنا دیا۔ تاہم امیر حبیب اللہ نے اپنے والد امیر عبدالرحمٰن کے برطانوی حکومت سے کیے ہوئے معاہدے کی توثیق کرتے ہوئے 1323ھ/1905ء میں 18 لاکھ روپے کے عوض خارجہ امور انگریزوں کے سپرد کر دیے۔ آخر کار امان اللہ نے یکم مارچ 1919ء کو اعلانِ استقلال کر کے جنگ چھیڑ دی۔ اس کے نتیجے میں انگریز معاہدۂ راولپنڈی (8 اگست 1919ء) کی رُو سے افغانستان کی مکمل آزادی تسلیم کرنے پر مجبور ہو گئے۔ امیر امان اللہ نے شاہ کا لقب اختیار کر لیا۔

وادیٔ کابل میں 1600 برطانوی فوجی ہلاک

پہلی اینگلو افغان جنگ (42-1839ء) کے دوران میں انگریزوں نے کابل پر قبضہ کر کے کٹھ پتلی شاہ شجاع کو دوبارہ تخت پر بٹھا دیا (مئی 1839ء)۔ دوست محمد خاں جو بخارا بھاگ گیا تھا، اس نے اگلے سال واپس آ کر انگریزوں کا مقابلہ کیا مگر شکست کھائی۔ اسے کلکتہ بھیج دیا گیا۔ 1841ء میں دوست محمد خاں کے بیٹے اکبر خاں کی قیادت میں افغان اٹھ کھڑے ہوئے اور انھوں نے کابل میں برطانوی سفیر میکناٹن اور الیگزینڈر برنس یکے بعد دیگرے قتل کر ڈالے۔ حملہ آور 16 ہزار برطانوی فوج کابل سے پسپا ہوئی تو وادی کابل میں کاٹ ڈالی گئی، صرف ڈاکٹر برائیڈن نامی انگریز زخمی حالت میں جلال آباد پہنچ پایا۔ اس پر برطانوی حکومت دوست محمد خاں کو دوبارہ امیر افغانستان تسلیم کرنے پر مجبور ہو گئی تھی۔



| عافیہ صدیقی دو دن میں آسکتی ہے |

سابق امریکی صدارتی امید وار اور سینیٹر مائیک گریول نے کہا ہے: ''پاکستان چاہے تو عافیہ صدیقی دو دن میں پاکستان آ سکتی ہے۔ 50 سالہ کیریئر میں اتنا ظلم نہیں دیکھا جو عافیہ پر ہوا اور اس میں پاکستان اور امریکہ کی حکومتیں شامل ہیں۔''

میڈیا سے گفتگو میں امریکی سینیٹر نے کہا: ''امریکہ کا عدالتی نظام آزاد نہیں، شرمسار ہوں کہ میں امریکی عدلیہ کو مختلف اداروں کے ہاتھوں یرغمال دیکھتا ہوں۔ عافیہ ایک خط سے واپس آ سکتی ہے، پاکستانی حکومت کو خط لکھنے کی توفیق کیوں نہیں ہو رہی؟ پاکستانی سیاستدان قوم کے جذبات کو سمجھ نہیں پا رہے۔''

تصویر کا ایک رخ یہ ہے کہ حکومت پاکستان مظلوم ڈاکٹر عافیہ صدیقی کی رہائی کے لیے امریکی حکام کو خط لکھنے کے لیے تیار نہیں ہیں۔ تصویر کا دوسرا رخ دیکھا جائے تو معاملہ اس کے برعکس ہے۔ حال ہی میں رمشا مسیح کے حوالے سے جو کیس میڈیا کی یلغار بنا ہوا ہے، جب اس کی خبر امریکی حکام تک پہنچی تو وہ فوراً حرکت میں آئے اور چھ امریکی سینیٹروں نے صدر زرداری کو رمشا کی رہائی کے لیے خط لکھ دیا۔ اس خط کے نتیجے میں رمشا کو فوری رہا کر دیا گیا۔

| امریکہ میں اسلام اور مسلمان |

رمضان کے مقدس ایام میں امریکہ کے مسلمانوں کے حوالے سے چند بری خبریں سامنے آئی ہیں۔ نیویارک کے شہر بروکلین کے علاقے میں قرآن کے صفحات پھاڑ کر سڑک پر پھیلانے کا ایک اور واقعہ ہوا ہے۔ امریکی ریاست مسوری کے شہر جابلین میں وہی مسجد پراسرار آتشزدگی کی نذر ہوگئی جہاں کچھ عرصہ قبل ہوائی طوفان سے تباہی کے بعد مسلمانوں نے مرکز بنا کر علاقے کی غیر مسلم آبادی کی مدد کی تھی۔ اُدھر نیویارک پولیس کے کمشنر کیلی نے ہمسایہ ریاست نیو جرسی میں آباد مسلم علاقوں میں کاروباری دکانوں، اداروں اور افراد کی تصاویر اور مخبری یعنی ''پروفائیلنگ'' کے لیے ریاست اور قانون کی حدوں کو پار کر کے خفیہ انداز میں اپنے پولیس آفیسرز بھیج کر جو اقدام کیا، اس کی مزید تفصیلات کا انکشاف بھی رمضان کے دوران ہوا جو مسلم آبادی کے لیے تشویش اور پریشانی کا باعث ہے۔ اس سے مجموعی تاثر یہی ملتا ہے کہ امریکہ میں آباد مسلمانوں کو ایک غیر محفوظ ماحول کا سامنا ہے۔

امریکہ کی رعونت زدہ پالیسی اور چین

امریکہ چین کے اردگرد اپنی افواج کو جمع کر رہا ہے جبکہ اس کا اس علاقے سے کوئی تعلق بھی نہیں ہے، اس نے وہاں اڈے قائم کر لیے ہیں اور افواج کی تعداد بڑھا دی ہے۔ بحری فلیٹ بھیج دیے ہیں جس میں وہ ائیر کرافٹ بھی شامل ہیں جو حملہ کر سکتے ہیں۔ اور میرین گروپس تعینات کر دیے ہیں جو جنگوں میں حصہ لیتے ہیں۔ اس قدر طاقت کا مظاہرہ کہ پورا جنوبی چین کا خطہ لرز رہا ہے کہ یہاں کیا ہونے جا رہا ہے۔ علاوہ ازیں امریکہ آج کل سنگاپور، تھائی لینڈ، ویتنام، ملائیشیا، انڈونیشیا اور برونائی میں اپنے اڈوں کو مزید کمک پہنچا رہا ہے۔

| افغانستان بازی لے گیا |

افغان حکومت نے اسلام مخالف فلم پر ردعمل کا اظہار کرتے ہوئے سب سے پہلے یوٹیوب کو بلاک کر دیا۔ افغانستان کی وزارت اطلاعات کے مطابق یوٹیوب پر اسلام مخالف فلم کی ویڈیو موجود تھی جس کی وجہ سے اس ویب سائیٹ کو بلاک کر دیا گیا تھا، تاہم بعد میں اس ویڈیو کو ہٹانے کے بعد ویب سائیٹ دوبارہ کھول دی گئی ہے۔

یاد رہے کہ اس کے بعد دیگر اسلامی ممالک نے بھی احتجاج کرتے ہوئے یوٹیوب کو بلاک کر دیا ہے۔



امت مسلمہ کا ایمان

حرمتِ رسول ﷺ پر سب کچھ قربان

محمد زبیر

اہل اسلام کے نزدیک اپنی جان، مال اور اولاد سے زیادہ عزیز حضرت محمد ﷺ کی ذات اور مقام ہے۔ سب کچھ قربان کرنے کے باوجود بھی ہم سمجھتے ہیں کہ محبت کا حق ادا نہیں ہوا۔ خلیفہ ہارون الرشید نے امام مالک رحمہ اللہ سے نبی کریم ﷺ کی شان میں گستاخی کرنے والے کا حکم دریافت کیا تو امام مالک رحمہ اللہ نے فرمایا: ''اس امت کو زندہ رہنے کا کوئی حق نہیں جس کے نبی کو گالیاں دی جائیں۔'' ان تمام حالات کی خرابی اور نقصانات کا ذمہ دار اسرائیلی یہودی سام باسل، اس کے رفقاء، 100 یہودی تاجر اور ایسی حرکات کی سرپرستی کرنے والی یہودی اور عیسائی حکومتیں ہیں جن کی وجہ سے دنیا کا امن تباہ ہوا۔ اسی انتہا پسند، یہودی دہشت گرد کی وجہ سے اشتعال پیدا ہوا۔ اسے گرفتار کر کے مسلم ممالک کے حوالے کیا جائے تا کہ پھانسی کا پھندا اس کی گردن کے منکے کو توڑ کر اس کی سانسوں کو روک دے۔ بصورت دیگر کوئی مسلم نوجوان اس کی چلتی ہوئی نبض کو روکنے کے لیے کوئی دوسرا راستہ اختیار کرے گا تو اسے دہشت گرد کے نام سے فوراً پکارا جائے گا۔ امریکی کمانڈوز کی انسداد دہشت گردی کی ٹیمیں اور امریکی بحریہ کے جنگی جہاز احتیاطی تدابیر کے طور پر مختلف ساحلوں کے قریب روانہ کرنے سے قبل غور کریں، سوچیں اور انصاف سے فیصلہ کریں کہ ایسے ''عمل'' کو دہشت گردی نہ سمجھنے والے ''ردعمل'' کو کب تک دہشت گردی کہتے رہیں گے۔

ایک گستاخ رسول عیسائی کو جب قبر کی مٹی نے رات کے اندھیرے میں باہر پھینک دیا تو عیسائی سیدنا محمد ﷺ اور آپ کے رفقاء کو قصوروار جان رہے تھے۔ لیکن کئی دن کی کوششوں کے بعد یہ اعتراف کرنا پڑا کہ یہ توہین رسالت کے عمل کا ردعمل ہے کہ اس وجود کو مٹی قبول نہیں کر رہی۔

(صحيح البخاري:3617)

ابتدائے اسلام ہی سے آپ ﷺ کی ذات گرامی سے مسلمانوں کی گوناگوں عقیدت و محبت کے مظاہر جا بجا بکھرے نظر آتے ہیں۔ ہر دور میں اہل ایمان نے لازوال داستانیں رقم کیں اور شاتم رسول کو کیفر کردار تک پہنچایا۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے یہودیہ عورت کو قتل کیا۔ ایک نابینا صحابی نے اپنی لونڈی ام ولد کو قتل کیا۔ عمیر بن عدی رضی اللہ عنہ نے عصماء بنت مروان کو قتل کیا۔ 120 سالہ بوڑھے ابو عفک کو سالم بن عمیر رضی اللہ عنہ نے قتل کیا۔ کعب بن اشرف یہودی کو محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ اور ان کے رفقاء نے قتل کیا۔ ابو رافع یہودی تاجر کو عبداللہ بن عتیک رضی اللہ عنہ نے قتل کیا۔ ابن خطل کی گردن حجر اسود اور مقام ابراہیم کے درمیان اڑا دی گئی۔ گستاخ رسول کی سزا یہی ہے۔ ان حالات میں اب ضرورت ہے کہ عالمی سطح پر ایسے قوانین بنائے جائیں کہ دوبارہ اس طرح کے واقعات رونما نہ ہوں۔ مغربی دنیا کو احساس دلایا جائے کہ ان حرکات سے آپ کا اپنا ہی نقصان ہے۔ اس اس سے آپ ہلاکت کے قریب جا رہے ہیں۔ یہ آزادی رائے نہیں ہے بلکہ بے ہودگی اور شرف انسانیت کی توہین ہے۔ یہ لوگ جو اسلام کی بھیانک تصویر پیش کر رہے ہیں اس میں بد دیانتی برتی جا رہی ہے۔ یہ اسلام کی حقیقی تصویر نہیں ہے۔ یہ خود مغربی افراد کی تحریر کردہ ہے جس سے اشتعال پیدا ہوا ہے۔ اگر اہل مغرب نے اپنے انتہا پسند دہشت گردوں کو ایسی حرکات سے نہ روکا تو مسلم ممالک کے بس میں بھی نہیں رہے گا کہ وہ اپنے عوام کو روک سکیں اور ایسے حالات کو کنٹرول کر سکیں۔ اسلام امن و سلامتی کا مذہب ہے۔ ہر نبی اور آسمانی کتاب کا احترام اہل اسلام پر فرض ہے۔ صرف یہودی اور عیسائی ہی ہیں جو مسلمانوں کے نبی کی گستاخی کرتے ہیں۔ اہل مغرب نے ایسی ہرزہ سرائی، بے ہودگی اور گستاخانہ حرکات کو ترک نہ کیا تو انھیں اپنے سفیروں کو محفوظ رکھنا بہت مشکل ہو جائے گا اور میزبان ملک کے لیے تحفظ فراہم کرنا بھی ناممکن بن جائے گا کیونکہ اہل اسلام کے نزدیک اپنے نبی ﷺ سے محبت ہر چیز سے زیادہ عزیز ہے۔



گستاخِ رسول کی سزا

سر تن سے جدا

تاریخ اسلام اس پر گواہ



عبداللہ ناصر مدنی
ریسرچ فیلو دارالسلام

انبیائے کرام علیہم السلام اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ بندے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے انھیں خاص مقام و مرتبے اور عظمت و فضیلت سے نوازا ہے، ان کی حرمت کی پاسداری کا حکم عطا فرمایا ہے اور انھیں مذمت کے تمام افعال و اقوال سے محفوظ و مامون رکھا ہے، لہٰذا مذمت کے کسی قول و فعل کو تصریحاً یا تعریضاً ان کی طرف منسوب کرنے کو کفر قرار دیا ہے۔ تمام انبیاء اور رسل میں سب سے زیادہ مقام و مرتبہ سید الاولین و الآخرین خاتم الانبیاء و المرسلین جناب محمد رسول اللہ ﷺ کا ہے، لہٰذا آپ کا احترام بھی سب سے بڑھ کر ہے۔ قرآن مجید میں اہل ایمان کو حکم دیا گیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے سامنے اپنی آواز کو پست رکھا کریں اور آپ ﷺ سے اس طرح مخاطب نہ ہوا کریں جس طرح وہ ایک دوسرے سے مخاطب ہوتے ہیں۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْٓا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ﴾

''اے ایمان والو! تم اپنی آوازیں نبی کی آواز سے بلند نہ کرو، اور آپ سے اونچی آواز میں بات نہ کرو، جیسے تم ایک دوسرے سے اونچی آواز میں (بات) کرتے ہو، کہیں تمھارے عمل برباد نہ ہو جائیں، اور تمھیں خبر تک نہ ہو۔''
(الحجرات 2:49)

نبی ﷺ کا استہزاء کفر ہے

یہودی بعض الفاظ میں اپنی زبانوں کو بل دے کر رسول اللہ ﷺ کی گستاخی کرتے تھے، اللہ تعالیٰ نے ایسے الفاظ سے بھی منع فرما دیا جن میں گستاخی کا کوئی شائبہ تک موجود ہو، فرمایا:

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقُوْلُوْا رَاعِنَا وَ قُوْلُوا انْظُرْنَا﴾ ''اے ایمان والو! تم (نبی سے یہ) نہ کہو: راعنا (ہمارا لحاظ کیجیے) بلکہ تم کہو: انظرنا (ہماری طرف توجہ فرمائیں)۔''
(البقرۃ 104:2)

چنانچہ رسول اللہ ﷺ کا استخفاف، آپ کا تمسخر اڑانا اور آپ کے ساتھ معمولی سے معمولی استہزاء بھی کفر کے زمرے میں آتا ہے۔ انبیاء علیہم السلام کے ساتھ استہزاء و تمسخر کفار کا شیوہ ہے۔

وہ انبیاء و رسل علیہم السلام کے ساتھ تمسخر و استہزاء اور تکبر کے ساتھ پیش آنے کی پاداش میں دنیا و آخرت میں اللہ تعالیٰ کے عذاب کے مستحق ٹھہرے:

﴿ذٰلِكَ جَزَآؤُهُمْ جَهَنَّمُ بِمَا كَفَرُوْا وَ اتَّخَذُوْٓا اٰيٰتِيْ وَ رُسُلِيْ هُزُوًا﴾ ''یہ ہے ان کی سزا جہنم، اس وجہ سے کہ انھوں نے کفر کیا، اور میری آیات اور میرے رسولوں کو ٹھٹھا بنایا۔''
(الکہف 106:18)

وہ لوگ جو اپنے قول و فعل اور رویے سے رسول اللہ ﷺ کو ایذا پہنچاتے ہیں، اللہ تعالیٰ



نے ان کو عذابِ الیم کی وعید سنائی ہے۔ چنانچہ فرمایا: ﴿وَ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ رَسُوْلَ اللّٰهِ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ﴾ ''اور جو لوگ اللہ کے رسول کو تکلیف دیتے ہیں، ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔'' (التوبة 61:9)

نبی ﷺ کو ایذا پہنچانا اللہ کو ایذا پہنچانا ہے

قرآنِ مجید نے رسول اللہ ﷺ کو ایذا پہنچانے کو اللہ تعالیٰ کو ایذا پہنچانے کے مترادف قرار دیا ہے اور ایسے لوگوں کو لعنت اور دنیا و آخرت میں عذاب کا مستحق قرار دیا ہے:

﴿اِنَّ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فِي الدُّنْيَا وَ الْاٰخِرَةِ وَ اَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُّهِيْنًا﴾ ''بلاشبہ جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کو ایذا پہنچاتے ہیں، اللہ نے ان پر دنیا اور آخرت میں لعنت کی ہے اور ان کے لیے رسوا کن عذاب تیار کیا ہے۔''
(الأحزاب 57:33)

انسانی فطرت میں یہ چیز راسخ ہے کہ جب کسی جھگڑے یا عام صورت حال میں فیصلہ کسی انسان کے خلاف ہو تو وہ اس پر ردِ عمل کے طور پر نفرت اور بغض و عداوت کا اظہار کرتا ہے، یا کم از کم اسے دل میں تنگی ضرور محسوس ہوتی ہے، مگر قرآن مجید نے اہل ایمان کو اللہ کے رسول ﷺ کے بارے میں اس تنگدلی تک سے نہ صرف روک دیا ہے بلکہ اسے ایمان کے منافی قرار دینے کے لیے سخت اور تہدید آمیز انداز اختیار فرمایا ہے اور غالباً پورے قرآن مجید میں یہ اسلوب کہیں اور نہیں آیا:

﴿فَلَا وَ رَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَ يُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا﴾ ''چنانچہ (اے نبی!) آپ کے رب کی قسم! وہ مومن نہیں ہو سکتے جب تک کہ اپنے باہمی اختلافات میں آپ کو فیصلہ کرنے والا نہ مان لیں، پھر آپ کے کیے ہوئے فیصلے پر ان کے دلوں میں کوئی تنگی نہ آنے پائے اور وہ اسے دل و جان سے مان لیں۔''
(النسآء 65:4)

مذکورہ بالا اور اس کے علاوہ دیگر بہت سی آیات میں تصریحاً بیان کیا گیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو قولاً یا فعلاً ایذا دینا کفر اور ایک ناقابلِ معافی جرم ہے۔ سنت نبوی اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے فیصلوں سے ثابت ہوتا ہے کہ اس کی کم از کم سزا موت ہے۔

اللہ کے خلاف اعلانِ جنگ

سرورِ کائنات ﷺ کی گستاخی کرنے سے آپ کی عظمت و رفعت، شرف و فضیلت اور مقام و مرتبے میں کوئی کمی واقع نہیں ہوتی بلکہ آپ کا گستاخ خود تباہ و برباد ہو جاتا ہے۔

برا حال ہو گا نبی (ﷺ) کے عدو کا
اسی پہ پڑا چاند پہ جس نے تھوکا

رسول اللہ ﷺ کی گستاخی کرنے والے سے اللہ تعالیٰ کا اعلانِ جنگ ہے جیسا کہ حدیث قدسی میں ہے: «مَنْ عَادٰى لِي وَلِيًّا فَقَدْ آذَنْتُهُ بِالْحَرْبِ» ''جس نے میرے کسی ولی سے دشمنی مول لی، میں اس سے اعلانِ جنگ کرتا ہوں۔'' (صحيح البخاري: 6502)

جب اللہ کے کسی ولی سے دشمنی کرنے پر اعلانِ جنگ ہے تو سید الاولین والآخرین جناب محمد رسول اللہ ﷺ سے بغض و عداوت رکھنے پر بالاولیٰ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اعلانِ جنگ ہے۔

گستاخِ رسول کا کوئی ذمہ نہیں

رسول اللہ ﷺ کی گستاخی کرنے والے کے ساتھ کسی قسم کا کوئی عہد و پیمان باقی نہیں رہتا۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿وَ اِنْ نَّكَثُوْٓا اَيْمَانَهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ عَهْدِهِمْ وَ طَعَنُوْا فِيْ دِيْنِكُمْ فَقَاتِلُوْٓا اَئِمَّةَ الْكُفْرِ اِنَّهُمْ لَآ اَيْمَانَ لَهُمْ لَعَلَّهُمْ يَنْتَهُوْنَ﴾ ''اور اگر وہ اپنے عہد کے بعد اپنی قسموں کو توڑ ڈالیں اور تمھارے دین میں طعن کریں تو کفر کے ان سرداروں سے جنگ کرو، بے شک ان کی قسموں کا کوئی اعتبار نہیں، شاید کہ وہ باز آئیں۔''
(التوبة 12:9)

ابولہب کا انجام

گستاخِ رسول کے لیے اللہ تعالیٰ نے کسی قسم کی کوئی رعایت نہیں رکھی، خواہ وہ رسول اللہ ﷺ کا سگا چچا ابولہب ہی کیوں نہ ہو۔ رسول اللہ ﷺ جب کوہِ صفا تشریف لے گئے اور سب قریشیوں کو اکٹھا کر کے اللہ کی طرف دعوت دی اور اس کے عذاب سے ڈرایا تو اس موقع پر بدبخت ابولہب نے آپ کی گستاخی کی اور بولا: تو دن بھر غارت ہو، کیا تو نے ہمیں اسی لیے اکٹھا کیا تھا؟ (معاذ اللہ) بس اس کے انھی گستاخانہ جملوں پر اللہ تعالیٰ نے ایک پوری سورت نازل فرما دی جس میں اسے اور اس کی بیوی کو دنیا و آخرت میں ہلاکت و بربادی کی وعید سنائی کیونکہ وہ بھی رسول اللہ ﷺ کو ایذا



پہنچانے میں کسی طرح اس سے پیچھے نہیں تھی۔ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

﴿تَبَّتْ يَدَا اَبِيْ لَهَبٍ وَّتَبَّ o مَآ اَغْنٰى عَنْهُ مَالُهٗ وَمَا كَسَبَ o سَيَصْلٰى نَارًا ذَاتَ لَهَبٍ o وَامْرَاَتُهٗ حَمَّالَةَ الْحَطَبِ o فِيْ جِيْدِهَا حَبْلٌ مِّنْ مَّسَدٍ o﴾ ''ٹوٹ جائیں دونوں ہاتھ ابولہب کے اور وہ ہلاک ہوگیا۔ نہ اس کے مال نے اسے کوئی فائدہ دیا اور نہ اس کی کمائی نے۔ عنقریب وہ ضرور بھڑکتی آگ میں داخل ہوگا۔ اور اس کی بیوی بھی جو لکڑیاں ڈھونے والی ہے۔ اس کی گردن میں چھال کی بٹی ہوئی رسی ہوگی۔'' (اللھب111:1-5)

اس طرح قیامت تک آنے والوں کے لیے اس گستاخِ رسول جوڑے کو نشانِ عبرت بنا دیا گیا۔

کعب بن اشرف کا قتل

گستاخ رسول انسانیت اور امن و انصاف کا بدترین دشمن ہے۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو وہ کبھی امن و سلامتی کے پیامبر، محسنِ انسانیت اور رحمۃ للعالمین ﷺ کی گستاخی نہ کرتا۔ گستاخِ رسول کو زمین پر زندہ رہنے کا کوئی حق حاصل نہیں کیونکہ اس کا یہ جرم ہی اتنا سنگین ہے جو اس کے لیے کسی رعایت اور چھوٹ کو باقی نہیں رہنے دیتا۔ یہی وجہ ہے کہ جب کعب بن اشرف یہودی نے رسول اللہ ﷺ کی گستاخیاں کرنی اور آپ کو ایذا پہنچانی شروع کی تو آپ نے اپنے صحابہ کو مخاطب کرکے فرمایا: «مَنْ لِّكَعْبِ بْنِ الْأَشْرَفِ؟ فَإِنَّهٗ قَدْ آذَى اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ» ''کعب بن اشرف کو کون ٹھکانے لگائے گا، اس لیے کہ اس نے اللہ اور اس کے رسول کو ایذا پہنچائی ہے؟''

محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ فوراً اٹھے اور عرض کی: اللہ کے رسول! آپ پسند کرتے ہیں کہ میں اسے قتل کردوں؟ آپ نے فرمایا: ہاں۔ چنانچہ انھوں نے اپنے دیگر ساتھیوں کے ساتھ مل کر اسے قتل کر ڈالا اور اس کا سر آپ کی خدمت میں لاکر پیش کیا۔ (صحيح البخاري:4037)

ابوجہل کا عبرتناک حشر

صحابہ تو ویسے بھی گستاخِ رسول کے قتل کو اپنے لیے سعادت سمجھتے تھے۔ جنگ بدر میں دو نوعمر لڑکوں معاذ بن عمرو اور معاذ بن عفراء رضی اللہ عنہم نے عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ سے ابوجہل کا پوچھا تو یہی کہا کہ ہمیں پتہ چلا ہے کہ وہ اللہ کے رسول ﷺ کو برا بھلا کہتا ہے، چنانچہ انھیں ابوجہل نظر آیا تو وہ اس گستاخِ رسول پر عقاب کی طرح جھپٹے اور اسے موت کے منہ تک پہنچا دیا، بعد ازاں عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے اس کی گردن کاٹ کر مکمل طور پر اس کا کام تمام کر ڈالا۔ (صحيح البخاري :3141و 3962) ایک نابینے صحابی نے اپنی ام ولد لونڈی کو جس سے ان کے دو موتیوں جیسے بچے بھی تھے، صرف اس بنا پر قتل کیا کہ وہ رسول اللہ ﷺ کی گستاخی کرتی اور آپ کو سب وشتم کرتی تھی۔ رسول اللہ ﷺ کے علم میں جب یہ واقعہ آیا تو آپ نے دوٹوک الفاظ میں فرمایا: «أَلَا! اِشْهَدُوا أَنَّ دَمَهَا هَدَرٌ» ''خبردار! گواہ رہو کہ اس (گستاخِ رسول عورت) کا خون رائیگاں ہے۔''

(سنن أبي داود:4361)

یہودی گستاخوں کا انجام

جنگ بدر سے واپسی پر جب رسول اللہ ﷺ کو عصماء بنت مروان یہودیہ کی گستاخیوں کا علم ہوا تو فرمایا: «أَلَا آخِذٌ لِّي مِنَ ابْنَةِ مَرْوَانَ؟» ''کیا کوئی میری خاطر مروان کی بیٹی کا کام تمام نہیں کردیتا؟''

عمیر بن عدی رضی اللہ عنہ نے جو نابینے تھے، فوراً آپ کی اس بات پر لبیک کہا اور اس گستاخ رسول عورت کو ٹھکانے لگا دیا۔

(المغازي للواقدي : 1/ 161، السيرة لابن هشام:4/286,285)

اسی طرح ابو عفک یہودی کی گستاخیاں جب حد سے بڑھنا شروع ہوئیں تو ایک روز بارگاہِ نبوت سے یہ صدا گونجی: «مَنْ لِّي بِهٰذَا الْخَبِيْثِ؟» ''اس خبیث سے میری طرف سے کون نمٹے گا؟'' سالم بن عمیر رضی اللہ عنہ نے یہ بیڑا اٹھایا اور بالآخر ایک روز تلوار اس گستاخِ رسول کے کلیجے پر رکھ کر وزن ڈالا اور آر پار کر ڈالی۔

(السيرة لابن هشام : 2/ 635، الطبقات الكبرىٰ لابن سعد:2/28)

عبداللہ بن انیس رضی اللہ عنہ تنہا گستاخِ رسول خالد بن سفیان ہذلی کو قتل کرنے عُرَنہ گئے اور موقع پا کر اسے قتل کر ڈالا اور اس کا سر کاٹ کر خدمت نبوی میں لاکر پیش کر دیا۔ اسی طرح عبداللہ بن عتیک رضی اللہ عنہ نے ابورافع یہودی کو قتل کیا جو رسول اللہ ﷺ کی گستاخیاں کرتا تھا۔ ابن خطل کو فتح مکہ کے موقع پر غلافِ کعبہ کے پیچھے چھپنے کے باوجود معافی نہ مل سکی اور اسے قتل کر دیا گیا۔



گستاخِ رسول کو زمین نے قبول نہ کیا

گستاخِ رسول کا امن وسکون غارت ہو جاتا ہے اور اسے کسی لمحے چین نصیب نہیں ہوتا۔ وہ مر کر دوسروں کے لیے عبرت بنتا ہے۔ زمین بھی اس کے ناپاک وجود کو برداشت نہیں کرتی۔ رسول اللہ ﷺ کے عہد مبارک میں ایک عیسائی مسلمان ہوا۔ اس نے سورۂ بقرہ اور آل عمران پڑھ لی۔ آپ ﷺ کا کاتب بھی رہا۔ بعد میں وہ مرتد ہو کر پھر عیسائی ہو گیا۔ اس نے آپ ﷺ کی گستاخی کرتے ہوئے کہا: میں نے محمد (ﷺ) کو جو کچھ لکھ کر دیا ہے، وہ اس کے سوا کچھ نہیں جانتے۔ (العیاذ باللہ) اللہ تعالیٰ نے اس مرتد کو ہلاک کر ڈالا۔ عیسائیوں نے اسے لے جا کر دفنا دیا۔ ان کے جاتے ہی زمین نے اسے نکال باہر پھینکا۔ صبح ہوئی تو انھوں نے اس کی لاش زمین پر پڑی دیکھی۔ وہ بولے: یہ محمد (ﷺ) اور ان کے ساتھیوں کا کام ہے۔ چونکہ اس نے ان کے دین کو چھوڑ دیا تھا، اس لیے انھوں نے اس کی قبر کھود کر اس کی لاش باہر پھینک دی۔ انھوں نے پہلے سے گہری قبر کھود کر اسے دوبارہ دفنا دیا اور چلے گئے۔ زمین نے اب کی بار بھی اس کی بدبودار لاش کو قبول نہ کیا۔ صبح ہوئی تو انھوں نے پھر اس کی لاش باہر پڑی دیکھی۔ انھوں نے پہلے کی طرح محمد ﷺ اور ان کے ساتھیوں کو الزام دیا اور اس کی قبر کھودی اور جتنی گہری وہ کر سکتے تھے، کر کے اسے دفنا دیا۔ ان کے جاتے ہی زمین نے اسے پھر باہر پھینک دیا۔ اب عیسائیوں نے یہ عبرتناک منظر دیکھا تو انھیں یقین ہو گیا کہ یہ کسی انسان کا کام نہیں۔ یہ تو اللہ کی طرف سے ہے، چنانچہ انھوں نے اسے یونہی چھوڑ دیا۔ (صحیح البخاري: 3617)

گستاخِ رسول پر کتا جھپٹ پڑا

رسول اللہ ﷺ وہ عظیم ہستی ہیں کہ جانور بھی آپ کی توہین و تنقیص برداشت نہیں کرتے۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے یہ واقعہ نقل کیا ہے کہ مغل حکمرانوں میں سے کسی نے عیسائیت قبول کی تو اس کے پاس عیسائیوں اور مغلوں کے سرکردہ لوگوں کی ایک جماعت آئی۔ ان میں سے ایک شخص نبی اکرم ﷺ کی تنقیص و توہین کرنے لگا۔ وہاں ایک شکاری کتا بھی بندھا ہوا تھا۔ جب اس نے گستاخی کی حد کر دی تو کتے نے رسی تڑوا کر اس پر حملہ کر کے اسے زخمی کر ڈالا۔ وہاں موجود لوگوں نے اسے کتے سے چھڑایا۔ ان میں سے ایک آدمی نے اس سے کہا: تیرے محمد ﷺ کے بارے میں نازیبا گفتگو کرنے کی وجہ سے ایسا ہوا ہے۔ وہ بولا: ہرگز نہیں، یہ کتا بڑا خود دار ہے۔ اس نے مجھے اپنی طرف اشارہ کرتے دیکھا تو سمجھا کہ میں اسے مارنا چاہتا ہوں! یہ کہہ کر اس نے دوبارہ رسول اللہ ﷺ کی گستاخی شروع کر دی اور دیر تک لگا رہا۔ کتے سے رہا نہ گیا۔ اس نے دوبارہ اس پر حملہ کیا اور اس کی گردن دبوچ کر تن سے جدا کر ڈالی۔ وہ گستاخِ رسول اسی وقت مر گیا۔ اس واقعے کی وجہ سے تقریباً چالیس ہزار مغل مسلمان ہوئے۔

(الدرر الکامنة: 4/153)

موجودہ کفار کی گھٹیا حرکتیں

موجودہ دور میں چند سالوں سے جو دشمنانِ اسلام اور صلیبی کافر مختلف انداز میں اللہ کے رسول ﷺ کی گستاخیاں کر رہے ہیں تو یہ دراصل ان کے زوال اور شکست کی علامت ہے۔ وہ بدحواس اور پریشان ہیں۔ انھیں کچھ بجھائی نہیں دے رہا، اس لیے وہ اس قسم کی گھٹیا حرکات کا ارتکاب کر رہے ہیں۔ کافر اس طرح کی حرکتیں کر کے اپنے زعمِ باطل میں یہ سمجھتے ہیں کہ ہم اس طرح لوگوں کو اسلام اور پیغمبرِ اسلام ﷺ سے دور کرنے میں کامیاب ہو جائیں گے اور غلبۂ اسلام کی راہ میں رکاوٹ بن جائیں گے، حالانکہ یہ ان کی بھول ہے۔ جس قدر وہ اسلام کے خلاف سازشیں کر رہے ہیں، اسی قدر اسلام پھیل رہا ہے۔

اسلام کی فطرت میں قدرت نے لچک دی ہے
اتنا ہی یہ ابھرے گا جتنا کہ دبا دیں گے

پیغمبرِ اسلام ﷺ کی شان مبارک میں ہونے والی یہ گستاخیاں اس حقیقت سے پوری طرح پردہ اٹھا دیتی ہیں کہ کافر بہرحال مسلمانوں کے دشمن ہیں۔ اگر وہ مسلمانوں سے ہمدردی کا اظہار کرتے ہیں تو یہ محض ان کی مکاری وعیاری ہے۔ حقیقت کچھ اور ہے۔ وہ مسلمانوں کے معاملے میں اپنے بھی کسی بنائے ہوئے قانون کا لحاظ نہیں رکھتے۔ ان سب میں اسلام دشمنی قدر مشترک ہے۔ ان گستاخیوں سے ان کی امن پسندی، اعتدال پسندی، دانش مندی، روشن خیالی اور اصلاح فی الارض کا



بھانڈا بھی پھوٹتا ہے۔ یہ گستاخیاں ان کے اس بغض وعداوت اور حسد وعناد کا مظہر ہیں جو ان کے دلوں میں اسلام اور پیغمبرِ اسلام ﷺ کے بارے میں پوشیدہ ہے۔ قرآن مجید نے تو اس حقیقت سے بہت پہلے ہی پردہ اٹھا دیا تھا:

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا بِطَانَةً مِّنْ دُوْنِكُمْ لَا يَاْلُوْنَكُمْ خَبَالًا وَدُّوْا مَا عَنِتُّمْ قَدْ بَدَتِ الْبَغْضَآءُ مِنْ اَفْوَاهِهِمْ وَ مَا تُخْفِيْ صُدُوْرُهُمْ اَكْبَرُ قَدْ بَيَّنَّا لَكُمُ الْاٰيٰتِ اِنْ كُنْتُمْ تَعْقِلُوْنَ﴾ ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! تم اپنے لوگوں کے سوا کسی کو دلی دوست نہ بناؤ، دوسرے لوگ تمھیں برباد کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑتے، وہ چاہتے ہیں کہ تم مصیبت میں پڑو، ان کے دلوں کی دشمنی ان کے مونہوں سے ظاہر ہو چکی ہے اور وہ اپنے سینوں میں جو (بغض وعناد) چھپاتے ہیں وہ کہیں زیادہ ہے۔ ہم نے تمھارے لیے آیتیں کھول کر بیان کی ہیں اگر تم عقل رکھتے ہو۔'' (اٰل عمرٰن 3:118)

ارباب بست وکشاد کی غلط روش

کفار کی ہرزہ سرائیوں میں ان اسیرانِ دنیا اور غلامانِ جاہ ومنصب کے لیے بھی تنبیہ ہے جنھوں نے دشمنانِ اسلام سے یاریاں لگا رکھی ہیں، ان کی غلامی میں زندگی گزار رہے ہیں، ان کے پیروکار اور آلۂ کار بنے ہوئے ہیں، ان کے اہداف ومقاصد کی تکمیل میں سرگرم ہیں اور ان کی خاطر اسلام مخالف سرگرمیوں میں شریک ہو کر مسلمانوں کے جان و مال کو داؤ پر لگا رکھا ہے۔ ایسے تمام لوگوں کو چاہیے کہ وہ اب بھی ہوش کے ناخن لیں اور کفار ومشرکین سے اعلانِ براءت کریں اور امتِ مسلمہ پر مسلط کی جانے والی موجودہ صلیبی جنگ میں کسی بھی طرح دشمنانِ اسلام کا ساتھ نہ دیں۔

اہلِ اسلام کے لیے لمحۂ فکریہ

ان گستاخیوں سے مسلمانوں کو بھی اندازہ ہو جانا چاہیے کہ یہ دراصل ان کی دینی غیرت و حمیت کا امتحان ہے کہ وہ اپنے پیغمبر ﷺ کی حرمت وعزت کا دفاع کرتے ہیں یا نہیں اور اس کے لیے کس حد تک کتنی اور کیسی کیسی قربانیاں دیتے ہیں۔ محض چیخنے چلانے، شور شرابا کرنے اور اپنی ہی املاک کو نقصان پہنچانے سے کوئی بات نہیں بنے گی۔ یہ سلسلہ اب تک لاحاصل ثابت ہوا ہے۔ اب تو ٹھوس اور موثر عملی اقدامات کی ضرورت ہے۔ مسلمانوں کی اسلام اور پیغمبرِ اسلام ﷺ کی تعلیمات سے دوری ہی کا یہ نتیجہ ہے کہ کافروں کے دلوں سے ان کا رعب و دبدبہ اٹھ چکا ہے اور انھیں ذلت ورسوائی کے یہ دن دیکھنے پڑ رہے ہیں کہ کافر رحمۃ للعالمین ﷺ کی ناموس پر پے در پے حملے کر رہے ہیں۔ آج کے مسلمانوں کی یہ حالتِ زار ہے کہ وہ کافروں کے طور طریقوں اور تہذیب وثقافت کو اپنا کر بڑا فخر کرتے ہیں اور اسے اپنی ترقی کا راز گردانتے ہیں ؎

کی مسلماں نے ترقی جو فرنگی بن کر
یہ فرنگی کی ترقی ہے مسلماں کی نہیں
کافروں کی مشابہت مسلمانوں کے اندر
رچی بسی ہوئی ہے اور وہ ان کے فکری غلام بن چکے ہیں ؎

یورپ کی غلامی پہ رضا مند ہوا تو
مجھ کو تو گلہ تجھ سے ہے، یورپ سے نہیں

انھیں حالات سے سبق سیکھنا چاہیے اور اپنے اللہ سے یہ عہد کرنا چاہیے کہ وہ پیغمبرِ اسلام ﷺ کی تعلیمات کو اپنی عملی زندگی میں شامل کریں گے اور زندگی کے تمام طور طریقوں میں آپ ﷺ کے اسوۂ حسنہ پر عمل پیرا ہوں گے۔ اگر ایسا ہو گیا تو یہ ایک بڑی مبارک تبدیلی کا آغاز ہوگا! ان شاء اللہ

خوب ہے تجھ کو شعارِ صاحبِ یثرب ﷺ کا پاس
کہہ رہی ہے زندگی تیری کہ تو مسلم نہیں
جس سے تیرے حلقۂ گیسو میں گردوں تھا اسیر
اے سلیمان! تیری غفلت نے گنوایا وہ نگیں
وہ نشانِ سجدہ جو روشن تھا کوکب کی طرح
ہو گئی ہے اس سے اب ناآشنا تیری جبیں
دیکھ تو اپنا عمل، تجھ کو نظر آتی ہے کیا
وہ صداقت جس کی بیبا کی تھی حیرت آفریں
تیرے آباء کی نگہ بجلی تھی جس کے واسطے
ہے وہی باطل تیرے کاشانۂ دل میں مکیں
غافل اپنے آشیاں کو آ کے پھر آباد کر
نغمہ زن ہے طور معنی پر کلیم نکتہ ہیں
''سرکشی باہر کہ کر دی رام او باید شدن
شعلہ ساں از ہر کجا برخاستی آنجا نشیں''

❁.....❁.....❁

وضاحت کر نہیں سکتا، مگر آواز دیتا ہوں
کہ اس کرب وبلا میں سخت جانوں کی ضرورت ہے
کہاں ہیں سید الکونین کی امت کے دیوانے؟
کہ ناموسِ نبی کے پاسبانوں کی ضرورت ہے